يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ

دوستی اور دشمنی

قرآن وسنت اور علماء امت کی توضیحات کی روشنی میں

تالیف

فضیلۃ الشیخ ابوعمرو عبدالحکیم حسان

فضیلۃ الشیخ ابوسیاف اعجاز احمد تنویر

یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّی وَعَدُوَّکُمْ أَوْلِیَآءَ

دوستی اور دشمنی

قرآن وسنت اور علماء کی توضیحات کی روشنی میں

تالیف:

فضیلۃ الشیخ ابوعمروعبدالحکیم حسان حفظہ اللہ

تفہیم وتعلیق:

ابوسیاف اعجاز تنویر

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان
Website: http://www.muwahideen.co.nr
Email: salafi.man@live.com

فہرست ابواب

فہرست مضامین

باب:۳

مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی واجب ہے

باب:۲

جید علماء دین کی توضیحات (کفار سے دوستی کرنے کے بارے میں)

باب:٦:

مسلمانوں سے جنگ کرنے والے گروہ کا معاملہ ایک جیسا ہے

ایک جیسا ہے (خواہ وہ حکمران اور لیڈر ہو یا عام فوجی اور کارکن)

باب:۷

جنگ زبان سے بھی ہوتی ہے اور عمل سے بھی

باب:۸

کسی شرعی ضرورت کے تحت کفار کا ساتھ دینا

باب:۹

مجبور کیے جانے والے شخص کا بیان

باب:۱۰

دو مفید بحثیں

ابتدائے نگارش

(از ابو سیاف اعجاز تنویر)

ایمان اور اسلام کی بنیاد عقیدہ توحید پر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں:

[بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدً رَسُوْلُ اللهِ) .... صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)]

"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ گواہی دینا اس بات کی کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔"

عقیدۂ توحید میں سب سے زیادہ اہم اور بنیادی بات ''اَلْحُبُّ فِي اللهِ وَالْبُغْضُ فِي اللهِ'' ہے (یعنی اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے دشمنی ہو) اللہ تعالیٰ سے تعلق، پیار اور محبت کا ایسا سلسلہ قائم ہو جائے کہ روز بروز پختہ ہی ہوتا جائے۔ اس کے بعد مخلوق میں سے ہر ایک کے ساتھ تعلق اللہ کی محبت اور پیار کے تابع ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اجازت دیتے ہیں تو بس اس سے تعلق ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ جتنی اجازت دیتے ہیں بس اتنا ہی تعلق ہونا چاہیے۔ یہ مطلب ہے کہ "اللہ ہی کے لیے دوستی ہو اور اللہ تعالیٰ کی خاطر ہی دشمنی ہو" لہٰذا سارے اسلام کی بنیاد عقیدۂ توحید ہے اور عقیدۂ توحید کی بنیاد ''اَلْحُبُّ فِي اللهِ وَالْبُغْضُ فِي اللهِ'' ہے۔ نظریہ ''اَلْحُبُّ فِي اللهِ وَالْبُغْضُ فِي اللهِ'' کے لیے ہی شریعت اسلامیہ میں دوسری مشہور اصطلاح ''اَلوَلَاءُ وَالبَرَءُ فِي الإِسْلَام'' ہے۔

عقیدۂ توحید اور اللہ پر ایمان کے بعد دوسرا سب سے افضل عمل "الجہاد فی سبیل اللہ" ہے۔ جہاد اسلام کی چوٹی اور کوہان ہے۔ نماز اور روزے کی طرح "جہاد فی سبیل اللہ" بھی فرض ہے۔ جہاد کو چھوڑنا۔ جہاد سے پیچھے رہنا، جہادی مشن کو رول بیک کرنا (Roll back) کرنا اور جہاد سے (U-Turn) لینا اپنے آپ کو ہلاکت اور تباہی میں ڈالنا ہے۔ اس وقت جو حالات پیدا ہو گئے ہیں۔ ان کے باعث مسلمان کافروں سے سخت خوفزدہ نظر آتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ جہاد سے گریز اور اجتناب ہے۔ اور جہاد نہ کرنے کے درج ذیل دو اسباب زیادہ اہم معلوم ہوتے ہیں:

{1} عام مسلمان کے عقیدۂ توحید میں بگاڑ آچکا ہے۔ مسلمانوں نے زمین وآسمان اور انسان کو پیدا کرنے والی ہستی کو بھول کر غیر اللہ کو اپنا رب اور اختیارات کا مالک ماننا شروع کر دیا ہے۔ غیر اللہ کی پرستش شروع کر دی ہے۔ جب تک کلمہ پڑھنے والے یہ مسلمان اپنی جبینوں اور پیشانیوں کو ایک اللہ کے سامنے نہیں جھکاتے ہم اس وقت تک نہ تو کافروں سے جہاد کر سکتے ہیں اور نہ اس وقت تک مسلمانوں کو عزت وفلاح ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

{2} مسلمانوں کے ان نامساعد اور ناگفتہ بہ حالات کا دوسرا سبب "کفار سے دوستی" ہے جب تک کافروں سے دوستی اور محبت کی پینگیں بڑھاتے رہیں گے، ان کی تہذیب وتمدن کو، عقائد ونظریات کو، رہن سہن کو، چلنے پھرنے کو، لباس وحجامت کو اور سیاست ومعیشت کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے رہیں گے۔ تو وہ اس وقت تک کافروں سے کیونکر جنگ کر سکیں گے ؟ پھر ہماری کوشش ہو گی کہ ہم ان جیسا لباس پہنیں، ان کی طرح کاروبار کریں۔ ان سے جنگ کرنے کا پھر کوئی مطلب ہی باقی نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ " یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ "جب مسلمانوں سے عقیدۂ توحید گیا تو اللہ کی خاطر دوستی اور دشمنی کا عقیدہ بھی رخت سفر باندھ گیا۔ ان دونوں کے رخصت ہونے سے مسلمان جہاد چھوڑ بیٹھے۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے اور قرآن وحدیث کے بہت سارے دلائل سے ثابت ہے کہ توحید کے بغیر موت شرک والی ہے اور جہاد کے بغیر موت منافقت والی موت ہے۔

جب مسلمانوں کے دل میں یہ عقیدہ پختہ ہو گا کہ اللہ کی خاطر ہی دوستی اور دشمنی ہونی چاہیے تو عقیدہ توحید میں کمال درجے کا نکھار پیدا ہو گا اور مسلمانوں میں جذبہ جہاد بھی بیدار ہو گا۔ تو اس گفتگو سے عقیدہ "الولاء والبراء" کی اہمیت وضرورت واضح ہو گی کہ اللہ کی خاطر دوستی اور دشمنی کا نظریہ کس قدر اہم اور ضروری ہے۔ یہ عقیدہ ہی ایک مسلمان کو صحیح معنی میں مؤحد بنا کر شرک کی موت سے اور مجاہد بنا کر منافقت کی موت سے محفوظ رکھتا ہے۔

قارئین کرام! آپ کے ہاتھوں میں موجودہ کتاب اسی عقیدہ کو ایک مدلل اور منفرد انداز میں پیش کرتی ہے۔ اس کو پڑھنے والے کچھ لوگ شاید یہ کہیں کہ اس میں بڑا سخت مؤقف اختیار کیا گیا ہے مگر بقول شخصے:

چمن میں تلخ نوائی میری گوارا کر
زہر بھی کرتا ہے کبھی کارِ تریاق

اگر کسی آگ کے الاؤ کو بجھانا مقصود ہو تو جس شدت کی آگ جل رہی ہو اور شعلے بلند ہو رہے ہوں اسی مناسبت سے اگر اس پر پانی کا بہاؤ ہو گا تو آگ بجھے گی۔ ویسے بھی انٹی بائیٹک ادویات (Anti Biotics Medicines) زیادہ تر کڑوی کسیلی، ترش اور تلخ ہی ہوتی ہیں۔

لیکن اس کتاب میں جو کچھ بھی ہے وہ مضبوط دلائل پر مبنی ہے۔ زیادہ تر اس میں چمنستان قرآن ہی سے پھول چنے گئے ہیں اور قرآنی آیات کو سب سے زیادہ کتاب میں جگہ دی گئی ہے۔ اس کے بعد احادیث رسول ﷺ کو سب سے بڑا مأخذ بنایا گیا ہے۔ تیسرے نمبر پر علماء امت، سلف صالحین کے اقوال، اقتباسات اور توضیحات کو پیش خدمت کیا گیا ہے۔ علماء امت کے اقوال کو محض اس لیے پیش کیا گیا ہے تا کہ یہ بتایا جاسکے کہ اس موضوع سے متعلق آیات واحادیث کی شکل میں من وعن پیش کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کتاب میں جو کچھ ہے وہ بلاشبہ مضبوط اور مستحکم دلائل پر مشتمل ہے۔ کچی پِلّی باتوں، من گھڑت روایتوں اور جھوٹے قصے کہانیوں کو اس کتاب میں کوئی جگہ نہیں دی گئی۔ یہ کتاب محترم ومکرم الشیخ ابو عمر و عبدالحکیم حسان حفظہ اللہ کی ترتیب دی ہوئی ہے۔ فاضل مؤلف نے اس میں اختصار اور ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے دس عنوانات قائم کئے ہیں۔ یہ دس عنوانات دراصل دس مسائل ہیں اور شروع میں فاضل مؤلف نے ایک طویل مگر مفید مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

یہ بھی ایک سچ ہے کہ راقم الحروف نے اس کتاب کا ترجمہ نہیں، بلکہ ترجمانی کی ہے، مؤلف جو بات سمجھانا چاہتا ہے۔ بندۂ ناچیز نے پہلے پوری محنت اور جانفشانی سے پہلے اسے خود سمجھا ہے، پھر وہی بات اس کتاب کے قابل صد احترام قارئین کو سمجھانے کی پوری کوشش کی ہے۔ ترجمانی کرتے وقت ''لکیر کا فقیر'' تو بنا جاسکتا ہی نہیں۔ مگر ایسا بھی نہیں کہ میں نے اصل کتاب کا معنی ومفہوم ہی بدل ڈالا ہو، ایسا ہر گز نہیں ہے۔

چند باتوں کو اس کتاب کی تیاری میں عاجز نے ملحوظ رکھا ہے، جو درج ذیل ہیں:

❶ کتاب میں اگر کوئی آیت، حدیث یا صحیح سند سے ثابت شدہ واقعہ نامکمل تھا تو اصل کتاب کی طرف مراجعت کر کے اس کو مکمل کر دیا گیا ہے۔

❷ اگر کسی جگہ بات مبہم تھی تو ربط قائم رکھتے ہوئے آگے پیچھے کچھ توضیحی جملے استعمال کر کے اس کو واضح کر دیا ہے۔

❸ اگر کہیں کسی واقعہ کی طرف محض اشارہ کیا گیا تھا تو اس کو دیگر کتابوں سے تتبع اور تلاش کے بعد مفصل ذکر کر دیا گیا ہے تا کہ قارئین کرام کسی قسم کی کنفیوژن (Confusion) کا شکار نہ ہوں۔

❹ قرآنی آیات، احادیث رسول ﷺ اور علماء امت کے اقتباسات کو ہو بہو عربی عبارت میں درج کیا گیا ہے۔ بعد ازاں ان کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔ اس سے اگرچہ کتاب کے صفحات میں اضافہ تو ہو جاتا ہے مگر علمی ذوق رکھنے والوں کی صحیح تشفی اس وقت ہوتی ہے جب وہ عربی عبارت کو ملاحظہ کرتے ہیں۔

❺ قرآنی آیات، احادیث رسول ﷺ اور علمائے امت کے اقتباسات کے علاوہ دیگر عربی عبارات اور الفاظ کو بھی اعراب لگا دیے گئے ہیں تا کہ عوام الناس میں سے عام پڑھے لکھے لوگ بھی عربی عبارات کو پڑھنے میں کوئی دقت محسوس نہ کریں۔

❻ آیات کے حوالہ جات تو کتاب کے متن ہی میں سورتوں کے ناموں کے ساتھ بیان کر دیے گئے ہیں۔ ان میں پہلی سورت کا نام، پھر سورت کا نمبر اور بعد ازاں سورت کا آیت نمبر ذکر کیا گیا ہے۔

❼ کتب احادیث کے حوالہ جات میں پہلے تصنیف کا نام پھر کتاب کا بیان، اور باب کا بیان آخر میں حدیث کا نمبر ذکر کیا گیا ہے۔

❽ بعض مقامات پر ضروری توضیحات اور تصریحات پر مشتمل حواشی ذکر کیے گئے ہیں۔

محترم بھائی یوسف سراج صاحب نے بنظر غائر اس کی آخری پروف ریڈنگ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ پوری کوشش کے باوجود یہ ایک انسانی کاوش ہے جس میں غلطی کا امکان بہر حال موجود ہے۔ اگر کسی بھائی کو کوئی سقم نظر آئے تو وہ اطلاع دے کر عند اللہ ماجور ہو۔

اوّلاً واخیراً اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھ ایسے حقیر وبے مایہ شخص سے دین کا یہ معمولی سا کام لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو اپنے ہاں شرف قبولیت سے نوازے اور اسے میر نامہ اعمال اور کھاتے میں جمع کر لے۔

اس کتاب کو اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف اور دیگر ان تمام احباب کے لیے بھی باعث اجر وثواب بنائے جنہوں نے کسی بھی طرح اس میں سِرًّا یا عَلَانِیَۃً تعاون فرمایا ہے۔

العَبدُ الفَقِیرُ رَحمَۃَ رَبِّہِ القَدِیر

ابوسیاف اعجاز احمد تنویر

۲۱۔ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ الموافق ۲۰۰۴/۷/۸

عرض ناشر

(از محمد سیف اللہ خالد "مدیر دارالاندلس")

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ اَمَّا بَعْد:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص دین سے پھر جائے، تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم لے آئے گا جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی، وہ لوگ مسلمانوں پر نرم دل ہوں گے اور کفار پر سخت، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے۔(المائدہ=54:5)

اللہ تعالیٰ اور اس کے دوستوں سے محبت اور اس کے دشمنوں سے عداوت ایک ایسا وصف ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو عطا فرمایا تب تک پھر انبیاء کے علاوہ نیکوکار لوگ بھی اسی راہ پر چلے، عقیدۂ توحید کا حق ادا نہیں ہو سکتا اور کوئی مسلمان جہاد فی سبیل اللہ کے میدان میں معرکہ آراء نہیں ہو سکتا جب "اَلْوَلَاءوَالْبَرَاء" کا مضبوط عقیدہ حرز جاں نہ بن جائے۔

زیر نظر کتاب "دوستی اور دشمنی" (کتاب وسنت اور علماء امت کی توضیحات کی روشنی میں) انہی حقیقتوں پر مبنی ہے۔

فضیلۃ الشیخ ابوعمروعبدالحکیم حسان حفظہ اللہ کی یہ مایۂ ناز کتاب جس کی تفہیم وتعلیق کے فرائض محترم بھائی ابوسیاف اعجاز احمد تنویر حفظہ اللہ نے ادا کیے ہیں۔ اپنے موضوع پر نہایت جامع اور منفرد کتاب ہے۔ جس میں خود اپنی طرف سے تشریحات وتوضیحات پیش کرنے کی بجائے کتاب وسنت کے محکم دلائل اور علماء سلف کی توضیحات پر انحصار کیا گیا ہے۔ عصر حاضر میں امت مسلمہ کی ذلت وپستی کا ایک بنیادی سبب عقیدہ "الولاءوالبراء" میں کمزوری کو قرار دیا گیا ہے۔

آج جبکہ ہر طرف کفر کا عروج ہے۔ بڑے بڑے مسلم حکمران بھی کفار و مشرکین کی محبت کے اسیر نظر آتے ہیں۔ عوام کا ایک بہت بڑا طبقہ بھی تہذیب و ثقافت، رسم و رواج اور شکل و شباہت میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی سنت سے انحراف کر کے یہود و نصاریٰ کی نقالی میں مشغول ہے۔

ایسے حالات میں یہ کتاب عوام و خواص کے لیے ایک راہنما تحریر ہے۔ اسے پڑھ کر ہم اپنی سیرت و کردار کو کتاب و سنت اور اسلاف امت کے نمونہ کے مطابق ڈھال سکتے ہیں۔ ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف اور اعجاز احمد تنویر صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ ان کی بھرپور کاوش سے ادارہ دارالاندلس یہ اہم کتاب احباب کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے سب کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

محمد سیف اللہ خالد

مدیر "دارالاندلس"

۴-جمادی الاخری ۱۴۲۵ / بمطابق ۲۲ جولائی ۲۰۰۴ء

مقدمۃ الکتاب

(از محترم ابو عمر وعبد الحکیم حسان حفظہ اللہ)

﴿إِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَھْدِیْہِ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ أَعْمَالِنَا۔ مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَأَشْھَدُ أَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

قَالَ تَعَالٰی:

یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّـہَ حَقَّ تُقَاتِہِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ (آل عمران:3/102)

وَقَالَ تَعَالٰی:

یَا أَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّکُمُ الَّذِی خَلَقَکُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَۃٍ وَخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّـہَ الَّذِی تَسَاءَلُونَ بِہِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّـہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیبًا (النِّساء=1:4)

یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّـہَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِیدًا، یُصْلِحْ لَکُمْ أَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوبَکُمْ ۗ وَمَن یُطِعِ اللَّـہَ وَرَسُولَہُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیمًا (الاحزاب=70,71:33)

امابعد!۔۔۔۔۔۔۔۔

خطبہ مسنونہ کے بعد!

یہ حقیقت ہے کہ آج امت مسلمہ بہت ہی نازک دور سے گزر رہی ہے۔ انسانی تاریخ کا انتہائی خطرناک اور تشویشناک موڑ اس وقت امت مسلمہ پر آیا ہوا ہے۔ ہم جب ماضی کے دریچوں سے جھانک کر دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ امت مسلمہ کا ماضی انتہائی درخشندہ اور تابناک تھا۔ جب اللہ رب العزت نے سید الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام اعظم، قائد اعظم، سید دوعالم اور سرور کونین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو بھٹکی ہوئی انسانیت کے لیے نسخۂ رشد وہدایت دے کر مبعوث فرمایا تھا۔ اس

وقت نسل انسانی عام طور پر اور اہل عرب خاص طور پر ذلت اور پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرے ہوئے تھے۔ دنیا کی دیگر اقوام میں اہل عرب کا کوئی مقام و مرتبہ نہیں تھا۔ اہل عرب بتوں کے پجاری تھے۔ ان کی دوستیاں پتھروں کی مورتیوں اور بے جان دیوتاؤں سے تھیں، جن پتھروں کو وہ اللہ رب العالمین کی بجائے عبادت کیا کرتے تھے۔ ان کی دوستیاں ان جاہلی تصورات کا شکار ہو چکی تھیں کہ جن کے متعلق اللہ رب العزت نے اپنے کسی کلام میں کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ کوئی اپنے ملک اور علاقے سے محبت کرتا تھا۔ کوئی اپنی برادری اور خاندان سے محبت کا دم بھرتا تھا اور کسی کی محبت کا معیار فقط لسانی تعصب تھا۔

رفتہ رفتہ اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور دعوت کی بدولت انسانوں کے اس بکھرے ہوئے شیرازے کو مجتمع کر دیا۔ سب انسانوں کو ایک محبت کے تابع کر دیا۔ دشمنیوں اور عداوتوں کے لیے ایک معیار مقرر کر دیا۔ سب انسانوں کو ایک محبت کے تابع کر دیا۔ دشمنیوں اور عداوتوں کے لیے ایک معیار مقرر کر دیا۔ محبت اور عداوت کا وہ معیار صرف اور صرف اللہ رب العزت کی رضا قرار پایا۔ یعنی صرف اللہ کی خاطر کسی سے محبت ہو اور صرف اللہ ہی کی خاطر کسی سے عداوت ہو۔ اس معیار سے یہ خوشگوار نتیجہ سامنے آیا کہ باشندگان سرزمین عرب ذلت و رسوائی سے عزت و فلاح کی طرف پھر گئے، غربت و افلاس اور فقر و فاقہ کے خوشحالی اور تونگری نے ان کے قدم چومے۔ کمزوری اور بے بسی کے قوت و طاقت ان کو نصیب ہوئی۔ ان کے دوستانہ مراسم قومی۔ علاقائی اور لسانی عصبیتوں سے منقطع ہو کر اللہ واحد، احد اور رب ارض و سما کے ساتھ جڑ گئے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اللہ رب العزت نے مشرق و مغرب کی طرف ان کے لیے فتوحات کے دروازے کھول دیے۔ ابھی پچاس برس بھی نہ گزرے تھے کہ وہ دور کی تمام امتوں، ملتوں، قومیتوں اور تہذیبوں پر غالب ہو گئے۔ بڑے بڑے سرکش، بپھرے ہوئے اور طاقت کے نشے میں چور ممالک، روم و ایران جیسی سلطنتیں ان کے سامنے عاجز و درماندہ اور بے بس و ناچار ہو چکی تھیں۔ مسلمانوں نے اقوام عالم پر واضح کر دیا کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ اور رب العالمین کے لیے دوستی اور دشمنی کا کیا مفہوم و مطلب ہے۔ بنو نوع انسان نے غلامی اور ذلت سے نجات پائی، وہ غلامی اور ذلت جو انہیں رب ارض و سماء اس کے مجبور و بے بس بندوں کے سامنے کرنی پڑ رہی تھی۔ مسلمانوں نے اقوام عالم پر یہ بھی واضح کر دیا کہ وہ گردنیں جو غیر اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوتی تھیں انہیں صرف اور صرف اس بزرگ و برتر ہستی کے سامنے سجدہ ریز ہونا چاہیے جو ان کی گردنوں کا خالق، مالک اور بغیر کسی نقشے اور سیمپل (Sample) کے بنانے والا ہے۔

مسلمانانِ عالم اسی طرح عزت و آزادی کی زندگی گزار رہے تھے کہ ان کے درمیان خود انہی کی غفلت کی بنا پر ایسی نسل پیدا ہو گئی جو یورپ کے دستر خوانوں پر جا بیٹھی اور اہل مغرب کے نظریات اور افکار اپنے اندر سمونے لگی۔ شیطان نے انہیں خوب

بہکایا اور لمبی لمبی امیدیں دلائیں۔ یہاں تک کہ ایسے لوگ امت مسلمہ کے بے داغ اور صاف وشفاف جسم پر ایک بد نما دھبے کی صورت اختیار کر گئے۔ اس کا بڑا سبب یہی تھا کہ انہوں نے اپنے خالق ومالک اللہ تبارک وتعالیٰ کو چھوڑ کر باغیوں اور مشرکوں سے دوستی رچائی۔ جس کے بدلے میں ان کافروں نے مسلم غداروں اوراپنے یاروں کو اسلامی ممالک کی بڑی بڑی پوسٹوں اور اعلیٰ مناصب پر فائز کیا۔ ان بلند عہدوں کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے لیڈر و قائد بن بیٹھے۔ انہوں نے مسلمانوں کی عزت وناموس، غیرت وحمیت، جائیدادوں اور قومی املاک کو بڑی ہی تھوڑی قیمت کے عوض فروخت کرڈالا۔ انھوں نے کفار ومشرکین کو مسلمانوں کے علاقہ جات میں متسلط کرتے ہوئے مسلمانوں کی باگ دوڑ ان کے ہاتھ میں دے ڈالی۔ دل وجان سے مخلص ہو کر انہوں نے کافروں سے دوستی نبھائی۔ کافروں کے ساتھ ایسے ایسے معاہدے (Agreements) کیے جن میں مسلمانوں کے لیے ذلت ورسوائی اور غلامی وناکامی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اہل زمانہ نے یہ انجام بد اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کیا کہ مسلمان مشرق ومغرب کے کافروں کو اپنے آقا وسر دار مان کر ان کے نوکر وغلام بن گئے۔ کافروں سے کسی بھی معاملہ میں حکم عدولی کرنے کی ان کے اندر جرأت نہ تھی۔ نہ کافروں کے کسی آرڈر کو مسترد کرنے کی ان کے اندر سکت تھی۔ ذلت وغلامی یہاں تک پہنچ گئی کہ مسلمانوں کے علاقے اور ممالک ہر کافر وملحد کے لیے "ذاتی چراگاہ" اور "خالہ جی کا داڑا" بن گئے۔ مسلمانوں کی ذاتی املاک، موروثی جائیدادیں، بینک بیلنس، فیکٹریاں اور کارخانے، تعلیمی ادارے اور صنعتی مراکز غرضیکہ سب کچھ کافروں کے لیے "جائز لوٹ مار" قرار دے دیا گیا۔ جبکہ ایک وقت وہ تھا کہ جب مسلمان غالب وفاتح تھے۔ یہودی اور عیسائی مسلمانوں کے علاقہ جات اور ممالک میں ذلیل ورسوا ہو کر رہتے تھے۔ اپنے ہاتھوں سے اپنے زندہ رہنے کا ٹیکس جزیہ کی شکل میں ادا کرتے تھے۔ اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو جہاد پر ابھارتے اور برانگیختہ کرتے ہوئے جہاد کا ایک اہم مقصد یہی بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ (التوبة=29:9)

"ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے۔ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی حرام کردہ چیز کو حرام نہیں سمجھتے۔ نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ذلیل وخوار ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ ادا کریں"

ایک وقت وہ تھا جب مسلمان عیسائی اور یہودی کافروں سے جزیہ وصول کرتے تھے۔ ایک یہ وقت ہے کہ مسلمانوں کے بزدل، غلام اور کٹھ پتلی حکمرانوں کی غیرت وحمیت سے خالی پالیسیوں کی وجہ سے آج مسلمان زندہ رہنے کے لیے اپنی زندگی کا ٹیکس

ادا کرنے پر مجبور ہیں وہ ٹیکس جو مسلمان ہر سال مارک اپ(Mark Up) یا انٹرسٹ(Interest) کے نام پر وہ ورلڈ بینک یا آئی ایم ایف کے ہاں ادا کرنے پر مجبور ہیں۔

ایک وہ وقت تھا کہ جب مسلمانوں کے ہاتھ میں اقوام عالم کی قیادت وسیادت تھی۔ مسلمان مشرق ومغرب کے سیاہ وسفید کے مالک تھے کوئی اپنے اندر اتنی ہمت نہیں رکھتا تھا کہ مسلمانوں کے آگے سر اٹھا سکے۔ مسلمانوں کا خلیفہ (ہارون الرشید) فلک پر تیرتی ہوئی بدلی سے یوں مخاطب ہوا کرتا تھا:

"آسمان پر نمودار ہونے والی اے بدلی! تو جہاں کہیں بھی برسے گی تیرا اخراج (ریونیو) ہمارے پاس ضرور آئے گا۔"

لیکن آج وہی امت ذلیل اور رسوا ہو چکی ہے۔ مسلمانوں کے ممالک میں نافذ ہونے والی تمام پالیسیاں مشرق اور مغرب میں بسنے والے کافر وملحد آقاؤں کی طرف سے امپورٹ (Import) کی جاتی ہیں۔ صرف نظریات اور نصابی پالیسیاں ہی نہیں بلکہ نوالۂ حیات (زندگی گزارنے کے لیے روٹی کا لقمہ) کے لیے بھی ہم ان کے دستِ نگر بن چکے ہیں۔ آج ہم اپنے قوانین بنانے میں ،اپنے اخلاق اور اپنی عادات اختیار کرنے میں اور اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں ان کے طرز حیات کو اپنانے پر مجبور کیے جاتے ہیں ۔ آج امت مسلمہ عضو معطل اور بے قیمت ہو چکی ہے۔

مسلمانوں کی اس کسمپرسی اور بدحالی کا تذکرہ ایک عربی شاعر نے بڑے ہی دردمندانہ اور حقیقت پسندانہ انداز میں کرتے ہوئے کھو جانے والی عزت وغیرت پر افسوس کا اظہار کیا ہے۔ وہ عزت وغیرت جس کی ہمارے اسلاف نے بنیاد رکھی تھی۔ شاعر مسلمانوں کے درخشاں ماضی کو یاد کرتے ہوئے مسلمانوں کی موجودہ بے بسی کا اظہار یوں کرتا ہے:

مَلَكنَا هَذِهِ الدُّنيَا القُرُوْنَا
وَ أُخْضَعَهَا جُدُوْدُ خَالِدُوْنَا

"کئی صدیاں ہم اس دنیا کے مالک رہے ہیں۔ ہمارے آباء واجداد نے اس دنیا کو سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ آباء واجداد جن کا نام تاریخ انسانی کے اوراق میں ہمیشہ چمکتا رہے گا۔

وَ سَطَرْنَا صَحَائِفُ مِنْ ضِيَاءٍ
فَمَا نَسِيَ الزَّمَانُ وَمَا نَسِيْنَا

''ہم نے روشنی سے بڑے بڑے دیوان اور صحیفے تحریر کیے۔ ہمارے یہ کارنامے نہ تو زمانے نے بھلائے ہیں نہ ہی ہم نے ان کو فراموش کیا ہے۔''

بَنِيْنَا حِقْبَةً فِي الأَرْضِ مُلْكًا
يَدْعَمُهُ رِجَالٌ صَالِحُونَا

''کرۂ ارضی پر ہم نے ایک لمبا زمانہ بادشاہت اور حکومت کی بنیاد رکھی پھر اس حکومت واقتدار کو ہمارے نیک ،پارسا، متقی اور پرہیز گار مردوں نے سہارا دیا اور تقویت پہنچائی۔

رِجَالٌ ذَلَّلُوا سُبُل المَعَالِي
وَمَا عَرَفُوْا سِوى الإِسْلَامِ دِيْنَا

''وہ ایسے مرد تھے کہ جنہوں نے بڑی بڑی قد آور اور بلند چوٹیوں کی طرف جانے والے راستوں کو قدموں تلے روند ڈالا تھا اور وہ اپنے دین اور مذہب پر اتنے پختہ اور کاربند تھے کہ کسی اور دین کا اختیار کرنا تو درکنار وہ اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو پہچانتے تک نہ تھے۔''

تَعَهَّدَهُمْ وَ أَنْبَتَهُمْ نَبَاتًا
كَرِيْمًا طَابَ فِي الدُّنْيَا غُصُوْنَا

''دین اسلام نے بھی ان کی بہت اچھی دیکھ بھال کی اور بڑی عزت ووقار کے ساتھ ان کو پروان چڑھایا۔ عزت ووقار کا یہ درخت جب پروان چڑھا تو ساری دنیا میں اس کی شاخیں اور ٹہنیاں بڑی خوشنما اور دیدہ زیب بن کر پھیلیں۔''

اِذَا شَهِدُوْا الوَغٰى كَانُوا كُمَاةً
يُدْكُوْنَ الْمَعَاقِلَ وَ الحُصُوْنَا

”اسلامی دنیا کے وہ نیک، پارسا اور متقی مرد جب میدان جنگ میں کودتے ہیں تو اس وقت بڑے بڑے بہادر سپہ سالار اور زرپوش مجاہدوں اور زرہ پوش مجاہدوں کا روپ دھار لیتے۔ غلامی کی رسیوں اور طوقوں کو انہوں نے کاٹ ڈالا تھا اور بڑے بڑے سربلند قلعوں کو انھوں نے پائمال کر ڈالا تھا۔

شِبَابٌ لَم تَحْطَمُهُ اللَّيَالِي
وَلَمْ يُسْلِم اِلَى الخَصْمِ العَرِيْنَا

”وہ ایسے نوجوان مرد تھے کہ راتوں (کے گزرنے) نے انہیں بوڑھا نہیں کیا تھا۔ یعنی لمبا زمانہ بیت جانے کے باوجود وہ بوڑھے اور ضعیف نہیں ہوئے تھے۔ پھر وہ ایسے خوددار تھے کہ اپنے آپ کو کسی غرّانے ولے اور خونخوار دشمن کے حوالے بھی نہیں کیا کرتے تھے۔“

وَاِنْ جَنَّ الْمَسَاءُ فَلَاتَرَاهُمْ
مِنَ الاِشفَاقِ اِلّا سَاجِدِيْنَ

”اور اگر دن کے بعد شام اپنے سائے گہرے کر لیتی تو پھر وہ نوجوان اللہ کا ذکر اور خوف دل میں رکھتے ہوئے اللہ کے سامنے سجدہ ریز دکھائی دیتے۔

كَذَالِكَ أخرَجَ الاِسْلَامُ قَوْمِي
شَبَابًا مُخْلِصًا حُرًّا أمِيْنَا

”اسی طرح دین اسلام نے میری قوم سے ایسے ایسے گھبر وجوان نکالے جو پورے عہد شباب میں تھے، مخلص تھے، آزاد تھے اور امانت دار۔“

وَعَلَّمَهُ الْكَرَامَةَ كَيْفَ تَبْنٰى
فَيَأْبٰى أن يُقَيَّدَ أوْ يَهُونَا

''اسلام نے میری قوم کے نوجوانوں کو عزت وآزادی اور فلاح وکامرانی کا ایسا انداز سکھایا کہ ہمارے نوجوان گرفتاری پیش کر کے قید وبند والی زندگی گزارنے کی بجائے سینے پر تیر کھاکر شہادت کی موت کو پسند کرتے تھے۔ ذلت ورسوائی کی بجائے عزت کے ساتھ سر اٹھاکر جینے کو ترجیح دیتے تھے۔

وَمَا فَتأَلزَّمانُ يَدُورُ حَتَّى
مَضٰى بِالمَجْدِ قَوْمٌ آخَرُوْنَا

''زمانہ اسی طرح گھومتا اور چکر لگاتا رہا۔ مسلمان اپنی اپنی بد عملیوں میں کھو کر، جہاد چھوڑ کر اور دنیاداری میں پڑ کر عزت وآزادی کھو بیٹھے۔ وہی عزت اور آزادی، رعب ووقار جو مسلمانوں کے پاس تھی اب یہ چیزیں دوسری اقوام کے پاس چلی گئیں۔''

وَأَصْبَحَ لَا يُرٰى فِي الرَّكْبِ قَوْمِيْ
وَ قَدْ عَاشُوا أَئِمَّتُهُ سَنِينَا

''آج دنیا کے اندر صف اوّل کی باعزت قوم میں مسلمانوں کا نام ونشان تک نہیں۔ جبکہ مسلم حکمرانوں اور خلفاء نے عرصہ دراز تک حکومت وخلافت کی داغ بیل ڈالے رکھی۔

وَ آلَمَنِي وَ آلَمَ كُلُّ حُرٍّ
سُؤَالَ الدَّهرِ أَيْنَ الْمُسْلِمُوْنَ؟

''آزادی کے ہر متوالے کی طرح مجھے بھی یہ سوال بہت تکلیف پہنچاتا ہے جب زمانہ سوال کرتا ہے کہ آج مسلمان کدھر چلے گئے ہیں؟''

❀❀❀❀❀

جی ہاں.! آج کچھ لوگ یہ سوال بھی کرتے ہیں: مسلمانوں کی آج یہ بدترین حالت کیوں ہے؟ پوری دنیا کے اندر مسلمان افرادی قوت، معاشی استحکام اور قدرتی وسائل میں سب سے آگے ہیں۔ اس کے باوجود مسلمان سب سے زیادہ مجبور و مقہور، ناچار وبے بس، ابتر وبدتر اور ذلیل ورسوا کیوں ہیں؟ جب کوئی شخص اس صورت حال کا حقیقت پسندانی تجزیہ (Analysis) کرتا ہے اور غور وفکر سے کام لیتا ہے تو اسے اس کا سب سے زیادہ واضح جواب وہی سمجھ میں آتا ہے جو اللہ نے قرآن مجید میں بیان کر دیا ہے اس جواب میں گویا یوں سمجھئے کہ اللہ رب العزت نے اس سوال کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کر کے رکھ دیا ہے۔ جواب اللہ تعالیٰ کے اس فرمانِ ذی شان میں یوں مرقوم ہے:

﴿اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَ لَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝﴾(التوبۃ=39:9)

"اگر تم اللہ کے راستہ میں نہیں نکلوگے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک سزا دے گا اور تمہارے سوا اور لوگوں کو بدل لائے گا اور تم اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکوگے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔"

غور کیجیے! آج وہی عذاب ہی ہے جو ذلت، بے بسی اور رسوائی کی شکل میں دنیا میں ہم پر اپنا مہیب سایہ ڈالے ہوئے ہے ۔یہ اللہ کی طرف سے عذاب ہی ہے کہ مسلمانوں کی قوت اور طاقت ختم ہو چکی ہے۔ مسلمانوں کا رعب ودبدبہ کے غبارے سے ہوا نکل چکی ہے۔ اور کافر طاقتیں آج مسلمانوں پر مسلط ہو چکی ہیں۔

اللہ کی طرف سے ہم پر سزا کے طور پر مسلط ہونے والے عذاب کا بقیہ حصہ آخرت میں ہمارا منتظر ہے۔ جو ہمیں، اپنی روش نہ بدلنے کی صورت میں آخرت میں سہنا ہوگا۔ اسی "عذاب الیم" کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اور مقام پر ان الفاظ سے بھی فرمایا ہے:

﴿قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ۝﴾ (التوبۃ=24:9)

"(اے پیغمبر!) کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جن کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں

تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم اللہ کے حکم سے عذاب آنے کا انتظار کرو اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

"جہاد کو ترک کر کے دنیاداری کو اختیار کرنے پر اللہ تعالیٰ نے درج ذیل مقام پر مسلمانوں کو سخت سست کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۝﴾(التَّوبة=9:38)

"اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کے لیے نکل پڑو تو تم زمین سے لگے جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کے عوض دنیا کی زندگی پر ہی ریجھ گئے ہو۔ سنو! دنیا کی زندگی تو آخرت کے مقابلے میں کچھ یونہی سی ہے۔"

ان آیات قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ موجودہ ابتر وبدتر صورت حال کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اپنے اہل وعیال، خاندان وبرادری، اَعِزّہ واقارب اور دوست واحباب کی محبت کو مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت سے، اس کے رسول ﷺ کی محبت سے اور دنیا بھر کے اہل ایمان کی محبت سے مقدم کیا ہوا ہے۔ مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں پر آج صرف دنیا اور دنیا کے ساز وسامان کی محبت سوار ہے۔ پیٹ اور پلیٹ کی خاطر آج مسلمان دنیا کے سوکھے ٹکڑوں کے ساتھ چمٹے اور جھکے ہوئے ہیں۔ آج کا مسلمان موت سے کراہت اور نفرت کرتا ہے۔ دنیا سے محبت اور موت سے نفرت ہی کو رسول اللہ ﷺ نے "وہن" قرار دیا ہے۔ یہ "وہن" ہی ترک جہاد کا سبب ہے اور ترک جہاد امت مسلمہ کی ذلت ورسوائی اور اللہ رب العزت کی آنکھ سے گر جانے کا واحد سبب ہے۔ اگر ہم بنظر غائر دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ ہمارے پیغمبر آخر الزمان، ختم الرسل، سید ولد آدم جناب محمد ﷺ نے ایک طبیب حاذق کی طرح مرض کی تشخیص بھی فرمائی اور اس کا تیر بہدف علاج بھی بتا دیا۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((اِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِيْنَةِ وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِيْتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ عَنْكُمْ حَتّٰى تَرْجِعُوْا اِلٰى دِيْنِكُمْ)) [1]

---

[1] صَحِيح أَبِي دَاوُد= كِتَابُ الْجِهَادِ: بَابٌ فِي النَّهِي عَنِ العِيْنَةِ، الحديث: 6592 ، سِلْسِلَةُ أَحَادِيثِ الصَّحِيْحَةِ، اَلْحَدِيث: 11. اس حدیث کو تین اسناد سے بیان کیا گیا ہے:

”جب تم سودی کاروبار شروع کر دوگے۔ گائے کی دمیں پکڑ لوگے، کھیتی باڑی پر تکیہ کر بیٹھو گے اور تم جہاد چھوڑ دوگے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دے گا اور اسے اس وقت تک نہیں اٹھائے گا جب تک تم اپنے دین (جہاد) کی طرف واپس نہ پلٹ آؤ۔“

اسی لیے ہمارے پروردگار، اللہ رب العالمین نے ہمیں اس بات سے ڈرایا ہے کہ جب تم ہمارے پسندیدہ دین ”اسلام“ کو بدل ڈالو گے۔ ہماری نازل کردہ شریعت سے منہ موڑ لوگے تو میں تمہیں دنیا سے مٹا کر نئی قوم زمین پر آباد کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

---

(۱)　پہلی سند: مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو امام ابو داؤد اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے۔ علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سند سے اس کو ”الترغیب والترہیب“ میں نقل کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو ”المسند“ میں ذکر کیا ہے۔ اس روایت کی سند کچھ یوں ہے:

(عَنْ يَزِيْدِ بْنِ هَارُوْنَ عنْ أَبِي حُبابٍ عَنْ شَهْرِ بِنِ حَوْشَبٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَاللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اس سند کے ساتھ درج ذیل تین روایات محدثین نے نقل کی ہیں:

۱۔　(لَئِنْ تَرَكْتُمُ الْجِهَادَ وَأَخَذْتُمْ بِأُذْنَابِ الْبَقَرِ وَتَبَايَعْتُمْ بِالْعِيْنَةِ لَيَلْزَمَنَّكُمُ اللهُ مَذَلَّةً فِي رِقَابِكُمْ لَا تَنْفَكُّ عَنْكُمْ حَتّٰى تَتُوْبُوْا اِلَى اللهِ وَتَرْجِعُوْا عَلٰى مَا كُنْتُمْ عَلَيْهِ)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) البتہ اگر تم جہاد ترک کر دوگے، گائے کی دمیں پکڑ لوگے۔ سودی کاروبار شروع کر دوگے تو اللہ تمہاری گردنوں میں ذلت ورسوائی کا ہار ڈال دے گا۔ ذلت ورسوائی کا ہار مسلسل تمہاری گردنوں میں لٹکتا رہے گا۔

اس ذلت کو اس وقت تک ان سے نہیں ہٹائے گا جب تک وہ اپنے دین کی طرف نہ پلٹ آئیں۔“

۳۔　اسی سند سے اس روایت کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف لطیف ”الطبرانی الکبیر“ میں ان الفاظ سے نقل کیا ہے:

﴿اِذَا ضَنَّ النَّاسُ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ وَتَرَكُوْا الْجِهَادَ فِي سَبِيْلِ اللهِ وَلَزِمُوْا أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَتَبَايَعُوْا بِالْعِيْنَةِ سَلَّطَ اللهُ عَلَيْهِم بَلَاءً لَمْ يَرْفَعهُ حَتّٰى يُرَاجِعُوْا دِيْنَهُمْ﴾

”جب لوگ درہم ودینار کے بارے میں کنجوسی کا مظاہرہ کریں گے۔ جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ بیٹھیں گے، گائے کی دمیں پکڑ بیٹھیں گی۔ سودی کاروبار شروع کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر سخت آزمائش مسلط کر دے گا۔ پھر اس آزمائش کو اس وقت تک نہیں اٹھائے گا (یعنی اس وقت تک دور نہیں کرے گا) جب تک وہ اپنے دین کی طرف نہیں پلٹ آتے۔“

(۲) دوسری سند: امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کو امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے وہ صحیح سند یوں ہے:

﴿عَنْ حَيوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ الْمِصْرِيْ عَنْ اِسْحَاقَ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْخُرَاسَانِيِّ أَنَّ عَطَاءَ الْخُرَاسَانِيَّ حَدَّثَه أَنَّ نَافِعًا حَدَّثَهُ عِنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ﴾

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ دونوں سندیں ہی حسن درجے کی ہیں، دونوں ایک دوسرے کو مضبوط اور قوی کرتی ہیں۔ پہلی سند کے تمام ہی راوی بڑے بڑے مشہور امام ہیں۔ اس میں یہ خدشہ ہو سکتا ہے کہ امام اعمش نے امام عطا سے سنا ہو یا نہ سنا ہو۔ اسی طرح یہ اندیشہ بھی موجود ہے کہ امام عطا نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا ہو یا نہ سنا ہو۔ لیکن دوسری سند جو پہلی سند کو پختہ کرتی ہے وہ اس اندیشہ کو دور کر دیتی ہے۔ کیونکہ دوسری سند سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس حدیث کا سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بہر حال ایک محفوظ اصل ضرور ہے۔ یہ حدیث بالکل بغیر اصل کے نہیں ہے۔ امام عطا خراسانی مشہور ثقہ راوی ہیں۔ اسی طرح حیوۃ بن شریح المصری بھی ثقہ راوی ہے۔ امام ابو عبد الرحمن اسحاق محدثین کے مشہور استاد ہیں مصر کے بہت زیادہ ائمہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ مثلاً حیوۃ بن شریح۔ لیث اور یحییٰ بن ایوب وغیرہ نے۔

۳۔　تیسری سند: اس حدیث کی ایک تیسری سند بھی ہے۔ جو اس طرح ہے:

﴿رَوَاهُ السَّرِيُّ بنُ سَهلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بنُ رَشِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بنِ مُحَمَّدٍ عَن لَيْثٍ عَنْ عِطَاءٍ عَن ابنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَن رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهِ عَلَيهِ وَسَلَّمَ﴾

یہ تیسری سند بھی واضح کرتی ہے کہ بہر حال اس حدیث کا ”محفوظ اصل“ ضرور ہے۔ اس پوری تفصیل کے لیے دیکھیے۔ حاشیہ ابن قیم علی سنن ابی داؤد: 9/245

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

"اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کو محبوب ہو گی اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہو گی۔ وہ مسلمانوں پر نرم دل ہوں گے اور کفار پر سخت اور تیز ہوں گے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ بھی نہ کریں گے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور زبردست علم والا ہے" (المائدۃ:4/54)

یہ وہ بہترین صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیں ہیں کہ میں ایسی قوم کو آباد کروں گا جن کے اندر درج ذیل صفات حمیدہ ہوں گی:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی محبّ اور محبوب
۲۔ مسلمانوں پر رحم دل اور نرم
۳۔ کافروں پر سخت گیر اور گرم
۴۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والی
۵۔ ملامت گر کی ملامت سے خوف نہ کھانے والی

ایک عام شخص جب اپنے دائیں، بائیں، آگے پیچھے نظریں گھماتا ہے تو اس کو ہر طرف مسلمانوں کی بہت سی جماعتیں اور تنظیمیں نظر آتی ہیں۔ برساتی مینڈکوں کی طرح آج یہ اتنی کثرت سے وجود میں آچکی ہیں کہ ان کو احاطۂ شمار میں لانا مشکل ہے۔ ہر جماعت خدمت اسلام کے دعوے کرتی ہے۔ غلبۂ اسلام کے نعرے لگاتی ہے۔ قرآن وسنت کو ماننے کا اقرار کرتی ہے۔ مگر جب ایک عام شخص ان پر سرسری سی نظر ڈالتا ہے تو واضح ہو جاتا ہے کہ ان کے دل ایک دوسرے کی نفرت سے بھرے ہوئے ہیں۔ جسم ایک دوسرے سے کوسوں دور ہیں۔ افکار و نظریات میں بُعدُ المَشرِقَیْنِ وَالمَغرِبَین ہے۔ عقائد واعمال ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں بعض جماعتیں تو درپردہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سنگین دسیسہ کاریوں اور سازشوں کا جال بنے ہوئے ہیں۔ جبکہ بعض اپنی ڈھٹائی اور بے حمیتی میں اس قدر آگے نکل چکی ہیں کہ علی الاعلان اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگل رہی ہیں۔

بعض جماعتوں کی ضمیر فروشی کا یہ عالم ہے کہ سب سے آگے نکل جانے کے شوق میں انھوں نے ملت اسلامیہ کے دشمنوں، یہودیوں، عیسائیوں، عالمی طاغوتی اور مرتدوں کے سامنے اپنی محبت اور وفاداریوں کی یقین دہانیاں کرائی ہوئی ہیں۔ کفار کے عالمی ایجنڈوں کو تقویت پہنچانے اور نافذ کرنے میں مدد فراہم کرنے کے لیے ان کے پاس کفار کے حق میں فتوے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ وہ کفار کے کفریہ اور اسلام دشمنی پر مبنی اقدامات کو جواز فراہم کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار بیٹھے ہیں۔

ان ضمیر فروش، ملت فروش اور دین فروش مولویوں، سیاستدانوں، صحافیوں اور نام نہاد دانشوروں کی زبانیں اور فتوے مجاہدین کے خلاف تلواروں سے زیادہ کاری ضربیں لگا رہے ہیں۔ بعض جماعتوں کے موقف اور منشور ایسے بودے ہیں کہ بیان کرنے کے قابل ہی نہیں ہیں۔ مسلمانوں کی موجودہ صورت ان تمام جماعتوں، تنظیموں اور تحریکوں کو نظر آ رہی ہے۔ امت مسلمہ کا وجود آج زخموں سے چور ہے، یہودیوں اور عیسائیوں کے فوجی دستے اپنی عسکری کاروائیوں کے ساتھ شریعت اسلامیہ کو ختم کرنا اور شمع اسلام کو بجھانا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کے مخلص جہادی لیڈروں اور روحانی پیشواؤں پر وہ بے دھڑک دہشت گردی اور غنڈہ گردی کی دن دیہاڑے کاروائیاں کر رہے ہیں۔ پوری دنیا کے نام نہاد مسلم حکمران اور ہمارے چہار سو پھیلی ہوئی یہ جماعتیں خاموش تماشائی بنی ہوئی ہیں۔ عوام الناس کے اندر پائے جانے والے ان مولویوں، مذہبی لیڈروں اور اصحاب جبہ و دستار سرکاری علماء کا مقصود و مطلوب روٹی کے چند ٹکڑے ہیں یا پھر لمبی اور گہری نیند کے مزے۔

ذرا سوچیے! بھلا مسلمانوں کی یہ جماعتیں، یہ مذہبی لیڈر اور یہ تنظیمیں اور تحریکیں کب دین اسلام کی غیرت اور لاج کے لیے اٹھیں گی؟ کب عزت و آزادی ان کو نصیب ہو گی؟ اور کب کرۂ ارضی پر ان کو استقلال، استحکام، غلبہ اور تفوق حاصل ہو گا؟

اللہ رب العزت، مالک الملک، خالق حقیقی، معبود برحق، شہنشاہِ کون ومکان کا ایک اٹل اصول ہے۔ وہ اصول اس کے آخری پیغمبر سید الاوّلین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین جناب محمد ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک ہر دور میں ایک جماعت ایسی ضرور باقی رکھے گا جو حق پر قائم رہے گی، حق کی خاطر جہاد کرتی رہے گی، قیامت تک اپنے مخالفین پر غالب رہے گی، ان کے دشمن ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔

اسی اصول وضابطے کے تحت اللہ کے فضل وکرم سے انسانوں کے جم غفیر میں سے ایک جماعت نکل کھڑی ہوئی۔ جس نے ذلت اور رسوائی، غلامی اور بے بسی کی زندگی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے اللہ کے دین کو سربلند کرنے کے لیے اپنے آپ کو خواب غفلت سے بیدار کیا۔ یہ لوگ جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ عالیہ اپنے دل ودماغ میں لے کر میدانِ کارزار میں اترے۔ اللہ کے دین کی حرمتوں کی بے حرمتی اور عزتوں کی پائمالی کے خلاف وہ ایک آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔ جہاد کی خاطر رب کے راستہ میں انہوں نے اپنی معمولی متاع حیات سے لے کر اپنی زندگی کا عزیز ترین سازوسامان بھی لٹا دیا۔ اپنی دوستی اور دشمنی کی بنیاد انہوں نے فقط اپنے خالق ومالک اللہ رب العالمین کو قرار دیا۔ انہوں نے اپنی پر تعیش زندگیاں ترک کر کے، ائیر کنڈیشنڈ کوٹھیوں، دفتروں اور گاڑیوں کو خیر باد کہہ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر آ کر ڈیرے ڈالے۔ جنہوں نے دل میں یہ بات پختہ کر لی تھی کہ

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

دنیا اور دنیا کی سج دھج قربان کرنے کا مقصد کسی دنیوی مفاد کا حصول نہیں تھا بلکہ اپنے اللہ کی ابدی اور ازلی نعمتوں کا حصول ہے۔ وہ کوئی بھی عمل کرتے ہیں (چھوٹا یا بڑا) اس کے پیچھے صرف ایک ہی مقصد "جو اللہ کی رضا اور خوشنودی کا حصول" ہے۔ جس طرح جناب موسیٰ علیہ السلام اپنے اللہ سے ملاقات کے لیے کوہ طور پر جا رہے تھے۔ ان کے ساتھ ان کی قوم کے ستر (۷۰) افراد بھی تھے۔ جب وہ مقام قریب آیا جہاں اللہ رب العزت سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا تھا تو وہ اپنے قدم تیز تیز اٹھانے لگے۔ باقی افراد کچھ پیچھے رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا: اے موسیٰ! تو نے یہاں قریب آ کر اپنی چال میں تیزی کیوں پیدا کی ہے؟ تو انہوں نے وہ جواب دیا جو سورۂ طٰہٰ کی آیت: ۸۴ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى﴾ (طٰہٰ:20:84)

"اور میں نے اے میرے رب! تیری طرف جلدی اس لیے کی کہ تو راضی ہو جائے"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اپنی رفتار میں تیزی پیدا کرنا بظاہر معمولی سا اور عام سا عمل ہے مگر اس معمولی عمل کے پیچھے بھی موسیٰ علیہ السلام کے پیش نظر فقط اللہ کی رضا مقصود ہے۔

آدمیوں کے ہجوم میں سے نکلنے والی یہ ایک چھوٹی سی جماعت وہ تھی جس نے اسلام کے صاف اور شفاف دستر خوان پر نشوونما پائی تھی۔ قرآن کی تعلیم سے خود کو آراستہ کیا تھا۔ عزت وشرف کے حامل اپنے اسلاف کی سیرت پر غور وفکر کیا تھا۔ انہوں نے اپنی "دوستی اور دشمنی کا معیار" دین اسلام کو بنایا تھا۔ اپنی دوستی اور دشمنی کو انہوں نے زمین وآسمان کے پروردگار کے لیے خالص کر لیا تھا۔ انہوں نے صاف صاف اور علی الاعلان کہہ دیا:

"اے ہماری قوم کے لوگو! ہم تم سے بیزار ہیں، مشرق ومغرب میں تم جن عالمی طاقتوں کی عبادت کرتے ہو اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے سجدہ ریز ہوتے ہو ہم ان سے بھی بے زار ہیں۔ ہم تمہارے باطل معبودوں گندے اور گناہ آلودہ ایجنڈوں اور عادات فاسدہ ومفسدہ سے لاتعلق ہیں۔ ہم اللہ رب العالمین کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے، وہ اللہ جو پہلے اور پچھلے تمام لوگوں کا معبود برحق ہے، جو تمام آسمانوں اور زمینوں کا واحد پروردگار ہے۔ ہم اپنے چہروں کا رخ نہ کسی وائٹ ہاؤس کی طرف کرنا چاہتے ہیں نہ ماسکو نہ لندن کی طرف۔ عالمی طاقتوں کی لونڈی "اقوام متحدہ" ہمارا قبلہ ہے اور نہ نام نہاد "سلامتی کونسل"۔ ہمارا کعبہ وقبلہ صرف "البیت العتیق" یعنی خانہ کعبہ ہے۔ عالمی طاغوتی طاقتوں کے ورلڈ آرڈر کو ہم تسلیم کرنے والے نہیں ہیں۔ ہمارے سامنے سَیّدُ الحُنَفَاءِ وَا لمُحِبّین جناب ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی ملت اور سیرت موجود ہے۔"

انسانوں کے بہت بڑے ہجوم میں سے کفار کے سامنے اسٹینڈ (Stand) لینے والے چند نوجوانوں کی جماعت نے اپنی قوم کے سامنے یہ اعلان براءت اس لیے کیا کہ قرآن مجید کی سورۃ الممتحنہ کی آیت: ۴ ان کے دلوں کی تختیوں پر منقش تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ﴾

"(مسلمانو!) تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں۔ ہم تمہارے عقائد ونظریات کا انکار کرنے والے ہیں۔ جب تک تم اللہ وحدہ، لاشریک لہ، پر ایمان نہ لے آؤ۔"

چند مخلص نوجوانوں کی یہ جماعت ایسے اجلے اور روشن چہروں والوں کی جماعت ہے۔ جن کی پیشانیوں پر بددیانتی، خیانت ،لوٹ مار اور کرپشن کا کوئی داغ اور دھبہ بفضل اللہ تعالیٰ نہیں ہے۔ یہ بے داغ ماضی کے حامل نوجوان تھے۔ ان کے ہاتھ ہر معاملے میں صاف تھے۔ اللہ کے دشمنوں اور اسلام کے مخالفوں کے ساتھ انہوں نے کبھی کوئی ساز باز نہیں کی۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کافروں سے کوئی گندہ معاہدہ نہیں کیا۔ مسلمانوں کی جائیداد اور املاک کو کفار کے ہاتھوں فروخت نہیں کیا۔ انھوں نے مسلم علاقوں میں کافروں کو من مانیاں کرنے اور کھل کھیلنے کا کوئی موقع فراہم نہیں کیا۔ یہ خوددار، غیرت مند اور باحمیت نوجوان دین کی سربلندی اور شریعت اسلامیہ کے احیاء اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کی ترویج کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔

ہر وہ شخص جو قرآن وسنت پر تدبر و تفکر کرتا ہے، ایمان کی حلاوت اور مٹھاس کو چکھ لیتا ہے اور سلف صالحین کی سیرت وکردار پر غور وفکر کرتا ہے تو وہ شخص لازماً جان جاتا ہے کہ "مسئلہ الولاء والبراء" کی اسلام میں کیا اہمیت اور ضرورت ہے۔ "دوستی اور دشمنی کا معیار" یہ وہ موضوع ہے کہ جو دین کا ستون اور دین کی بنیاد ہے۔ یہ وہ ستون ہے کہ جس پر اس دین کی عمارت کھڑی ہے ۔"دوستی اور دشمنی" کے مسئلہ کا دین اسلام میں وہی مقام ہے جو انسانی جسم میں "سر" کو حاصل ہے۔ اگر سر کو جسم سے جدا کر دیا جائے تو سارا جسم بے حس وحرکت اور بے جان ہو جاتا ہے۔

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صحت ایمان کے لیے "الكُفْرُ بِالطَّوَاغِيت" کو شرط قرار دیا ہے۔ یعنی جب تک کوئی شخص تمام طاغوتوں کا انکار نہ کرے اس شخص کا عقیدۂ توحید اور عقیدۂ ایمان واسلام کبھی درست ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے "طاغوتوں کے انکار" کا حکم پہلے دیا ہے اور ایمان باللہ کا حکم بعد میں دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ﴾ (البقرۃ:256)

"پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا۔"

اس آیت میں "الْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ" سے دینِ اسلام اور شہادتِ توحید مراد ہے۔ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ طاغوت کا انکار اس وقت تک کیسے ممکن ہے جب تک اللہ تعالیٰ کے سوا تمام زندہ اور مردہ معبودوں اور ان کے عبادت گزاروں سے اعلان براءت اور اظہار نفرت نہ کیا جائے۔ اس صورت حال میں دنیا کے تمام طاغوتوں، اسلام کے مخالفوں اور زندہ مردہ معبودوں سے بیزاری اور بھی

زیادہ ضروری ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی کتاب مبین میں امام المؤحدین، سیّد المُحِبّین جناب ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی پیروی کا حکم بھی دیا ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ملتِ ابراہیمی کی بنیاد ہی مسئلہ "الولاء والبراء" پر قائم ہے کہ "دوستی اور دشمنی" کا معیار فقط اللہ رب العالمین کی ذات بابرکات ہے۔ اللہ تعالیٰ ملت ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (النحل: 123)

"پھر ہم نے آپ کی جانب وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کریں۔ جو مشرکین میں سے نہ تھے"۔

جی ہاں.! ایک وہ وقت تھا جب "الوَلَاء وَالبراء" کا معنی اور مفہوم ابتدائی مسلمانوں کے دلوں میں موجود تھا۔ وہ اللہ کی خاطر محبت کرتے تھے اور اللہ کی خاطر ہی نفرت کرتے تھے۔ دنیا بھر کے کلمہ گو مسلمان ان کے بھائی اور دوست تھے اور دنیا بھر کے کافر اور مشرک ان کے مخالف اور دشمن تھے۔ اسی عقیدہ و نظریہ کی بنیاد پر وہ جنگیں کرتے تھے، جہاد کے لیے نکلتے تھے۔ اسی عقیدہ کی بنیاد پر ہونے والے جہاد کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان کو ساری دنیا میں قوت و شوکت اور عزت و آزادی سے سرفراز کیا تھا۔

مسلمانوں کے دلوں سے جب "الولاء والبراء" کا معنی مفقود و معدوم ہوا "الولاء والبراء" کے احکام دماغوں سے غائب ہوئے۔ یہ عقیدہ آ جا کر صرف اور صرف بڑی بڑی لائبریریوں اور مکتبوں ہی میں لکھا ہوا رہ گیا۔ یہ عقیدہ صرف اور صرف علماء کے دروس، مواعظ اور خطبات ہی کا حصہ بن کر رہ گیا۔ عملاً اس سے بے رخی اور بے اعتنائی برتی گئی تو امت اس حالت کو پہنچ گئی جو آج سب مسلمانوں کو نظر آ رہی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کو وہ درخشندہ اور تابناک ماضی اس وقت تک نصیب نہیں ہو سکتا جب تک ہم اس سابقہ حالت میں نہیں لوٹتے جس پر ہمارے اسلاف اور السابقون الاولون گامزن تھے۔ وہ خوشگوار ماضی ہمیں اس وقت تک دوبارہ دیکھنا نصیب نہیں ہو سکتا جب تک ہم سچے دل سے اسلام کے احکام اور شریعت اسلامیہ کی طرف نہیں پلٹتے۔ دین اسلام اور شریعت اسلامیہ کی طرف پلٹنے کا سب سے بڑا ثبوت عقیدہ "الولاء والبراء" کی طرف پلٹنا ہے اللہ کی خاطر مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی کا عقیدہ ہی بندۂ مومن کو میدان جہاد کا راستہ دکھاتا ہے۔ جب وہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو ظلم کی چکی میں پیستا ہوا اور مسلم عزتوں کو پائمال اور نیلام ہوتا ہوا دیکھتا ہے تو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان جہاد میں بے خطر کود پڑتا ہے۔ بڑی سے بڑی رکاوٹ اور خوف

بھی اس کے راستہ میں حائل نہیں ہو سکتا۔ جب الولاء والبراء کے عقیدہ پر مبنی جہاد فی سبیل اللہ معرضِ وجود میں آتا ہے تو اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اسلام کو تمام باطل اور منسوخ دینوں پر غلبہ و سربلندی بھی عطا فرماتا ہے۔ مسلمانوں کو کافروں کے پنجۂ استبداد سے چھٹکارا بھی حاصل ہوتا ہے۔

مسلمانوں کی کوئی مذہبی جماعت ہو، کوئی اسلامی تنظیم ہو یا کوئی اسلامی ریاست اور مملکت، جس کا اصل منہج اور بنیاد اسلام کا شرعی عقیدہ "الولاء والبراء" نہیں وہ جماعت، تنظیم اور مملکت بالکل مردہ اور بے جان ہے۔ لازم ہے کہ اس پر چار تکبیرات (نماز جنازہ) پڑھ دی جائیں۔ ایسی جماعت، تنظیم اور مملکت کو اللہ رب العالمین کی طرف سے کبھی استحکام، پختگی اور قوت حاصل ہو سکتی ہی نہیں۔ ان کی مثال انتہائی گرمی کے موسم میں چٹیل میدان میں دکھائی دینے والے "سراب" کی سی ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا﴾

"(کافروں کے اعمال) چٹیل میدان میں چمکتی ہوئی ریت (سراب) کی طرح ہیں، جسے پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے۔ لیکن جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو کچھ بھی نہیں پاتا۔"

میرے موحد و مومن بھائیو! اس قسم کی جماعتیں اہل توحید اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے لوگوں کی جماعتیں نہیں ہیں۔ نہ ان کو مسلمانوں، مجاہدوں اور موحدوں کی جماعتیں سمجھنا اور شمار کرنا چاہیے۔ یہ مذہبی جماعتیں اور اسلامی ریاستیں محض کٹھ پتلیاں ہیں۔ جس طرح ان کو کفار کی انگلیاں حرکت میں لاتی ہیں یہ اسی طرح حرکت کرتی ہیں۔ کافر طاقتیں، عالمی قوتیں، بین الاقوامی طاغوتی تنظیمیں (اقوام متحدہ، دولت مشترکہ، سلامتی کونسل، اور آئی ایم ایف وغیرہ) جس طرح کے مفادات ان سے حاصل کرنا چاہیں یہ ان کے سامنے دست بستہ ہو کر مجسمۂ تسلیم و رضا بنی ہوتی ہیں۔

ان جماعتوں، تنظیموں، ریاستوں اور ان کے کارکنوں اور افراد کی کثرت تعداد کی وجہ سے کبھی دھوکہ نہ کھائیے۔ جہنم کا ایندھن بننے والے لوگوں کی بلاشبہ کثرت ہی ہو گی۔ اس کے برعکس اسلام کی خاطر جہاد کرنے والے مخلص اور موحد افراد کی قلت کی وجہ سے بھی پریشان نہ ہوں کیونکہ یہی لوگ اسلام کی اصل قوت اور طاقت ہیں۔ لسی کے مقابلے میں اوپر نمودار ہونے والا مکھن تھوڑا ہی ہوتا ہے۔ یہی چند مخلص، موحد اور مجاہد افراد ہی حقیقی معنی میں اللہ کی جماعت اور اللہ کا گروہ ہیں۔ یہی لوگ اللہ کی دوستی اور

محبت کے اصل حقدار ہیں۔ہر دور اور زمانہ میں یہ بالکل تھوڑے ،اجنبی اور پردیسی بن کر ہی نمایاں ہوئے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(بَدَأَ الاِسْلَامُ غَرِيْبًا وَ سَيَعُوْدُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاء [2])

''اسلام کا جب آغاز ہوا تھا تو اسلام اجنبی تھا۔اس پر پھر وہی حالت آجائے گی کہ یہ اجنبی ہو جائے گا۔(اس وقت جو دین پر چلیں گے وہ بھی اجنبی ہوں گے)پس ان اجنبیوں کو میری طرف سے مبارک باد ہو۔''

ان اجنبیوں کو آج کے زمانہ میں دیکھنا ہو تو آپ کو قبائلی علاقہ جات میں پھیلے ہوئے وہ مجاہدین نظر آئیں گے جن کی ''دوستی اور دشمنی کا معیار''فقط اللہ رب العالمین کی ذات ہے۔وطن، قوم،خاندان،علاقائی اور لسانی تعصب ان کی دوستی اور دشمنی کا معیار نہیں ہے۔آج وہ اس دور کی یاد تازہ کر رہے ہیں جو ہمارے اسلاف کی اصل میراث تھا۔دین کے جو عقائد، نظریات اور جذبات راکھ کے نیچے دب چکے تھے وہ ان کو از سر نو زندہ کر رہے ہیں۔

آخر میں ہم اللہ رب العزت کے ہاں دعا گو ہیں۔اللہ تعالیٰ کو اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفات حمیدہ کا واسطہ اور وسیلہ پیش کرتے ہوئے سوال کرتے ہیں کہ:

- اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مجاہد اور موٴحد بندوں میں شامل کر لے۔ہمیں ان اجنبیوں میں شامل کر لے جو ہر دور میں قلیل ہی رہے ہیں۔کل روز محشر اللہ تعالیٰ ہمیں قبروں سے زندہ کر کے ان کے ساتھ ہی شامل کرے۔

- ہم اللہ تعالیٰ سے یہ بھی سوال کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو ایسی سیدھی شاہراہ پر چلا دے کہ جس پر چل کر اہل توحید اور اہل اطاعت کو عزت و فلاح نصیب ہو۔اہل شرک و کفر کو ذلت و رسوائی اور شکست و ریخت کا چہرہ دیکھنا پڑے۔توحید و سنت کا علم ہر سو لہراجائے۔شرک و بدعت کا قبیح جھنڈا ذلت و پستی کا شکار ہو کر سرنگوں ہو جائے۔

---

[2] صحیح مسلم=كِتَابُ الاِيمَانِ: بَابُ بَيَانِ أَنَّ الاِسْلَامِ بَدَأَ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا وَاِنَّهُ يَأْرِزُ بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ، الحديث: 145

ہم اپنے پروردگار سے یہ بھی التجائیں کرتے ہیں کہ

- یااللہ! جو دین تونے بنی نوع انسان کے لیے پسند فرمایا ہے اس کو اپنی زمین پر قوت وطاقت عطا فرما۔ مسلمانوں کے درمیان خوف وہراس کو امن وسلامتی سے بدل دے۔ اور مسلمانوں کی ناگفتہ بہ ذلت وخواری کو عزت وشوکت میں تبدیل کردے۔
- یااللہ تو اسلام اور مسلمانوں کی مدد فرما۔ کفر اور اہل کفر کو ذلیل ورسوا اور تباہ وبرباد فرما۔ یااللہ! تو ہر چیز پر قادر ہے اور ہماری دعا کو شرفِ قبولیت بخشنے پر بھی قادر ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى وَ سَلَّمَ عَلٰى عَبْدِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ وَ عَلٰى مَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔

اَلْعَبْدُ الْفَقِيْرُ اِلٰى رَحْمَةِ رَبِّهٖ وَ مَوْلَاهُ

ابو عمرو عبدالحکیم حسان حفظہ اللہ

باب:۱

”مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی“ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ واجبات اور فرائض میں سے اہم ترین فریضہ ہے۔اور ایک ایسی امتیازی خوبی ہے جس سے دین اسلام بقیہ تمام ادیان ومذاہب سے ممتاز قرار پاتا ہے۔

چند ابتدائی باتیں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام انبیاء ورسل کے آخر میں رسول اکرم، نبیٔ رحمت، پیغمبر جہاد، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ ان کی طرف قرآن وسنت کی صورت میں اپنی شریعت اور اپنا منہج وحی کر دیا تاکہ اس وحیٔ الٰہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر اجالوں کی طرف لے آئے یعنی گمراہی وضلالت سے نکال کر ہدایت اور صراط مستقیم کی طرف لائے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ شریعت اسلامیہ اور دعوت الٰہیہ کی ایک بنیاد ضرور ہے۔ جس پر شریعت ودعوت کی عمارت کھڑی ہے۔ جس بنیاد پر یہ عمارت قائم ہے وہ بنیاد ہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

''مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ واجبات اور فرائض میں سے اہم ترین فریضہ ہے۔ اور ایک ایسی امتیازی خوبی ہے جس سے دین اسلام بقیہ تمام ادیان ومذاہب سے ممتاز قرار پاتا ہے۔

پیغمبر آخر الزمان کو اسوۂ ابراہیمی کی پیروی کا حکم:

اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ اور تمام اہل ایمان کے لیے امام الموحدین جناب ابراہیم خلیل علیہ السلام کا نمونہ پیش کیا ہے اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ: مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی ''کا بیڑا اٹھانے والوں میں سب سے قدآور شخصیت ابراہیم علیہ السلام کی ہے۔ یہی تو وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے آخر الزماں پیغمبر امام الانبیاء والمرسلین جناب محمد ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ بھی ملتِ ابراہیمی کی پیروی کریں''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ رَّبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾ (الممتحنہ:4)

(مسلمانو!) تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ جبکہ ان سب نے اپنی قوم والوں سے برملا کہہ دیا تھا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار (متنفر) ہیں ہم تمہارے (عقائد و نظریات) کے منکر ہیں جب تک اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان نہ لے آؤ۔ ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لیے بغض وعداوت ظاہر ہو چکی ہے۔ لیکن ابراہیم علیہ السلام کی اپنے باپ سے کہی ہوئی اتنی بات (نمونہ نہیں ہے) کہ میں تمہارے لیے مغفرت کی دعا کروں گا اور تمہارے لیے مجھے اللہ کے سامنے کسی چیز کا کچھ بھی اختیار نہیں ہے۔ اے ہمارے پروردگار! تجھی پر ہم نے بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے"۔

ایک اور مقام پر بھی یہی حکم دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (النحل:123)

"پھر ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کریں۔ جو مشرکین میں سے نہ تھے"

انسانی تاریخ میں ایسا دور بھی آیا ہے کہ اللہ رب العالمین کی شریعت کی پاسداری میں "اَلْوَلَاء وَالْبَرَاء" (اللہ کے لیے دوستی اور اللہ کے دشمنی) کی بڑی حیرت انگیز مثالیں منظر عام پر آئی ہیں۔ دین کی دشمنی کی بنیاد پر کبھی بیٹا اپنے باپ کو قتل کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے تو کبھی اسلام کی بیٹی دین کی بنیاد پر اپنے اہل خانہ اور برادری کو داغ مفارقت دیتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی دین اسلام کے وفا شعاروں کو بے یارومددگار نہیں چھوڑا۔ جبکہ اس قادر وقدیر وحدہ لاشریک لہٗ ہستی نے ان کی مدد فرمائی اور ان کو اپنے دشمنوں پر غلبہ بھی عطا فرمایا۔[3]

3

❶ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ﴾ (المجادلة=228:5)

"اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت کرنے والے ہرگز نہ پائیں گے اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا اُن کے بیٹے ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کے قبیلے کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔"

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر و تشریح کے ضمن میں مفسرین کرام نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ:

❀ سیدنا ابو عبیدہ عامر بن عبد اللہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جب انہوں نے غزوۂ بدر کے روز میدانِ بدر میں اپنے باپ کو قتل کر دیا تھا۔

دنیا سے ٹوٹ کر محبت کرنے والوں کا انجام:

وقت گزارنے کے ساتھ ساتھ بعد میں کچھ ایسے نالائق، نااہل اور ناخلف پیدا ہوئے جو دنیا اور دنیا کی سج دھج کے ساتھ چمٹ گئے۔ آخرت کو نظر انداز کر کے دنیا کی طرف ہی اپنا کلی میلان کر دیا اور جہاد فی سبیل اللہ کو بالآخر خیر باد کہہ دیا۔ حالانکہ دین اسلام میں "الولاء والبراء" کا سب سے بڑا مظہر جہاد فی سبیل اللہ ہی تھا۔ تو اس دنیا کی طرف میلان اور ترک جہاد کے جرم کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا اور پھر اللہ کے باغی اور دشمن ان نالائقوں، نااہلوں، دنیا کے لالچیوں اور جہاد سے پسپائی اختیار کرنے والوں کی عزتوں کو تار تار کرنے لگے اور ان کے علاقوں اور ملکوں کو روندتے ہوئے ان کے گھروں میں آگھسے۔ بعد ازاں مسلمانوں کے درمیان سے ہی نئی روشنی کی دلدادہ ایسی پود پیدا ہو گئی جنھوں نے اللہ کے دشمنوں کی دوستی کو اور ان کی فرمانبرداری کو سب سے زیادہ مقدم رکھا۔ بجائے اس کے کہ وہ اللہ رب العزت سے مدد طلب کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی کو تھامتے ہوئے ان کافروں کے خلاف معرکہ آراء ہوتے۔ بلکہ وہ تو دین اسلام سے دور ہوتے ہوتے بہت دور نکل گئے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ کافروں سے دوستیاں رچائیں بلکہ کافروں کی ایسے ایسے طریقے سے مدد کی کہ جس سے مسلمانوں کی قوت وشوکت ہی ختم ہو کر رہ گئی۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ ایسے لوگ انسانی تاریخ کے کسی دور میں بھی صالح العقیدہ، متقی اور پختہ ایمان والے نہ تھے۔ بلکہ ایسے لوگوں کا تعلق یا تو کینہ پرور منافقین سے تھا جن کو نہ تو دین اسلام اچھا لگتا تھا نہ شریعت اسلامیہ کی سربلندی ان کو ایک نظر بھاتی تھی۔ سلفی العقیدہ مومنوں کے بارے میں کینہ وبغض اور شر وفساد یہ اپنے سینوں میں چھپائے رکھتے تھے۔ یا پھر ان کا

۞ نیز سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ انہوں نے بدر کے دن اپنے حقیقی بیٹے عبد الرحمن بن ابی بکر کو قتل کرنے کا مصمم ارادہ کیا ہوا تھا۔

۞ سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی نازل ہوئی کیونکہ انھوں نے اپنے حقیقی بھائی عبید بن عمیر کو بدر کے دن ہی قتل کیا تھا۔

۞ اس آیت کا نزول سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی تعلق رکھتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے ای قریبی رشتہ دار (اپنے سگے ماموں عاص بن ہشام) کو قتل کر دیا تھا۔

۞ یہ آیت سیدنا حمزہ بن عبد المطلب، سیدنا علی بن ابی طالب اور سیدنا عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی نازل ہوئی کیونکہ انہوں نے اپنے قریبی رشتہ داروں عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو بدر کے دن قتل کر دیا تھا۔

۞ یہ واقعہ بھی مندرجہ بالا مضمون ہی سے تعلق رکھتا ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے بدر کے قیدیوں کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ اُن کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ پھر اس حاصل کیے ہوئے فدیے (تاوانِ جنگ) سے مسلمانوں کی قوت وطاقت (اسلحہ وغیرہ) کا سامان بنایا جائے آخر وہ ہمارے ہی چچیرے بھائی اور برادری والے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان میں سے اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت کی دولت سے بھی نواز دے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اے اللہ کے رسول! میری رائے اور مشورہ وہ نہیں ہے جو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیا ہے، میں تو آپ سے عرض کروں گا کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ قیدیوں میں سے جو فلاں شخص میرا قریبی رشتہ دار ہے وہ مجھے دیا جائے اور مجھے اس کی گردن کاٹنے کا اختیار حاصل ہو تاکہ میں اس کی گردن کاٹ ڈالوں۔

۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ان کا قیدی حقیقی بھائی عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سپرد کیا جائے تاکہ وہ اس کی گردن کاٹ ڈالیں۔

علیٰ ھذا القیاس جس کا کوئی عزیز اور رشتہ دار قیدیوں میں ہے وہ اس کے حوالے کر دیا جائے اور اُس کو اختیار دیا جائے کہ وہ اس کا گلہ کاٹ ڈالے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کو ہماری طرف سے پتہ چل جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کی کوئی محبت وموالات نہیں ہے۔ (دیکھیے تفسیر ابن کثیر: 330:4)

تعلق ایسے گمراہ فرقوں اور مرتد قسم کے لوگوں سے تھا جو اپنے پاس سے گھڑا ہوا جھوٹ موٹ پر مبنی دین اور بے سر وپا باتیں اسلام کی طرف منسوب کرتے رہتے تھے۔ مثلاً فرقہ باطنیہ اور فرقہ قرامطہ کے لوگوں کا یہی طرز عمل تھا۔

ماہ وسال اور لیل ونہار کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اس طرح کے اور بھی بہت سے لوگ معرض وجود میں آئے۔ ایسے کینہ پرور منافقوں اور گمراہ مرتد فرقوں کی بد دیانتی وخیانت کی وجہ سے ہی تو مسلمان بہت زیادہ مصائب وآلام سے دوچار ہوئے۔

مسلمانوں کی ذلت وغلامی میں منافق حکمرانوں کا کردار:

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ایک صاحب بصیرت اور عقلمند شخص دائیں اور بائیں کے ماحول سے متاثر ہوئے بغیر خود محسوس کر سکتا ہے کہ مسلمانوں کے یہ مجرم اور بدخواہ تمام اسلامی ممالک اور علاقوں میں موجود ہیں۔ انہوں نے مسلم علاقہ جات کو کافروں کے ہاتھوں فروخت کر دیا اور مسلمانوں کی جائیدادیں اور املاک کو کافروں کے ہاں گروی رکھا ہوا ہے۔

بندروں اور خنزیروں کی اولاد، یہود آج کل مسلمانوں کے آقا اور مالک بنے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف کینہ وبغض اپنے سینوں میں پالنے والے صلیب کے پجاری آج مسلمانوں کے سیاہ وسفید کے مالک بنے ہوئے ہیں۔ یہود ونصارٰی کے علاوہ دیگر کافر بھی آج مسلمانوں کو غلام بنائے ہوئے ہیں۔ خواہ وہ کافروں کی کسی بھی جنس، رنگ یا مذہب سے تعلق رکھنے والے ہوں۔

مجاہدین اسلام کے خلاف علماء کے فتاوٰی جات:

منافق اور بے دین مسلمانوں نے اپنی اپنی کرسیوں اور عہدوں کو محفوظ رکھنے کے لیے کافروں کے ساتھ ذلتوں اور رسوائیوں پر مبنی معاہدے کیے ہوئے ہیں اور اِن کرسیوں اور عہدوں پر وہ بزور شمشیر وسناں قابض ہوئے ہیں۔

پھر نہلے پر دہلا یہ کہ ان کو مسلمانوں ہی کی صفوں سے ایسے ایسے علماء سوء، درباری اور سرکاری مفتیان اور اصحاب جبہ ودستار مولوی ہاتھ لگ گئے جنہوں نے ضمیر فروشی اور دین فروشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسے ایسے فتوے دے ڈالے جن فتوؤں سے ان مجرم حکمرانوں کے جرائم کو بھی نیک اعمال بنا کر پیش کیا گیا۔ کافروں کے ساتھ ذلتوں کے معاہدے (Pacts) کو جائز قرار دیا گیا

۔مسلمانوں کی مال ودولت اور جائیدادواملاک کافروں کے ہاتھوں بیچ دینے کو بھی درست کہا گیا۔ یہاں تک کہ ایسے ایسے قوانین بھی بنائے اور پاس کئے گئے کہ جن کی بدولت کافر وملحد قوتیں مسلمانوں کی گردنوں پر سوار ہوتی چلی گئیں۔

بلکہ معاملہ اس سے بھی کہیں آگے چلا گیا۔ان دین فروش مفتیوں نے یہ فتوے بھی جاری کردیے کہ اگر کوئی ان جیسے مجرم وملحد اور بے دین وسیکولر حکمرانوں کے خلاف خروج کرتے ہوئے کلمہ حق سربلند کرتا تو ان لوگوں کو قتل کرنا اور ان پر گولی چلانا بھی جائز ومباح ہے۔یہ بھی فتوے جاری کئے گئے کہ جو بھی مجاہد فی سبیل اللہ ہے اس کو (دہشت گرد کا نام دے کر) قتل کرنا واجب ہے۔یہ بھی فتوے جاری ہوئے کہ اگر کوئی شخص اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کے کسی دشمن کو قتل کردے تو اس (مجاہد وغازی) کو قتل کرنا واجب ہے۔

خاص طور پر اگر کسی مجاہد کے ہاتھوں جہنم واصل ہونے والے کا تعلق کسی یہودی یا عیسائی لیڈر سے ہو تو پھر ساری حکومتی مشینری حرکت میں آجاتی ہے اور دین اسلام سے محبت کرنے والے سلفی العقیدہ اور مذہبی لوگوں کا جینا حرام کردیا جاتا ہے۔ایسی صورت میں تو ان دین فروش مفتیان، ضمیر فروش شیوخ، محکمہ اوقاف کی وزارتوں پر براجمان ارکان حکومت،ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں رکھنے والے درباری وسرکاری مذہبی پیشواؤں کے پاس تو ہر وقت فتوے تیار ہوتے ہیں کہ دین کا جذبہ رکھنے والوں، دینی سوچ رکھنے والوں، جہاد کی تڑپ رکھنے والوں اور جہاد کی تیاری کرنے والوں کی گردنیں اڑانا اشد ضروری ہے۔

اگرچہ اس مجاہد نے فقط اسلام کی لاج رکھتے ہوئے اللہ اور رسول ﷺ کی عزت وناموس پر غیرت کھاتے ہوئے اور اسلام کی بے حرمتی پر کبیدہ خاطر ہوتے ہوئے اللہ رب العزت کے کسی دشمن کے خلاف برسرپیکار کسی یہودی کافر یا مرتد کو قتل کیا ہو۔

صرف مجاہدین اسلام ہی امید کی روشن کرن ہیں:

اللہ رب العزت کا بھی یہ اٹل فیصلہ ہے کہ جن ناگفتہ بہ اور بدترین حالات سے آج بے چارے مسلمان دوچار ہیں اس ذلت ورسوائی کو عزت وفلاح میں وہی لوگ تبدیل کریں گے جو اللہ رب العالمین کے لیے "الولاء والبراء" پر پختہ یقین رکھتے ہیں ۔یعنی ان کی دوستیاں بھی اللہ کے لیے ہیں اور اُن کی دشمنیاں بھی اللہ کے لیے ہیں، قادر وقدیر اللہ رب العالمین سے مدد طلب

کرتے ہوئے وہ میدانوں میں کھڑے ہوتے ہیں، اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں، کافروں اور ان کا تعاون کرنے والے مجرم اور ایجنٹوں سے جنگ کرتے ہیں۔ میدانوں میں ایک دوسرے کو تھامے رکھتے ہیں۔ قربانیاں پیش کرتے ہوئے دنیا کا کوئی مفاد ان کے پیش نظر نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف اللہ ہی سے اجر وثواب کی امیدیں وابستہ کرتے ہیں۔ اُس وقت تک میدانوں میں ڈٹے رہتے ہیں جب تک اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل وکرم اور اذن واجازت کے پسندیدہ اور محبوب دین ”دین اسلام“ کو دنیا کے تمام باطل ومنسوخ دینوں پر غالب کر دیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾(النور:55)

”تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک اعمال کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا، جو ان سے پہلے تھے اور یقینا ان کے لیے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جمادے گا، جسے وہ ان لوگوں کے لیے پسند کر چکا ہے اور ان کے خوف وہراس کو وہ امن امان میں بدل دے گا۔ وہ لوگ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں تو وہ لوگ فاسق ہیں۔“

جب مسلمان عزت وآزادی حاصل کریں گے تو:

جب مسلمان ذلت وپستی سے نکل کر عزت وفلاح کی طرف آئیں گے تو اس وقت مسلمانوں کے جذبات کیا ہوں گے؟ اس بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ۝ بِنَصْرِ اللَّهِ يَنصُرُ مَن يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ وَعْدَ اللَّهِ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝﴾(الروم:4-6)

"اور اس روز مسلمان شاداں وفرحاں ہوں گے ،وہ اللہ کی مدد سے ،وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے ۔اصل غالب اور مہربان وہی ہے ،یہ اللہ کا وعدہ ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"

جی ہاں! اس دن کافروں اور مشرکوں،بے دینوں اور ملحدوں کی کیا حالت ہوگی؟اس بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾(الشعراء:227)

"جنھوں نے ظلم کیے ہیں وہ بھی جان لیں گے کہ کس کروٹ الٹتے ہیں"۔

مجاہدین اسلام کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکے گا:

اہل حق جو اپنے نبی ﷺ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کو کومضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں۔قیامت تک ان کے مخالفین اور معاندین کا کوئی حربہ اور کوئی چال ہرگز ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ہر چند کے مخالفین ان اہل حق کی مخالفت میں انھیں بدنام اور رسوا کرنے کے لیے جیسے جیسے بھی(دہشت گرد،انتہاء پسند،بنیاد پرست اور شدت پسند جیسے)القابات سے نوازتے رہیں۔مگر شرط یہ ہے کہ وہ اہل حق قرآن وحدیث اور شریعتِ محمدیہ پر دل جمعی اور استقامت کے ساتھ کاربند رہیں۔اللہ رب العزت کے مومن بندوں کے سوا کسی کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم نہ کریں اور ان کی دشمنی کا رخ صرف اللہ کے دشمنوں کی طرف ہی رہے۔وہ اللہ کے دشمن خواہ کافر ہوں،خواہ یہودی ہوں،خواہ عیسائی ہوں یا دین اسلام سے پھر جانے والے مرتدین ہوں۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ﴾(آل عمران:120)

"تم اگر صبر کرو اور پرہیز گاری اختیار کرو تو ان(کافروں)کی کوئی چال تمھیں ذرا نقصان نہیں دے گی"

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ ظَاهِرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ)[4]

4 تخریج کے لیے دیکھئے صحیح مسلم=کتاب الامارۃ: باب قولہ:(ﷺ لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَا یَضُرُّهُم مَنْ خَالَفَهُمْ)الحدیث:1923

"میری امت میں سے ایک گروہ حق پر قائم رہتے ہوئے جنگ وقتال کرتا رہے گا اور وہ جہاد کرنے والے قیامت تک غالب رہیں گے۔"

ایک روایت کے الفاظ یوں مروی ہیں۔ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(لَاتَزَالُ عِصَابَۃٌ مِن اُمَّتِی یُقَاتِلُونَ عَلٰی اَمرِاللّٰہِ قَاھِرِینَ لِعَدُوِّھِم لَا یَضُرُّھُم مَن خَالَفَھُم حَتّٰی تَاتِیِھم السَّاعَۃُ وَھُم عَلٰی ذٰلِکَ[5])

"میری امت کا ایک گروہ اللہ تعالیٰ کے حکم (پر عمل کرنے کی بناء) پر لڑتا رہے گا اور وہ اپنے دشمن پر غالب رہے گا ان کی مخالفت کرنے والا کوئی شخص ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور وہ اسی (غلبہ وکامرانی والی) حالت پر ہوں گے۔"

جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی حدیث مبارکہ کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے، اس کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

(لَنْ یَّبْرَحَ ھٰذَا الدِّیْنُ قَائِمًا یُقَاتِلُ عَلَیْہِ عِصَابَۃٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَۃُ[6])

"دین اسلام ہمیشہ قائم رہے گا اس کی خاطر مسلمانوں کا ایک گروہ یا جماعت قتال کرتی رہے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔"

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روایت کو سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے۔ اس روایت کے الفاظ یوں ہیں:

(لَاتَزَالُ طَائِفَۃٌ مِنْ أُمَّتِیْ قَائِمَۃٌ بِأَمْرِ اللہ لَا یَضُرُّھُمْ مَنْ خَذَلَھُمْ أَوْ خَالَفَھُمْ حَتّٰی یأْتِیَ أَمْرُ اللّٰہِ وَ ھُمْ ظَاھِرُوْنَ عَلَی النَّاسِ)

---

[5] تخریج کے لیے دیکھئے صحیح مسلم=کتابُ الِامَارَۃِ: بَابٌ قوله صلی اللہ علیہ وسلم: (لَاتَزَالُ طَائِفَۃٌ مِّنْ أُمَّتِیْ ظَاھِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَایَضُرُّھُمْ مَنْ خَالَفَھُمْ)، الحدیث: 1924

[6] تخریج کے لیے دیکھئے صحیح مسلم=کتاب الِامِارَۃِ: باب قوله: صلی اللہ علیہ وسلم (لَاتَزَالُ طَائِفَۃٌ مِّنْ أُمَّتِیْ ظَاھِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَایَضُرُّھُمْ مَنْ خَالَفَھُمْ)، الحدیث: 1922

باب:۲

لَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (البقرة: 257)

ایمان لانے والوں کا اللہ تعالیٰ خود مددگار ہے ،وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف خود لے جاتا ہے اور کافروں کے مددگار شیاطین ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں یہ لوگ جہنمی ہیں جو ہمیشہ اسی میں پڑے رہیں گے"

"موالات" کیا ہے؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب تک عقیدۂ وتصور درست نہ ہو عمل کبھی درست نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جہالت بہت سارے فاسد اعتقادات اور مخالفِ اسلام نظریات کا سبب ہے۔ اس بناء پر ہمارے لیے یہ چیز بہت ہی اہم اور ضروری ہے کہ ان اسماء والفاظ کو پہچانیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین قرآن مجید میں اور اس کے رسول ﷺ نے اپنی سنت مطہرہ میں ذکر فرمائے ہیں۔ ہم جب ان اسماء والفاظ اور اصطلاحات کو پہچان لیں گے تو پھر ہم ان چیزوں کو بھی پہچان لیں گے جن کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے اور جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع کیا ہے۔ قرآن وحدیث میں مذکور ان اسماء واصطلاحات میں سے ایک اہم ترین اصطلاح (Terminology) "الولاء والبراء" بھی ہے۔ یہ دونوں الفاظ {1}..... الولاء {2}..... البراء بھی اللہ پاک کے کلام قرآن میں اور رسول اکرم ﷺ کی مبارک زبان سے نکلنے والی احادیث میں کئی مقامات پر مذکور ہیں۔

لفظ "الموالاۃ" (دوستی) کی مختصر وضاحت:

لفظ "المُوَالَاۃ" سے مشتق (نکلا) ہے۔ اَلوَلیٰ کا معنی قربت اور نزدیکی ہے۔ لفظ أَلوَلیٰ (أَلوَلیٰ میں لام ساکن ہے) نبی ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ میں بھی استعمال ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا پہلے خاوند، سیدنا ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے ایک بیٹا عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ سیدنا عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں کھانا کھاتے ہوئے برتن میں چاروں طرف اپنا ہاتھ گھما رہا تھا کہ آپ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا:

﴿يَا غُلَامُ! سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ﴾[7]

"بیٹے! بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کریں، اپنے دائیں ہاتھ سے کھائیں اور اپنے آگے (یعنی قریب اور نزدیک) سے کھائیں۔"

---

[7] أَكْلِ بِالْيَمِيْنِ، الحديث=5376، صَحِيحُ مسلم=كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ: بَابُ آدَابِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ واحكامها، الحديث=2022

اس حدیثِ رسول میں جو لفظ "یَلِیْكَ" استعمال ہوا ہے، اس کا معنی ہے کہ جو تیرے آگے ہے، قریب یا نزدیک ہے اور "یَلِیْكَ" کا تعلق لفظ الوَلِیُ سے ہی ہے۔ معلوم ہوا کہ الوَلِیُ کا معنی نزدیک ہونا اور قریب ہونا ہے۔

اسی طرح عربی زبان میں یہ جملہ عام مستعمل ہے کہ "والیٰ بَیْنَ شَیْئَیْن" اس کا معنی ہے کہ اس (شخص) نے دو چیزوں کو بغیر کسی وقفہ اور خلا کے ایک دوسرے کے پیچھے لگا دیا ہے۔"

علیٰ ہٰذا القیاس وضوء کے اعمال وارکان میں ایک عمل اور رکن "موالاۃ" بھی ہے جب یہ لفظ وضوء کے اعمال میں بیان ہوتا ہے تو پھر اس کا مطلب ہوتا ہے کہ وضوء کے تمام اعمال وارکان اور فرائض ومستحبات کو پے درپے اور بغیر کسی وقفہ کے ایک دوسرے کے بعد بجالانا۔[8]

مندرجہ بالا چند مثالوں سے ظاہر ہوا کہ "المُوَالَاۃ" اصل معنی "القُربُ" اور "اَلْمُتَابَعَۃُ" ہے۔ القرب کا معنی نزدیکی اور قریب۔ جبکہ المتابعۃ کا معنی ہے پیروی اور ایک دوسرے کے پیچھے لگنا یا لگانا۔ لفظ الوَلِیُّ "العَدُوّ" کا متضاد (Opposite) ہے۔ الوَلِیُّ کے عربی زبان میں چند دیگر معانی بھی ہیں۔ مثلاً:

1. النَّاصِرُ .... مددگار
2. المُعِیْنُ .... تعاون کرنے والا
3. الحَلِیْفُ .... جنگی معاہدوں میں ساتھ نبھانے والا۔
4. المُحِبُّ .... محبت کرنے والا
5. الصَّدِیْقُ .... سچا دوست
6. القَرِیْبُ فِی النَّسَبِ .... قریبی عزیز
7. اَلْمُعْتَقُ .... کسی غلام کو آزاد کرنے والا۔

[8] "المو الاۃ فی اعمال الوضوء" کا مطلب ہے کہ وضوء کے اعمال وارکان کو ایک دوسرے کے بعد پے درپے اور لگاتار (continuously) کرتے رہنا۔ یعنی وضوء کرتے ہوئے درمیان میں کوئی وقفہ اور تعطل نہ ہو۔ آدمی پہلے ہاتھ دھوئے، پھر کلی کرے، پھر ناک میں پانی چڑھا کر جھاڑے، پھر چہرہ دھوئے اور کانوں کا مسح کرے، پھر سر کا مسح کرے پھر پاؤں دھوئے یہ سارے کام یکے بعد دیگرے کرتا جائے۔ اگر کوئی شخص مثلاً ہاتھ دھوئے، کلی کرے اور ناک میں پانی چڑھا کر جھاڑنے کے بعد کسی اور کام کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اب جب وہ وضوء کرنے کے لیے آئے گا اور توجہ کرے گا تو اس کو وضوء کے اعمال نئے سرے سے شروع کرنا ہوں گے۔ کیونکہ درمیان میں وقفہ کرنے سے ترتیب اور موالات ختم ہو گئی ہے۔ اس کو "المو الاۃ فی اعمال الوضوء" کہا جاتا ہے۔

8. العَبْدُ　　. . . . غلام
9. ہر وہ شخص جو کسی اہم کام کا ذمہ دار ہو اور اس کا بیڑا اٹھانے والا ہو وہ اس کام کا ولی ہوتا ہے۔

جیسے حاکم اور امیر کو ولی الأمر کہا جاتا ہے کہ یہ شخص عنانِ حکومت سنبھالے ہوئے ہے اور ملکی انتظامات کا ذمہ دار ہے۔ اسی طرح عورت کا بھی ولی ہوتا ہے جس کی اجازت کے ساتھ ہی نکاح کا انعقاد ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ الموالات کا اصل معنی اور سب سے زیادہ استعمال ہونے والا معنی "محبت کرنا" ہے۔ اس کی دلیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا:

﴿هٰذا وَلِيُّ مَن اَنَا مَوْلَاهُ۔ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاه، ۔ أَللّٰهُمَّ عَادِ مَنْ عَادَاهُ ﴾[9]

"(یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ) اس کا دوست ہے جس کا میں دوست ہوں۔ یا اللہ! تو بھی اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے۔ یا اللہ! تو اس سے دشمنی کر جو اس سے دشمنی کرے۔"

مذکورہ بالا حدیث میں ﴿وَالِ مَنْ وَالَاهُ﴾ کے الفاظ کا مطلب ہے۔ "أُحْبُبْ مَنْ أَحَبَّهُ وَانْصُر مَنْ نَصَرَهُ" جس کا اردو زبان میں معنی یہ ہے کہ (یا اللہ!) جو اس (علی رضی اللہ عنہ) سے محبت کرتا ہے تو بھی اس سے محبت کر اور جو اس کی مدد کرتا ہے تو بھی اس کی مدد فرما۔"

اس بحث سے معلوم ہوا کہ لفظ "الموالاۃ" کا معنی ہے "محبت کرنا" اور "مدد کرنا۔"

لفظ "المعاداۃ" (دشمنی) کی مختصر وضاحت:

[9] مقدمة صحيح ابن ماجه=باب في فضائل اصحاب رسول الله، الحديث: 94

''اَلْمُوَالَاۃ'' کا متضاد (opposite) ''اَلْمُعَادَاۃ'' ہے۔اَلْمُعَادَاۃ کا معنی اَلْمُبَاعَدَۃُ اور اَلْمُخَالَفَۃُ ہے۔اَلْمُبَاعَدَۃ کا معنی ایک دوسرے سے دوری اختیار کرنا ہے اور اَلْمُخَالَفَۃ کا معنی ایک دوسرے کی مخالفت کرنا ہے ۔ اَلْمُعَادَاۃ کا ہم معنی اور مترادف (similar) ایک اور لفظ ''البَرَاءُ'' ہے۔

''البَرَاءُ'' کا معنی گلو خاصی حاصل کرنا'' اور ''دوری اختیار کرنا'' ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی کے بارے میں کہتا ہے کہ ''بَرِئَ فُلَانًا'' تو اس کا معنی ہو گا:

① فلاں نے فلاں سے ''جان چھڑا لی'' ہے۔
② فلاں نے فلاں سے بیزاری کا مظاہرہ کیا ہے۔
③ فلاں نے فلاں سے دوری اختیار کر لی ہے۔

ہر قمری مہینے کی پہلی رات کو عربی زبان میں ''لَیْلَۃُ الْبَرَاءَ'' بھی اسی بنا پر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس رات چاند سورج سے بہت دور چلا جاتا ہے اور چاند بہت چھوٹا سا نظر آتا ہے۔[10]

موالات کی دو قسمیں ہیں:

لفظ ''الموالاۃ'' کے تحت ہونے والی سابقہ ساری بحث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ الموالاۃ کی دو قسمیں اور دو معنی ہیں:

① . . . . ''موالاۃ کی پہلی قسم وہ ہے جس کا تعلق دل سے ہے، جیسے دوستی اور محبت۔
② . . . . ''موالاۃ'' کی دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق انسانی اعمال و کردار سے ہے جیسے نزدیکی، قربت مدد و نصرت اور پیروی۔

موالاۃ کے دونوں معانی اکثر و بیشتر اکٹھے پائے جاتے ہیں۔ یا پھر ایک معنی دوسرے معنی کے لیے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتا ہے۔ یعنی اگر پہلا معنی دلی محبت کرنے والا ہو گا تو دوسرا معنی محبت کرنے والا ضرور ہو گا۔ اگر کوئی شخص، کسی قوم اور گروہ سے اندرون محبت کرتا ہے۔ تو ظاہری طور پر بھی وہ اس قوم کی پیروی کرے گا اور ان کا ساتھ نبھائے گا جہاں دلی محبت ہو گی ،وہاں

[10] دیکھیے لسان العرب لابن منظور:15/41506 ، النہایۃ فی غریب الحدیث لابن الاثیر،5/230,227، المفردات للراغب الاصفہانی:535,533

ظاہری پیروی اور ساتھ لازماً ہو گا۔ لہٰذا ایک چیز کا وجود دوسری چیز کے لیے ظاہری اور باطنی تعلق کے حوالے سے دلیل اور علامت ہو گا۔ اگر اس کا تعلق ہو تو اس کو عربی زبان میں "الموالات" کہا جائے گا۔

الولاء والبراء کے چند معانی:

سب صورت حال یہ ہے کہ ہم نے "الولاء والبراء" کے معنی کو پہچان لیا کہ الولاء کا ایک معنی "محبت اور دوستی ہے"---- دوسرا معنی "قربت" ہے ----تیسرا معنی "نزدیکی" ہے ----چوتھا معنی "تعاون کرنا" ہے----پانچواں معنی "مدد اور نصرت کرنا" ہے۔ اور ہم نے یہ بھی پہچان لیا کہ البراء کا ایک معنی "دوری اختیار کرنا" ہے----دوسرا معنی "مخالفت کرنا" ہے----تیسرا معنی "گلو خاصی چاہنا" یعنی کسی سے جان چھڑانا ہے۔

مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنے والے شخص کا معاملہ:

اس کے ساتھ ہی ہمارے لیے یہ بات واضح ہو کر اور نکھر کر سامنے آگئی ہے کہ جو شخص بزعم خویش یہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دوست ہے، اس کے دین کا مدد گار ہے اور رسول ﷺ سے محبت کرنے والا ہے۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے اور اللہ کے دوستوں سے دشمنی کرنے والا ہو؟ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے عقائد و نظریات سے ہم آہنگی رکھنے والا ہو؟ اپنے قول و عمل اور گفتار و کردار سے کافروں کے ایجنڈوں کو (اپنے علاقہ و ملک میں) نافذ کرنے والا ہو اور اُن کے مفادات کو تحفظ فراہم کرنے والا ہو؟ مسلمانوں اور مومنوں کے خلاف برپا کی جانے والی جنگ میں وہ کافروں کے شانہ بشانہ کھڑا ہو؟ جس شخص کا یہ حال اور معاملہ ہو گا وہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کا حمایتی نہیں ہو سکتا بلکہ ایسا شخص تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان کے دشمنوں میں سے بدترین اور خطرناک ترین دشمن ہو گا اور اللہ رب العزت کا انکار کرنے والا ہو گا۔

دنیا کی زندگی میں بھی اور قیامت کے روز بھی وہ سزا کا مستحق قرار پائے گا وہ شخص شیطان کا دوست اور شیطان کی پارٹی کا کارکن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اس کے دین کے ساتھ دوستی کا ذرا برابر جذبہ بھی اُس کے دل میں موجود نہیں ہوگا۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں دوستی اور دشمنی کی حقیقت:

یہی تو وجہ ہے کہ الولایۃ اور العداوۃ (یعنی دوستی اور دشمنی) کی تشریح کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اَلْوَلَایَۃُ ضِدُّ الْعَدَاوَۃِ وَ أَصْلُ الْوَلَایَۃِ الْمُحَبَّۃُ وَالْقُرْبُ ، وَ أَصْلُ الْعَدَاوَۃِ الْبُغْضُ وَالْبُعْدُ ۔ وَالْوَلِیُّ الْقَرِیْبُ ۔ یُقَالُ: هَذَا یَلِیْ هَذَا أَیْ یَقْرِبُ هٰذَا۔ فَإِذَا کَانَ وَلِیُّ اللهِ هُوَالْمُوَافِقُ الْمُتَابِعُ لَهُ فِیْمَا یُحِبُّهُ وَ یَرْضَاه، وَ یُبْغِضُه، وَیَسْخَطُهٗ وَیأْمُرُبِهٖ وَ یَنْهٰی عَنْهُ ، کَانَ الْمُعَادِی لِوَلِیِّهٖ مُعَادِیًا لَهٗ ، قَالَ تَعَالٰی ﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لاَ تَتَّخِذُوْا عَدُوِّی وَ عَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّۃِ وَ قَدْ کَفَرُوْا بِمَا جَآءَکُمْ مِّنَ الْحَقِّ﴾(الممتحنة:1:60) وَقَالَ تَعَالٰی اَیْضًا : ﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لاَ تَتَّخِذُوْآ اٰبَآءَکُمْ وَ اِخْوَانَکُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْکُفْرَ عَلَی الْاِیْمَانِ﴾ (التوبة=23:9)

"اَلوَلَایَۃُ" (یعنی دوستی) "العَدَاوَۃُ" (یعنی دشمنی) کا متضاد ہے۔ اَلوَلَایَۃُ کا اصل معنی "محبت اور قربت" ہے۔ اس کے برعکس العداوۃ کا اصل معنی "نفرت اور دوری" ہے۔ الوَلِیُّ کا معنی القریب (یعنی قریبی) ہے۔ عربی زبان میں کہا جاتا ہے کہ "هٰذَا یَلِی هٰذَا" اس عبارت کا مطلب ہے کہ یہ چیز اس چیز کے بالکل قریب ہے۔ اس لحاظ سے اللہ کا ولی (دوست اور حمایتی) وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے دین کی موافقت کرتا ہے اور اس کے احکامات کی پیروی کرتا ہے۔ جس سے اللہ کو محبت ہو وہ اس سے محبت کرتا ہے اور وہ اس کو پسند کرتا ہے۔ جس سے اللہ کو نفرت ہو وہ اس سے نفرت کرتا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو وہ اس سے ناراض ہوتا ہے، جس چیز کا اللہ حکم دیتا ہے وہ بھی اس کا حکم دیتا ہے اور جس سے اللہ منع کرے وہ بھی اس سے (لوگوں کو) منع کرتا ہے وہ شخص جو اللہ سے دشمنی کرنے والا ہوگا وہ اللہ کے ولی کا بھی دشمن ہوگا۔ اس لیے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ تم تو اُن کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو۔ اور وہ اس (دین) حق کا انکار کرتے ہیں جو تمہارے پاس آچکا ہے۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''اے ایمان والو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان کی نسبت زیادہ پسند کریں۔''

شیخ محمد نعیم یاسین کے ہاں دوستی اور دشمنی کی حقیقت:

''اِعْلَمْ أَنَّ الْوَلَايَةَ مُشْتَقٌ مِنَ الْوَلَاءِ وَ هُوَ الدُّنُوُّ وَالقُرْبُ ، وَ الْوَلَايَةُ ضِدُّ الْعَدَوَاةِ ، وَالْوَلِيُّ عَكْسَ الْعَدُوِّ وَالْمُؤْمِنُونَ أَوْلِيَاءُ الرَّحْمٰنِ ، وَالْكَافِرُوْنَ أَوْلِيَاءُ الطَّاغُوْتِ وَالشَّيْطَانَ وَ مِنْ هَذَا يَتَبَيَّنُ أَنَّ مُوَالَاةَ الْكُفَّارِ يَعْنِى التَّقَرُّبَ اِلَيْهِمْ وَ اِظهَارَ الْوُدِّ لَهُمْ بِالْأَقوَالِ وَ الأَفْعَالِ وَلنَّوَايَا. اِلٰى أَنْ قَالَ: وَيَدْخُلَ فِيْهِ مُعَاوَنَتُهُمْ وَالتَّآمُرُ وَالتَّخْطِيْطُ مَعَهُمْ وَ تَنْفِيذُ مُخَطَّطَاتِهِمْ وَالدُّخُولُ فِى تَنْظِيْمَاتِهِمْ وَأَحْلَافِهِمْ وَالتَّجَسُّسُ مِنْ أَجْلِهِمْ وَنَقْلِ عَورَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَأَسْرَارِ الأُمَّةِ اِلَيْهِمْ وَالْقِتَالُ فِى صَفِّهِمْ[11]

''خوب جان لیجیے! بلاشبہ لفظ ''الْوَلَايَةُ''، ''الولاء'' سے مشتق (نکلا ہوا) ہے۔ الولاء کا معنی ''نزدیکی اور قربت'' ہے۔ یہ بھی جان لیجیے کہ لفظ ''الْوَلَايَة'' لفظ ''العَدَاوَةُ'' کا متضاد ہے (opposite) اسی طرح لفظ اَلْوَلِیّ لفظ ''العَدَاوَةُ'' کا متضاد اور برعکس ہے۔ اہل ایمان رحمن کے دوست اور قریبی ہیں۔ جبکہ اہل کفر طاغوت اور شیطان کے دوست اور قریبی ہیں۔ اس وضاحت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مَوَالَاةُ الْكُفَّار (یعنی کافروں سے دوستی) کا مطلب یہ ہے کہ:

① کافروں کی قربت اور نزدیکی حاصل کی جائے۔

② کافروں کے لیے محبت کا اظہار کیا جائے وہ اظہار خواہ گفتار واقوال سے ہو، خواہ کردار واعمال سے ہو، خواہ نیت وعزائم سے ہو۔''

فضیلۃ الشیخ محمد نعیم یاسین صاحب نے یہاں تک کہہ دیا کہ '' مَوَالَاةُ الْكُفَّار'' میں یہ چیزیں بھی شامل وداخل ہیں:

---

[11] الایمان لمحمد نعیم بن یاسین: 111

③ کافروں کی معاونت کرنا۔
④ کافروں کے احکامات کی بے چون وچرا بجا آوری کرنا۔
⑤ کافروں کے ساتھ مل کر حکمتِ عملی طے کرنا اور منصوبہ بندی کرنا۔
⑥ کافروں کے منصوبوں اور پروگراموں میں شامل ہونا۔
⑦ کافروں کے ساتھ باہمی معاہدوں میں شمولیت اختیار کرنا۔
⑧ کافروں کی خاطر جاسوسی اور) مختلف افراد وشخصیات کی) تلاشی میں حصہ لینا۔
⑨ مسلمانوں کے درپردہ معاملات ان کے سپرد کر دینا۔
⑩ مسلمانوں کے خفیہ جنگی راز اور معلومات کافروں کو فراہم کرنا اور
⑪ کافروں کے اتحاد میں شامل ہو کر مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں شمولیت اور شرکت اختیار کرنا"(یہ تمام چیزیں اور شقیں کافروں سے دوستی کی مدد میں آتی ہیں۔)

لفظ المُوالَاۃِ اور التَّوَلِّی میں ایک دقیق فرق:

یہاں ایک بڑا لطیف علمی نکتہ بھی سمجھنے کے قابل ہے۔وہ یہ کہ عربی زبان میں دوستی کے لیے ایک لفظ "المُوَالَاۃ" استعمال ہوتا ہے اور ایک لفظ "التَّوَلِّی "مستعمل ہے۔لفظ الموالاۃ تو قربت،نزدیکی،پیروی،مدد،تعاون،محبت،دوستی اور غلامی وغیرہ کے معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔لیکن لفظ "التَّوَلِّی" بطور خاص صرف اور صرف دو معانی {1} پیروی اور {2} نصرت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

یہی وہ معنی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں وارد ہوا ہے،جو اللہ تعالیٰ نے شیطان کے بارے میں فرمایا:

﴿كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ وَيَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ۝﴾ (الحج:4)

"اس(شیطان)پر(اللہ کا فیصلہ)لکھ دیا گیا ہے کہ جو کوئی اس کی پیروی کرے گا وہ اسے گمراہ کر دے گا اور اسے آگ ک عذاب کی طرف لے جائے گا"

مذکورہ آیت کریمہ میں (مَنْ تَوَلَّاہُ) کا معنی یہ ہے کہ "جو اس کی پیروی کرے گا"لفظ "التَّوَلِّی"کا دوسرا مخصوص معنی "مدد ونصرت" اللہ تعالیٰ کے لیے ایک دوسرے فرمان میں وارد ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۝﴾(الممتحنة:9)

"اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں کی (مدد وتعاون) سے روکتا ہے جنھوں نے تم سے لڑائیاں لڑیں اور تمہیں دیس نکالے دیے اور دیس نکالا دینے والوں کی مدد کی جو لوگ اس قسم کے کافروں کی مدد ونصرت کریں گے وہ (پکے ٹھکے) ظالم لوگ ہوں گے"

مذکورہ آیت کریمہ میں بھی ﴿أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۝﴾ کا معنی یہ ہے کہ "تم ان کی مدد ونصرت کرو اور جو شخص بھی ان کی مدد ونصرت کرے گا تو یہی لوگ ظالم ہوں گے"

اسی طرح قرآن مجید میں ایک مقام پر "التَّوَلِّي" مدد ونصرت کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ . . . . ﴾ (الممتحنة=60:13)

"(اے مسلمانو!) ایسی قوم کی مدد ونصرت نہ کرو جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا ہے. . . ."

مذکورہ آیت کریمہ میں (لَا تَتَوَلَّوْا) کا معنی ہے کہ تم دوستی نہ کرو۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور فرقان حمید میں اپنا ایک خصوصی وصف بیان کیا ہے کہ میں مومنوں کا حامی ومددگار ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (البقرہ:257)

"ایمان لانے والوں کا اللہ تعالیٰ خود مددگار ہے، وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف خود لے جاتا ہے اور کافروں کے مددگار شیاطین ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں یہ لوگ جہنمی ہیں جو ہمیشہ اسی میں پڑے رہیں گے"

مذکورہ آیت میں بھی ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ان الفاظ کا معنی ہے کہ "اللہ تعالیٰ خود مددگار ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے ہیں۔" لہٰذا اس آیت میں "وَلِيُّ" کا معنی مددگار ہے۔ اس طرح مذکورہ آیت میں ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ﴾ کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔ ان الفاظ کا معنی ہے "وہ لوگ جو کافر ہیں ان کے مددگار طاغوت ہیں۔" اس آیت میں اولیاء کا معنی (زیادہ تعداد میں) مددگار" ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

اللہ تعالیٰ کے کلام پاک قرآن مجید میں ایک اور مقام پر بھی یہ لفظ مددگار کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ﴾ (التحریم: 4)

"یقینا اس (رسول اللہ ﷺ) کا مددگار اور کارساز تو اللہ تعالیٰ ہے، جبریل علیہ السلام ہے اور نیک اہل ایمان ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں"

مذکورہ آیت میں لفظ "مَوْلَاهُ" کا معنی "اس کا مددگار" ہے۔

نیز قرآن مجید کے ایک اور مقام پر بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے اور وہاں بھی یہ مددگار کے معنی میں ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ﴾ (سورۂ محمد: 4)

"(اللہ تعالیٰ نے کافروں کو سزائیں دیں) اس لیے کہ ایمان والوں کا مددگار اور کارساز خود اللہ تعالیٰ ہے اور کافروں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہے"

مذکورہ آیت کریمہ میں بھی لفظ "مَولیٰ" دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔ دونوں جگہ اس کا معنی ومددگار اور کارساز ہے۔

یہ چند آیات بطور مثال ذکر کی گئی ہیں ان کے علاوہ جہاں جہاں بھی یہ لفظ وارد ہوا ہے اکثر وبیشتر اِسی معنی میں ہے۔

مذکورہ بالا ساری گفتگو کا لب ولباب یہ ہے کہ لفظ "التَّوَلِّی" لفظ "المُوَالَاۃ" سے زیادہ خصوصیت کا حامل ہے۔ "التَّوَلِّی" کا مطلب یہ ہے کہ "عَلَی الاِطلَاق" (غیر مشروط طور پر) پیروی اور فرمانبرداری کرتے جانا اور پوری پوری مدد ونصرت کرنا۔" مذکورہ بالا گفتگو سے یہ بھی معلوم ہوا کہ التَّوَلِّی اور المُوَالَاۃ کے درمیان عموم اور خصوص کی نسبت ہے۔[12]

شیخ عبد اللہ بن عبد اللطیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"التَّوَلِّی" اور "المُوَالَاۃ" کے مابین بیان کیے گئے اِسی فرق کو ہی ملحوظ رکھتے ہوئے الشیخ عبد اللہ بن عبد اللطیف رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"التَّوَلِّي كُفْرٌ يُخرِجُ مِنَ المِلَّةِ وَ هُوَ كَالذَّبِّ عَنْهُمْ وَ إِعَانَتِهِمْ بِالْمَالِ وَالْبَدْنِ وَالرَّأْيِ ۔ وَالمُوَالَاةُ كَبِيْرَةٌ مِنَ الْكَبَائِرِ۔ كَبَلِّ الدَّوَاةِ وَبَرِي الْقَلَمِ وَالتَّبَشُّشِ أَوْ رَفْعِ السَّوْطِ لَهُم۔"[13]

"کافروں کے ساتھ التولی والا تعلق واضح کفر ہے جو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔ مثلاً کافروں کا بھرپور دفاع کرنا۔ نیز دامے، درہمے، سخنے اور قدمے ان کا پورا تعاون کرنا۔ جبکہ کافروں سے المُوَالَاۃ جیسا دوستانہ تعلق اگرچہ ملتِ اسلامیہ سے نکالنے والا کفر نہیں مگر وہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے۔" مثلاً

① کافروں کی خاطر اپنے قلم و قرطاس کو حرکت میں لانا اور ان کی پالیسیوں کی حمایت میں مضامین (Articles) تحریر کرنا۔

② کافروں کو خوش کرنے کے لیے ان کی خاطر بچھ بچھ جانا اور صدقے واری جانا۔

---

[12] "دو چیزوں کے درمیان عموم اور خصوص کی نسبت" کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک چیز عام ہوتی ہے دوسری چیز اس عام میں سے ہی ہوتی ہے مگر وہ ایک خاص معنی و مفہوم اور مقام و مرتبہ رکھتی ہے۔ مثلاً نبوت عام ہے اور رسالت خاص ہے۔ ان کے درمیان بھی گویا عموم اور خصوص کی نسبت ہے۔ ہر نبی، رسول نہیں ہوتا مگر ہر رسول، نبی ضرور ہوتا ہے۔ اسکی عام فہم یہ مثال بھی بن سکتی ہے کہ پاکستانی ہونا ایک عام نسبت ہے۔ مگر پاکستان کے چار صوبوں میں سے ایک صوبہ، پنجاب کی طرف نسبت کر کے پنجابی ہونا ایک خاص نسبت ہے۔ ہر پاکستانی پنجابی نہیں ہوتا مگر ہر پنجابی پاکستانی ضرور ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس المُوَالَاۃ ایک وسیع معنی کا حامل لفظ ہے اور التَّوَلِّی اس عام معنی میں سے ہی ایک مخصوص معنی رکھتا ہے۔ لہٰذا المُوَالَاۃ میں "التَّوَلِّی" کا معنی موجود ہے۔ لیکن "التَّوَلِّی" میں المُوَالَاۃ کا سارا مفہوم اور معنی موجود نہیں۔ اس لیے ان دونوں میں بھی عموم و خصوص کی نسبت ہے۔

[13] الدرر السنیۃ: 7/201

③ مسلمانوں کے خلاف پولیس وفوج کو حرکت میں لے آنا اور گولی وبندوق کا رخ مسلمانوں کی طرف کر دینا۔ یہ سب اعمال کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔"

مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی واجب ہے

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے درمیان باہمی الفت کو واجب ٹھہرایا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ مومنوں کی آپس میں محبت اور دوستی ایمان کے لوازمات اور اساسیات میں سے ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کافروں اور مشرکوں سے محبت اور دوستی سے منع فرمایا ہے اور واضح کیا ہے کہ اہل ایمان کے لیے یہ قطعاً حرام اور شجر ممنوعہ ہے۔ یہ بھی واضح فرمایا کہ کافروں سے دوستی رچانا اور ان کی نصرت وحمایت اور کسی طرح کی سپورٹ (support) کرنا ساری دنیا کے مسلمانوں کے عقیدہ وایمان کے بالکل منافی ہے۔

مومنوں سے دوستی کے وجوب کی پہلی دلیل:

مومنوں کے درمیان باہمی محبت ومودت واجب ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید اور فرقان حمید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْغَالِبُونَ﴾ (المائدہ:56-55)

"تمہارا دوست تو اللہ تعالیٰ، اس کا رسول اور اہل ایمان ہیں، جو نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور (اپنے اللہ کے آگے) جھکتے ہیں، جو شخص بھی اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنوں سے دوستی کرے گا تو (وہ اللہ کی جماعت اور پارٹی میں داخل ہو جائے گا) اور اللہ کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے"

مومنوں سے دوستی کے وجوب کی دوسری دلیل:

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ اسی حقیقت اور حکم کو یوں بیان فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّى يُهَاجِرُوا وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنْكُمْ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾
(الانفال:72-75)

”جولوگ ایمان لائے اور (اپنے وطنوں سے) ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کے ساتھ اوراپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا وہ، اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو لوگ ایمان تو لے آئے لیکن ہجرت نہیں کی۔ تو جب تک وہ ہجرت نہ کریں تم کو ان کی دوستی سے کوئی سروکار نہیں اور اگر وہ تم سے دین (کے معاملات) میں مدد و تعاون طلب کریں تو تم پر مدد کرنا واجب ہے۔ مگر ان لوگوں کے مقابلے میں کہ تم میں اور ان میں (صلح کا) عہد ہو (تو مدد نہیں کرنی چاہئے) اوراللہ رب العزت تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور جو لوگ کافر ہیں وہ بھی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تو (مومنو!) اگر تم یہ (آپس میں دوستی کا کام) نہ کروگے تو زمین میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بڑا فساد مچے گا اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں جنگ کرتے رہے۔ اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ ان کے لیے (اللہ کے ہاں) مغفرت اور عزت کی روزی ہے اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کرتے رہے وہ بھی تم میں سے ہی ہیں اور رشتے دار اللہ کی کتاب کی رُو سے ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے“

مذکورہ بالا دونوں مقاماتِ قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ مومنوں کا آپس میں ایک دوسرے سے محبت واُلفت کا تعلق قائم کرنا واجب ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا واضح بیان:

اسی بناء پر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اِنَّ أَصْلَ الدِّیْنِ وَ کَمَالِہٖ أَنْ یَّکُوْنَ الحُبُّ فِی اللّٰہِ وَ الْبُغْضُ فِی اللّٰہِ وَالْمُوَالَاۃُ فِی اللّٰہِ وَالْمُعَادَاۃُ فِی اللّٰہِ وَالِاسْتِعَانَۃُ بِاللّٰہِ وَالْخَوْفُ مِنَ اللّٰہِ وَالرَّجَاءُ لِلّٰہِ وَالِاعْطَاءُ لِلّٰہِ وَالمَنَعُ لِلّٰہِ۔“[14]

”دین کی اصل حقیقت اور اوجِ کمال یہی ہے کہ:

1. اللہ تعالیٰ ہی کے لیے محبت ہو۔
2. اللہ تعالیٰ ہی کے لیے نفرت ہو۔
3. اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آپس میں دوستانہ مراسم ہوں۔
4. اللہ تعالیٰ ہی کے لیے دشمنیاں ہوں۔
5. اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہر قسم کی عبادت ہو
6. اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جائے
7. اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرا جائے۔
8. اللہ تعالیٰ ہی سے تمام امیدیں وابستہ کی جائیں۔
9. اللہ تعالیٰ ہی کے لیے عنایات اور سخاوتیں ہوں۔
10. اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کسی جگہ سخاوت وبخشش سے ہاتھ روکا جائے۔

کافروں سے دشمنی کے وجوب پر تیرہ قرآنی دلائل:

جی ہاں! جس طرح مومنوں اور مسلمانوں سے دوستی اور محبت واجب ہے بعینہٖ اسی طرح کافروں اور مشرکوں سے دشمنی اور عدوات واجب ہے۔ اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں:

پہلی آیت:

[14] الدرر السنیۃ: 7/109

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ،إِنْ يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ،لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلا أَوْلادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَ اللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ،قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللهِ وَحْدَهُ إِلا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لأَبِيهِ لأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللهِ مِنْ شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾ (الممتحنة:1-4)

”اے اہل ایمان!اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری خوشنودی تلاش کرنے کے لیے (مکے سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم تو ان کی طرف دوستی کے پیغام روانہ کرتے ہو اور وہ (دینِ)حق سے جو تمہارے پاس آیا ہے منکر ہیں۔ اور اس وجہ سے کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لائے ہو وہ (تمہارے)پیغمبر کو اور تم کو جلاوطن کرتے ہیں۔ تم اُن کی طرف پوشیدہ پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو اور جو کچھ تم مخفی طور پر اور جو کچھ علی الاعلان کرتے ہو وہ مجھے معلوم ہے۔ اور جو کوئی تم میں سے ایسا کرے گا وہ سیدھے راستے سے بھٹک جائے گا، اگر یہ کافر تم پر قدرت پالیں تو تمہارے دشمن ہو جائیں اور تمہیں تکلیف پہنچانے کے لیے تم پر اپنے ہاتھ (بھی) چلائیں اور اپنی زبانیں (بھی)۔ اور چاہتے ہیں کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ، قیامت کے دن نہ تمہارے رشتے ناتے کام آئیں گے نہ اولاد۔ اس روز وہی تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو دیکھتا ہے ، تحقیق تمہارے لیے جناب ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ جب انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا تھا کہ ہم تم سے اور ان (بتوں) سے جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بے تعلق ہیں ۔ تمہارے (معبودوں کے) کبھی قائل نہیں (ہوسکتے) جب تک تم اللہ وحدہ، لاشریک لہ، پر ایمان نہیں لے آتے ہم میں اور تم میں ہمیشہ کھلم کھلا عداوت اور دشمنی رہے گی۔ لیکن (ابراہیم علیہ السلام کی) یہ بات (تمہارے لیے نمونہ نہیں) جو انہوں نے اپنے باپ سے کہی تھی کہ میں آپ کے لیے مغفرت مانگوں گا اور میں اللہ تعالیٰ سے آپ کے بارے میں کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ اے ہمارے پرودگار! تجھی پر ہمارا بھروسہ ہے۔ تیری ہی طرف ہم رجوع کرتے ہیں اور تیرے ہی حضور ہمیں لوٹ کر آنا ہے“

کافروں سے دشمنی کے بغیر مومنوں سے دوستی ناممکن ہے:

یہ اصول وضابطہ بھی ذہن نشین رہے کہ پوری طرح اور صحیح طور پر مومنوں سے دوستی اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک کافروں سے دشمنی اور نفرت نہ ہو۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کی تائید میں یوں فرماتے ہیں:

''لَا تَصِحُّ الْمُوَالَاةُ اِلَّا بِالْمُعَادَاةِ كَمَا قَالَ تَعَالٰى عَنْ اِمَامِ الْحُنَفَاءِ وَ الْمُحِبِّيْنَ قَالَ لِقَوْمِهٖ : ﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ، اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ، فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ﴾(الشعراء:72-75)فَلَمْ تَصِحَّ لِخَلِيْلِ اللّٰهِ هٰذِهِ الْمُوَالَاةُ وَالْخُلَّةُ اِلَّا بِتَحْقِيْقِ هٰذِهِ الْمُعَادَاةِ فَاِنَّهُ لَا وَلَاءَ اِلَّا لِلّٰهِ وَ لَا وَلَاءَ بِالْبَرَاءَةِ مِنْ كُلِّ مَعْبُوْدٍ سِوَاهُ ، قَالَ تَعَالٰى : ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِمَّا تَعْبُدُون،إِلا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِين،وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾(الزخرف:28-26)أَيْ جَعَلَ هٰذِهِ الْمُوَلَاةَ لِلّٰهِ وَ الْبَرَاءةَ لِلّٰهِ وَالْبَرَاءَةُ مِنْ كُلِّ مَعْبُوْدٍ سِوَاهُ كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهٖ يَتَوَارَثُهَا الاَنْبِيَاءُ وَأَتْبَاعُهُمْ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ وَ هِيَ كَلِمَةُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ هِيَ الَّتِيْ وَرَّثَهَا اِمَامُ الْحُنَفَاءِ لِاَتْبَاعِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔''[15]

''جب تک کافروں سے دشمنی نہ ہو اس وقت تک اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اہل ایمان سے صحیح طور پر دوستی ہو سکتی ہی نہیں۔ اس حقیقت کو اللہ رب العزت نے اِمَامِ الْحُنَفَاءِ وَ الْمُحِبِّيْنَ، امامُ الْمُؤَحِّدِين جناب ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے خوب واضح کیا ہے۔ انہوں نے جب اپنی قوم سے وہ بات کہی تھی جو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشعراء میں نقل فرمائی ہے، ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں: ''کیا تم نے دیکھا جن کو تم پوج رہے ہو، تم بھی اور تمہارے اگلے باپ دادا بھی، اللہ رب العالمین کے سوا وہ سب میرے دشمن ہیں'' اس فرمان ذی شان سے معلوم ہوا کہ جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اللہ سے یہ دوستی اور گہری محبت اس وقت تک نامکمل اور ادھوری ہوتی جب تک وہ کافروں اور معبودانِ باطلہ سے اعلانِ عداوت نہ کرتے۔ اس آیت سے یہ قاعدہ وکلیہ معلوم ہوا کہ: ''لَا وَلَاءَ اِلَّا لِلّٰهِ وَ لَا وَلَاءَ بِالْبَرَاءَةِ مِنْ كُلِّ مَعْبُوْدٍ سِوَاهُ'' اس کا معنی یہ ہے کہ (دوستی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہو اور یہ صرف اس وقت تک ممکن ہے جب اللہ کے سوا ہر قسم کے معبود باطل سے اظہار لاتعلقی ہو) نیز اللہ رب العزت جناب ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ہی سورۃ زخرف میں ارشاد فرماتے ہیں: ''اور جب

---

15 الجواب الکافی:311

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ جن چیزوں کو تم پوجتے ہو میں ان سے بیزار ہوں ،ہاں جس نے مجھ کو پیدا کیا وہی مجھ کو سیدھا راستہ دکھائے گا،اور یہی بات اپنے پیچھے اپنی اولاد میں چھوڑ گئے ۔تاکہ وہ (اللہ کی طرف)رجوع کرتے رہیں''اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالی شان سے معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کی اس دوٹوک اور واضح پالیسی کو-----کہ صرف اللہ کے لیے ہی دوستی ہو،صرف اللہ کے لیے ہی دشمنی ہو اور اللہ کے سوا ہر معبود سے اظہار لاتعلقی ہو-----اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے زندہ وجاوید اور قیامت تک چلنے والی مستقل پالیسی کا درجہ عطا کر دیا۔یہی وہ واضح پالیسی ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے بعد آنے والے تمام انبیاء اور ان انبیاء کے پیروکاروں میں یکے بعد دیگرے منتقل (Transfer)ہوتی چلی آرہی ہے۔کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ کا بھی تو یہی معنی و مفہوم ہے۔اس کھری کھری بات اور حکمت عملی کا ہی امامُ الْمُوَحِّدِین اِمَام الْحُنَفَاء جناب ابراہیم علیہ السلام نے قیامت تک آنے والے پیروکاروں کو ورثہ عطا فرمایا ہے۔''(امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

دوسری آیت:

کافروں سے دشمنی کرنا اس طرح واجب ہے جس طرح مسلمانوں سے دوستی کرنا۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اس بارے میں ایک مقام پر یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ﴾ (الممتحنة:13)

''اے اہل ایمان!ان لوگوں سے ،جن پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوا ہے،دوستی نہ کرو(کیونکہ)جس طرح کافروں کو مردوں(کے زندہ ہونے)کی امید نہیں اسی طرح ان لوگوں کو بھی آخرت(کے آنے)کی امید نہیں''

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے جن مسلمانوں کو کافروں سے دوستی کرنے سے منع کیا ہے یہ دراصل کچھ تنگ دست اور نادار مسلمان تھے۔وہ یہودیوں میں جاجاکر مسلمانوں کے حالات اور خفیہ راز بتایا کرتے تھے۔ان سے اپنے رابطے اور تعلقات پیدا کرتے تھے۔اسی ساری کدوکاوش کے نتیجے میں وہ ان سے کچھ مفادات اور دنیاوی آسائش حاصل کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اس

آیت کریمہ میں دراصل ان لوگوں کو ان یہودیوں سے دوستی کرنے اور ان سے میل جول کرنے سے منع فرمایا اور اس بات سے بھی منع فرمایا کہ وہ اہل اسلام کے خلاف ان یہودیوں کی مدد کریں۔[16]

تیسری آیت:

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کافروں اور مشرکوں سے دشمنی کو واجب قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾(التوبة:23)

"اے اہل ایمان !اگر تمہارے (ماں) باپ اور (بہن) بھائی ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کریں تو ان سے دوستی نہ رکھو اور جو ان سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہوں گے"

مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر مومنوں کو اس بات سے منع کیا ہے کہ وہ کافروں سے دوستیاں رچائیں، کافروں کی کسی طور پر بھی مدد کریں اور وہ اپنے باہمی معاملات کافروں کے سپرد (Hand over) کریں۔

کافر و مشرک والدین کی نافرمانی کے باوجود نیک برتاؤ کا حکم:

علاوہ ازیں اس بات کو واجب ٹھہرایا کہ کافروں سے بائیکاٹ کیا جائے، اس بات کو بھی واجب ٹھہرایا کہ کافروں کی تعظیم و تکریم نہ کی جائے۔ ہاں البتہ کافروں کے ساتھ بائیکاٹ کا حکم دینے اور ان کی تعظیم و تکریم سے منع کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ اگر وہ کافر تمہارے والدین ہوں تو تمنے اچھا سلوک اور برتاؤ کرنا ہے۔ اور دنیوی معاملات میں ان کی بہترین خدمت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[16] احکام القرآن للجصاص:4/287

﴿وَوَصَّيْنَا الإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ،وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾(لقمان:-14 (13

''ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں نیک برتاؤ کی نصیحت کی ہے۔اس کی ماں اس کو تکلیف پر تکلیف برداشت کر کے (پیٹ میں) اٹھائے پھرتی ہے (پھر اس کو دودھ پلاتی رہتی ہے) اور (آخر کار) دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے۔ہم نے (اپنے نیز) اس کے والدین کے بارے میں تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی۔تم کو میری طرف ہی لوٹنا ہے،اور اگر وہ تجھے اس بات پر مجبور کریں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھ کو کچھ علم نہیں،تو پھر ان کا کہنا نہ مان۔ہاں دنیا (کے امور و معاملات) میں ان کا اچھی طرح ساتھ دینا۔''

اہل ایمان کو کافروں کے ساتھ دوستی سے منع کرنے کی ایک یہ بہت بڑی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ اس پالیسی سے مومنوں کی منافقوں سے چھانٹی اور تمیز ہو جاتی ہے۔کیونکہ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ منافق ہر دور اور زمانہ میں کافروں سے دوستیاں رچاتے آئے ہیں اور اب بھی منافق کافروں سے میل ملاپ کرتے ہیں ان کی عزت و تکریم بجالاتے ہیں۔اسی طرح یہ کافروں سے دوستانہ تعلقات قائم کرتے چلے آرہے ہیں۔اسی بناء پر اللہ رب العزت نے سورۃ التوبہ کی مذکورہ بالا آیت:۲۳ میں ایک بہت بڑی علامت اور فرق کرنے والی نشانی کی نشان دہی کرتے ہوئے کافروں سے دشمنی اور نفرت کا حکم دیا ہے۔تاکہ مومن اور منافق کے درمیان فرق اور تمیز ہو سکے۔نیز یہ تنبیہ بھی کر دی کہ جو ایسی پالیسی کو اختیار نہیں کرے گا وہ اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی چلانے والا ظالم ہے اور اپنے پروردگار کی سزا کا حق دار قرار پائے گا۔[17]

چوتھی آیت:

کافروں سے دشمنی کے واجب ہونے کے بارے میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

17　احکام القرآن للجصاص:4/872

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللهَ لا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾(المائدہ:51)

''اے اہل ایمان! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہیں میں سے ہو گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا''

قرآن مجید کی یہ آیت واضح اور اٹل انداز میں اپنا حکم بیان کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت قرآنیہ میں چند درج ذیل احکامات اور ہدایات ارشاد فرمائی ہیں:

① جو شخص بھی یہود ونصاریٰ کے کافروں اور ان کے علاوہ دیگر کافروں سے دوستی اور محبت کرے گا اور مومنوں کے خلاف ان کافروں کی مدد، سپورٹ اور حمایت کرے گا وہ بالکل ان ہی جیسا کافر ہو گا۔ اس شخص کا انجام اور معاملہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بالکل وہی ہو گا جو ان کافروں کا ہو گا۔

② اس آیت کریمہ میں یہ واضح رہنمائی موجود ہے کہ کافر کبھی کسی مسلمان کا دوست ہو ہی نہیں سکتا، نہ ہی وہ کسی انتظامی امور میں حقِ دوستی پورا کرے گا اور نہ ہی مدد وحمایت میں۔

③ علاوہ ازیں اس بات کی راہنمائی موجود ہے کہ تمام کافروں سے بائیکاٹ اور عداوت واجب ہے۔ اس لیے کہ لفظ ''الولایۃ''(دوستی) لفظ ''العداوۃ'' کا مدمقابل اور متضاد (opposite) ہے۔ جب اللہ رب العزت نے ہمیں یہودیوں اور عیسائیوں سے ان کے کافر ہونے کی بناء پر دشمنی کرنے کا حکم دیا ہے تو یہودیوں اور عیسائیوں کے علاوہ جو کافر ہیں ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ ہو گا جو یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ ہو گا۔

④ اس آیت کریمہ سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ﴿إِنَّ الْكُفْرَ كُلَّه، مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ﴾(ساری دنیا کا کفر ایک ملت اور ایک جماعت ہے) اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾(وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں)[18]

[18] احکام القرآن للجصاص:4/278

پانچویں آیت:

کافروں سے دشمنی کے وجوب پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ،إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ،وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُونَ،يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾(المائدہ:57-54)

"اے اہل ایمان !اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ رب العزت ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ وہ لوگ مومنوں کے حق میں نرمی کرنے والے اور کافروں کے ساتھ سختی سے پیش آنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہوں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرنے والے نہ ہوں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی فراخی والا (اور) علم رکھنے والا ہے، تمہارے دوست تو صرف اللہ تعالیٰ، اس کا رسول اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور (اللہ کے آگے) جُھکتے ہیں، اور جو شخص اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور ایمان والوں سے دوستی کرے گا تو (وہ اللہ کی جماعت اور پارٹی کا رکن ہو گا اور) اللہ کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے، اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں ان کو اور (دیگر) کافروں کو جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے، دوست نہ بناؤ اور اگر تم مومن ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو"

مذکورہ بالا آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے نرمی اور کافروں سے سختی برتنے، نیز مومنوں سے دوستی کرنے اور دنیا بھر کے تمام کافروں بالخصوص یہود و نصاریٰ سے دشمنی اور نفرت کرنے کا حکم دیا ہے۔

چھٹی آیت:

کافروں سے دشمنی اور نفرت کے واجب ہونے کے بارے میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ یوں حکم دیتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا﴾ (النساء:144)

"اے اہل ایمان! مومنوں کے علاوہ کافروں کو اپنے دوست نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا صریح الزام لو۔"

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے مومن بندوں کو واضح طور پر منع کیا گیا ہے کہ وہ منافقوں والی عادات واطوار اور اخلاق وکردار اختیار نہ کریں۔ وہ منافق جو مومنوں کی بجائے کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں وہ پھر انہیں کی طرح کفر کی حالت میں چلے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس کردار کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو منع کیا ہے۔ اللہ اس بات سے منع کرتا ہے کہ میرے دشمنوں سے محبت کی پینگیں بڑھاؤ اور ان کافروں سے دوستیاں کرو۔ ملت اسلامیہ کو چھوڑ کر ان کا کافروں کو کسی طرح کا تعاون اور سہارے مت فراہم کرو۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اے اہل ایمان! اگر تم نے یہ رویہ اور کردار اختیار کیا تو تم ان منافقوں کی طرح ہو جاؤ گے جن پر اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ کو لازم قرار دے دیا ہے۔

ساتویں آیت:

پھر اللہ عزوجل واعلیٰ ایسے شخص کو خوب ڈانٹتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی مومنوں میں سے کافروں کو اپنا دوست بنائے گا، مومنوں کو اپنی دوستی اور محبت کا حق دار نہیں سمجھے گا۔ اگر وہ اپنی اس حرکت سے باز نہ آیا۔ اپنی اس روش کو نہ چھوڑا، اللہ کی اس ڈانٹ سے وہ نہ کانپا، جو ڈانٹ اس نے کافروں سے دوستی کرنے اور کافروں کے ساتھ گہرے مراسم قائم کرنے پر پلائی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ان کو منافقوں کے زمرے میں ہی شامل کر دے گا جن کے بارے میں اللہ نے اپنے نبی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبریاں سنا دیجیے۔ اللہ تعالیٰ منافقوں کے بارے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿تَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَن سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ،وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾(المائدہ:81)

"(اے اہل ایمان!ان منافقوں میں سے)بہت زیادہ کو تم دیکھوگے کہ وہ کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں انھوں نے کچھ آگے بھیجاہے وہ بہت ہی بُراہے(وہ یہ کہ)اللہ تعالیٰ ان سے ناخوش ہوااور وہ ہمیشہ عذاب میں (مبتلا)رہیں گے،اگر وہ اللہ تعالیٰ پر،نبی پر اور اس کتاب پر جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے ایمان اور یقین رکھتے توان(کافر)لوگوں کو دوست نہ بناتے۔لیکن ان میں سے اکثر بد کردار ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مذمت فرمائی ہے جو ان اہل کتاب(یہود ونصاریٰ)سے دوستی قائم کرتا ہے جن کو ہم سے پہلے کتابیں عطا کی گئیں۔نیز یہ بات بھی واضح فرمائی کہ یہ رویہ صحیح عقیدہ وایمان کے منافی ہے۔جو شخص بھی یہ کردار اور پالیسی اختیار کرے گا وہ منافقین کے گروہ سے ہوگا۔جن کو ہمیشہ ہمیشہ کے جہنم میں رہنے کی ڈانٹ پلائی گئی ہے اور جہنم میں بھی بُراٹھکانہ اور ٹارچر سیل(Torture cell)ہے۔

آٹھویں آیت:

کافروں سے دوستی کرنے والے منافقوں کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو خوشخبری سناتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا،الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾ (النساء: 138-139)

"(اے پیغمبر ﷺ)،منافقوں(دورُخے لوگوں)کوبشارت سنادو کہ ان کے لیے تکلیف دہ عذاب تیار ہے۔جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں(کیونکہ)یہ ان سے عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔تو عزت تو سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔"

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ کافروں سے دوستی کرنے کا اصل مقصد منافقوں کے پیش نظر یہ ہوتا ہے کہ اپنی ویلیو(Value)اور اہمیت کافروں کے ہاں پیدا کی جائے۔ان سے اپنے لیے اچھاپروٹوکول حاصل کیا جائے۔اس خبیث اور گندے

مقصد کا ردّ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مومن اور مخلص بندے کی ہے اور اصل پروٹوکول وہ ہے جو قیامت کے دن اللہ کی تیار کی ہوئی جنتوں میں سے ایک بندۂ مومن کو عطا کیا جائے گا۔

نویں آیت:

کافروں سے دشمنی واجب ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ ایک بڑا ہی دوٹوک فرمان صادر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (المجادلة:22)

''جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھوگے۔ خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ (کیوں نہ)ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کر دیا ہے اور اپنی طرف سے روح (جبریل علیہ السلام) کے ساتھ ان کی مدد کی ہے۔ اور وہ ان کو بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، داخل کرے گا۔ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش ہیں یہی گروہ اللہ تعالیٰ کا لشکر ہے (اور) سن رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا ہی لشکر کامیابی حاصل کرنے والا ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے گویا بیان فرمایا ہے کہ آپ کو روئے زمین پر کوئی ایسا مومن نہیں ملے گا جو اللہ کے دشمنوں (کافروں اور مشرکوں) سے محبت کرتا ہو۔ اگرچہ وہ کافر اس مومن کا انتہائی قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے محبت ومودّت کا تعلق اللہ کے دشمنوں سے محبت کی لازمًا نفی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ سے محبت اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے محبت: یہ دونوں محبتیں ایک دوسرے کی متقابل اور متضاد ہیں۔ یہ دونوں محبتیں ایک مومن شخص کے دل میں کبھی بھی اکھٹی نہیں ہوسکتیں۔ قرآن مجید کی یہ آیت کافروں سے دشمنی اور اظہار نفرت کے واجب اور فرض ہونے کی ایک واضح دلیل اور نص ہے ۔ چاہے جونسا بھی موقع ہو۔ چاہے جونسا بھی رشتہ وتعلق داری ہو، کافروں سے دشمنی بہر حال عقیدہ وایمان کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

''کافروں سے دشمنی واجب ہے'' تین علماء کا فیصلہ:

یہی توجہ ہے کہ عبدالرحمن بن حسن، علی بن حسین، ابراہیم بن سیف رحمۃ اللہ علیہم نے اپنے بعض بھائیوں کی طرف جو خط روانہ کیے تھے ان میں یہ بات بھی نقل فرمائی:

''اِنَّ التَّوْحِیْدَ هُوَ اِفْرَادُ اللهِ تَعَالٰی بِالْعِبَادَةِ وَ لَا یَحْصُلُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْبَرَاءَ ةِ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ بَاطِنًا وَ ظَاهِرًا'' ....وَبَعَدَ أَنْ سَاقُوا الآیَاتِ فِی ذٰلِكَ قَالُوْا : ''ثُمَّ انْظُرْ كَیْفَ أَكَّدَ الْبَارِی جَلَّ وَ عَلَا عَلٰی رُسُلِهٖ وَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاثْنَتَیْ عَشَرَةَ آیَةً فِی الْبَرَاءَ ةِ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ وَ مَدحِهِمْ بِتِلْكَ الصِّفَةِ ۔ وَهٰذَا كُلُّه، یَدُلُّ بَلَا رَیْبٍ عَلٰی أَنَّ اللهَ أَوْجَبَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ الْبَرَاءَةَ مِنْ كُلِّ مُشْرِكٍ وَ أَمَرَبِاِظْهَارِ الْعَدَاوَةِ وَالْبَغْضَاءِ لِلْكُفَّارِ عَامَّةً وَلِلْمُحَارِبِیْنَ خَاصَّةً وَ حَرَّمَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ مُوَالَاتَهِمْ وَالرُّكُوْنَ اِلَیْهِمْ''[19]

''یاد رکھئے! عقیدہ توحید یہ ہے کہ عبادت کی تمام اقسام وانواع میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو واحد معبود تسلیم کیا جائے۔ یہ عقیدہ اس وقت تک حاصل ہو سکتا ہی نہیں جب تک مشرکین سے ظاہری اور باطنی طور پر اظہار نفرت اور مکمل بائیکاٹ نہ کیا جائے۔'' مذکورہ بالا تینوں علماء سلف نے اس کے بعد قرآن مجید کی بہت زیادہ آیات ذکر کی ہیں۔ پھر آخر میں یہ نتیجہ نکالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ارے مسلم! دیکھ کس طرح تاکید کے ساتھ اللہ جل وعلاء نے اپنے رسولوں کو اور مومن بندوں کو بارہ آیات قرآنیہ میں مشرکوں سے اظہار نفرت کا حکم دیا ہے۔ کافروں اور مشرکوں سے اظہار نفرت کرنے والے مومنوں کی تعریف وتوصیف بھی بیان فرمائی ہے۔ یہ ساری بحث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بلاشک وشبہ(without any doubt) اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر یہ واجب قرار دیا ہے کہ ہر قسم کے مشرک سے اظہار نفرت ہو۔ نیز دنیا بھر کے کافروں کے بارے میں عام طور پر اور جن کافروں سے مسلمانوں کی باقاعدہ جنگ جاری ہو ان کے بارے میں خاص طور پر بغض وعداوت اور نفرت ودشمنی کے اظہار کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اس کے ساتھ مومنوں پر یہ حرام ٹھہرایا کہ کافروں سے دوستی اور ان کی طرف کسی قسم کا جھکاؤ اور میلان ہو۔''

دسویں آیت:

19

کافروں سے دشمنی کے واجب ہونے کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَى لَهُمْ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الأَمْرِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ﴾(26-25)

"جو لوگ اپنی پیٹھ کے بل الٹے پھر گئے اس کے بعد کہ ان کے لیے ہدایت واضح ہو چکی یقینا شیطان نے ان کے لیے مزین کر دیا ہے اور انہیں ڈھیل دے رکھی ہے، یہ اس لیے کہ انھوں نے ان لوگوں سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کو برا سمجھا، یہ کہا کہ ہم بھی عنقریب بعض کاموں میں تمہارا کہا مانیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدہ باتیں خوب جانتا ہے"

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے اسلام سے مرتد ہونے اور ملت اسلامیہ سے خارج ہونے کا یہ سبب بیان کیا ہے کہ وہ وحی الٰہی کو ناپسند کرنے والے کافروں سے یہ کہتے ہیں کہ ہم چند کاموں اور معاملات میں تمہاری بات مانیں گے۔ سارے کاموں اور تمام معاملات میں تمہاری اطاعت وفرمانبرداری نہیں کریں گے اگر کوئی شخص کافروں کی بعض کاموں میں اطاعت کرے اگرچہ ان کافروں سے باقاعدہ محبت اور دوستی والے تعلقات پیدا بھی نہ کرے تو وہ مرتد ہو جاتا ہے اور ملت اسلامیہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس بات سے ہی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جو شخص باقاعدہ کافروں سے دوستیاں قائم کرے، کافروں کے ساتھ مل کر باقاعدہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شرکت کرے، کافروں کی قراردادیں اور معاہدوں میں باقاعدہ شمولیت اختیار کرے اور کافروں کے ایجنڈوں اور پرگراموں کے نفاذ میں عملی اقدامات کرے۔ کیا وہ پہلی قسم کے مرتد سے کہیں بڑا مرتد اور اللہ کا دنیا وآخرت میں کہیں زیادہ حق دار نہیں ٹھہرے گا؟[20]

اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو کافروں سے نفرت اور احتیاط کے بارے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لا يَأْلُونَكُمْ خَبَالا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ﴾ (آل عمران:118)

[20] مجموع الفتاوٰی لابن تیمیۃ:193,90/182

"اے اہل ایمان! تم اپنا دلی دوست ایمان والوں کے سوا کسی کو نہ بناؤ۔ تم نہیں جانتے کہ وہ دوسرے لوگ (یعنی کافر و مشرک اور منافق) تمہاری تباہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے، وہ تو چاہتے ہیں کہ تم دکھ میں پڑو۔ ان کی عداوت تو خود ان کی زبانوں سے بھی ظاہر ہو چکی ہے اور جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے وہ کہیں زیادہ ہے۔ ہم نے تمہارے لیے آیات بیان کر دیں اگر عقل مند ہو (تو غور کرو)"

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے کافروں سے دوستانہ تعلقات استوار کرنے اور ان کی عزت و تکریم کرنے سے منع کیا ہے ۔اس کے علاوہ اس آیت میں ان کو ذلیل ورسوا کرنے کا حکم دیا ہے۔ مسلمانوں کے وہ معاملات جن میں عزت اور سربلندی اور شرف ووقار کا پہلو موجود ہو۔ ان جیسے باہمی معاملات میں ان کافروں سے کسی قسم کا تعاون لینے سے بھی منع کیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف خط روانہ کیا اور انھیں اس بات سے منع کیا کہ وہ لکھائی پڑھائی والے معاملات (یعنی دفتری معاملات) میں کسی مشرک سے کوئی تعاون اور خدمت نہ لیں۔ اس خط میں یہ آیت کریمہ بھی تحریر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا﴾ (آل عمران:3/118)

"تم اپنا دلی دوست ایمان والوں کے سوا کسی اور کو نہ بناؤ، وہ تمہاری تباہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔"

ساتھ یہ بات بھی تحریر فرمائی:

(لَا تَرُدُّوهُمْ إِلَى الْعِزِّ بَعْدَ إِذْ أَذَلَّهُمُ اللهُ)

"جب اللہ تعالیٰ نے ان کو (جہادی کاروائیوں کے ذریعہ شکست وریخت سے ہمکنار کر کے) ذلت ورسوائی سے دوچار کیا ہوا ہے تو اب تم ان کو دوبارہ جادۂ عزت و شرف پر متمکن اور براجمان نہ کرو۔[21]

بارہویں آیت:

21 احکام القرآن للجصاص:4/293

یہ معاملہ تھا کافروں سے دوستی اور محبت کرنے کا۔ کافروں اور مشرکوں سے دوستی وموالات کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت اور منزل من اللہ ''کتاب ہدایت'' کی بجائے خود ساختہ ادیان اور باطل مذاہب کو ترجیح اور فوقیت دی جائے ۔اس طرح ادیان باطلہ کو ترجیح دینا بھی کفار ومشرکین سے دوستی کی ہی کی ایک شکل ہے۔اس بناء پر بھی اللہ نے اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) اور منافقین کی مذمت بیان کی ہے کہ وہ کفار اور مشرکین کی بعض باتوں کو پسند کرتے ہیں اور کتاب اللہ کو چھوڑ کر ان کافروں اور مشرکوں کے پاس اپنے تنازعات کے مقدمات لے کر جاتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿أَلَمْ تَرَإِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلَاءِ أَهْدَى مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا﴾ (النساء:51)

''کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہیں کتاب (الٰہی) کا کچھ حصہ ملا ہے؟جو بتوں اور باطل معبود (طاغوت) پر اعتقاد رکھتے ہیں اور کافروں کے حق میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان والوں (مسلمانوں) سے زیادہ راہِ راست پر ہیں''

کتب تفاسیر میں موجود ہے کہ مذکورہ آیت کعب بن اشرف (لَعْنَۃُ اللہ عَلَیْہِ) کے بارے میں نازل ہوئی تھی، کعب بن اشرف ایک بہت بڑا یہودی سردار اور سرکردہ لیڈر تھا۔ ایک دفعہ وہ مشرکین مکہ کے ہاں گیا۔ مشرکین مکہ ان لوگوں کو مذہبی رجحان اور مذہبی پیشوائی کی بناء پر بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کی بات کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ اگرچہ وہ بذاتِ خود یہودی مذہب میں داخل نہیں تھے۔ جب کعب بن اشرف مکہ پہنچا تو مشرکین نے ان سے یہ رائے دریافت کی کہ آپ کے خیال میں ہم (یعنی اہل مکہ بتوں کے پجاری) زیادہ راہِ راست پر ہیں یا کہ محمد ﷺ اور اس پر ایمان لانے والے اس کے پیروکار؟ کعب بن اشرف جانتا تھا کہ مشرکین مکہ گمراہی پر ہیں اور تورات وانجیل کی پیشین گوئیوں کی بناء پر محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ مگر اس نے بددیانتی سے کام لیتے ہوئے کہہ دیا مشرکین مکہ کا دین ومذہب، طور وطریقہ، عقیدہ ولائن محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کے دین ومذہب، طور وطریقہ اور عقیدہ ولائن سے زیادہ درست ہے۔

تیرہویں آیت:

اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا فرمانِ ذی شان کی طرح ہی اللہ تعالیٰ کا ایک اور فرمان بھی ہے۔جو معنی اور مفہوم کے اعتبار سے سابقہ آیت سے ملتا جلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بعض اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْ عِنْدِ اللهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لا يَعْلَمُونَ، وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾(البقرہ:101-103)

”جب کبھی ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا کوئی رسول ان کی کتاب کی تصدیق کرنے والا آیا، ان اہل کتاب کے ایک فرقہ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا، گویا جانتے ہی نہ تھے، اور اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین جناب سلیمان علیہ السلام کی حکومت میں پڑھتے تھے۔ جناب سلیمان علیہ السلام نے تو کفر نہ کیا تھا بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا۔ وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔“

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ اکثر یہودیوں کا ایک بر اکردار یہ بھی تھا کہ اللہ کی کتاب، وحی الٰہی کو اور پیغمبر برحق کو چھوڑ کر جادو کے پیچھے لگ گئے۔ بالکل یہی طرز عمل اور کردار اسلام کی طرف نسبت کرنے والوں لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھنے والوں اور خود امت محمدیہ کا ایک فرد شمار کرنے والوں کا بھی یہی ہے۔“[22] [23]

....

❀❀❀❀❀

[22] مجموع الفتاوٰی لابن تیمیۃ: 28/99

[23] مذکورۃ الصدر بحث میں کفار سے دوستی سے دوستی کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں:.... (1) منزل من اللہ شریعت الٰہیہ کے بجائے رسالت وآخرت کے منکروں اور بتوں کے پجاریوں کے موقف ونظریات کو زیادہ ترجیح دینا اور پسندیدہ قرار دینا۔ . . . (2) منزل من اللہ شریعت الٰہیہ کی بجائے غیر اسلامی طور طریقے اور کافرانہ روش اختیار کرنا۔ بد قسمتی اور حرمان نصیبی یہ کہ آج کلمہ پڑھنے والے مسلمان ان دونوں بیماریوں سے لت پت ہو چکے ہیں۔ آج اکثر وبیشتر مسلمان شریعت الٰہیہ، قرآن وسنت اور دین برحق کی بجائے کافرانہ تہذیب وتمدن کو، کافرانہ معاشرت وطرز زندگی کو، کافرانہ معیشت وسیاست کو، کافرانہ بود وباش کو ترجیح دیتے اور پسند کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آج مسلمانوں کو خلافت وامارت کے نام سے چڑ ہے جبکہ بڑے بڑے مذہبی پیشوا اور ملت کے زعمائ کافروں کے نظام حکومت ”جمہوریت“ کے دلدادہ، محافظ اور مؤید دکھائی دیتے ہیں۔ اسلامی لباس وحجامت سے گھن کھاتے ہیں کافروں کے ہیئر اسٹائل (Hairstyle) اور اسٹینڈرڈ آف لائف (Standard of life) کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے اور اختیار کرتے ہیں۔

علیٰ ہٰذا القیاس جس طرح یہود ونصاریٰ کتاب الٰہی کی بجائے جادو ٹونے کرتے تھے۔ بالکل اسی طرح آج مسلمانوں میں سے عامۃ الناس کو اگر کوئی مسئلہ در پیش ہو، کوئی دکھ درد یا پریشانی ہو تو قرآن وحدیث کے مسنون وظائف واذکار کرنے اور کتاب وسنت کے ماثور اعمال وافعال بجالانے کی بجائے نجومیوں اور عاملوں کے پاس بھاگے جاتے ہیں۔ شرکیہ تعویذ گنڈوں کا سہارا لیتے ہیں۔ الغرض کافروں سے دوستی کے یہ دونوں مظہر بدرجہ اتم واکمل آج کلمہ شریف پڑھنے والے مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں۔ (فَإِلَى اللهِ الْمُشْتَكَى)

”کافروں سے دوستی کرنے والے کے کافر ہونے“ کے دلائل

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا ایک اقتباس مسئلہ: ۲ ”موالات کیا ہے؟ میں گزر چکا ہے۔ جس میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ مومنوں سے دوستی کرنا اور مومنوں کی مدد کرنا واجب و فرض ہے۔ جبکہ کافروں سے دشمنی اور نفرت کرنا بھی واجب اور فرض ہے۔ یہ بات بھی واضح کی گئی ہے کہ مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی کرنا ایمان کا ایک لازمی جزء اور حصہ ہے جس کے بغیر توحید اور اللہ پر ایمان کا عقیدہ مکمل ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ بات بھی واضح کی گئی کہ یہ وہ نظریہ ہے جو ایک مومن کو منافق سے ممتاز و ممیز کرتا ہے۔

کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ جو کافروں سے دوستی کرتا ہے، مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد و معاونت کرتا ہے اور کافروں کے ساتھ ہو کر مسلمانوں کے خلاف جنگ و قتال کرتا ہے وہ کافر ہے۔

اس موجودہ بحث و گفتگو میں ان شاء اللہ الرحمن اس موضوع پر قرآن مجید میں بیان کیے گئے دلائل کا ذکر کریں گے ۔ساتھ ساتھ علماء کرام اور مفسرین عظام کی اپنی اپنی کتب و تفاسیر میں ذکر کردہ مختصر تفسیر و تشریح بھی بیان کریں گے۔ اگرچہ علماء تفسیر کے تفسیری مباحث کا بہت زیادہ حصہ ان شاء اللہ اس سے اگلی بحث میں آئے گا جس کا لب لباب یہ ہے کہ:

> ”جو مسلمانوں کی بجائے کافروں سے دوستی کرتا ہے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے کمربستہ ہوتا ہے اس کا قرآن وسنت میں کیا حکم ہے؟ اگرچہ وہ شخص مجبور و بے بس ہونے کا دعویدار ہو، نیز اگر وہ واقعۃً مجبور ہے تو اس کو کیا کرنا چاہیے؟

اللہ کی توفیق و عنایت سے ہم اس بحث میں صرف وہ قرآنی آیات بیان کرتے ہیں جو کافروں سے دوستی رچانے والے شخص کے متعلق ہیں۔

دلیل اوّل:

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللهِ فِي شَيْءٍ إِلا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللهِ الْمَصِيرُ﴾ (آل عمران: 28)

"مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ اللہ کی حمایت میں نہیں، مگر یہ کہ ان کے شر سے کسی طرح بچاؤ مقصود ہو۔ اور اللہ تعالیٰ خود تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"

کفار کا دوست مرتد ہو کر دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے:

مذکورۃ الصدر آیت کی تفسیر میں شَيْخُ التَّفْسِيْرِ وَالْمُفَسِّرِيْنَ امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"اس آیت کریمہ کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو منع کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ کافروں کو اپنا حمایتی اور مددگار نہ بناؤ۔ وہ اس طرح کہ ان کے دین ومذہب کی بنیاد پر ان سے دوستیاں رچانے لگ جاؤ، مسلمانوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنے کے درپے ہو جاؤ اور کافروں کو مسلمانوں کے خفیہ راز اور معلومات فراہم کرنے لگ جاؤ۔ جو شخص ایسا رویہ اختیار کرے گا ﴿فَلَيْسَ مِنَ اللهِ فِي شَيْءٍ﴾ یعنی اس طرح کرنے سے وہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ اس سے لاتعلق ہو جائے گا۔ اس وجہ سے کہ وہ اسلام سے مرتد ہو چکا ہے اور کفر میں داخل ہو چکا ہے۔[24]

[24] تفسیر الطبری: 6/313، نیز دیکھیے تفسیر القرطبی: 4/57

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یوں رقمطراز ہیں:

"اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو منع فرمایا ہے کہ وہ کافروں سے دوستی کریں۔ اس بات سے بھی منع فرمایا ہے کہ مومنوں کو چھوڑ کر ان سے چھپ چھپ کر دوستانہ مراسم قائم کریں۔ بعد ازاں اس بات پر ڈانٹتے ڈپٹتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللهِ فِي شَيْءٍ﴾ یعنی جو کافروں سے دوستی کرکے اس جرم عظیم کا ارتکاب کرے گا اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہوگا۔"

❁ اسی طرح سُورۃُ الْمُمْتَحِنَۃ کی آیت: ۱ میں بھی اللہ تعالیٰ کافروں سے دوستی کرنے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ......﴾

"اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ تم تو دوستی کی وجہ سے ان کی طرف خفیہ پیغام بھیجتے ہو اور وہ اس حق کا انکار کرتے ہیں جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آچکا ہے."

❁ پھر اللہ تعالیٰ نے سُورۃُ الْمُمْتَحِنَۃ کی آیت: ۱ کے آخر میں سورۂ آل عمران کی آیت: ۲۸ کے طرز کلام سے ملتا جلتا انداز اختیار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾

"تم میں سے جو بھی یہ کام کرے گا وہ یقیناً راہِ راست سے بہک جائے گا"

❁ اسی طرح سورۃ النساء کی آیت: ۱۴۴ میں بھی اللہ تعالیٰ کافروں سے دوستی کرنے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا﴾

"اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی صاف حجت قائم کر لو"[25]

❁ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدۃ کی آیت: ۵۱ میں کافروں سے دوستی کرنے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

"اے ایمان والو! تم یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ۔ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں ۔ تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہیں میں سے ہے۔ بلاشبہ ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہر گز ہدایت نہیں دیتا"

❁ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی آیت: ۷۳ میں مہاجرین ،انصار اور دیہاتی مسلمانوں کی باہمی محبت ومودّت کا تذکرہ کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ﴾

"سب کافر آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اگر تم نے یہ کام (باہمی دوستی اور محبت والا) نہ کیا تو زمین (ملک) میں فتنہ برپا ہوگا اور زبردست فساد سر اٹھائے گا"

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سورۂ آل عمران کی آیت: ۲۸ کی تائید میں مزید چند آیات قرآنیہ کا تذکرہ کرنے کے بعد اس آیت کے نصف آخر کے الفاظ ﴿إِلا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات اگر کوئی شخص زمین کے کسی ایسے علاقے یا ملک میں ہو جہاں کافروں کی کسی شرارت یا خباثت کا خوف پیدا ہو جائے تو ایسے حالات میں جائز ہے کہ ظاہری طور پر اور وقتی طور پر ان کے شر سے بچنے کے لیے ان سے کچھ میل ملاپ ظاہر کر دے گا لیکن اندورنِ خانہ اور دل میں ان کی طرف رغبت اور محبت نہ رکھے۔

---

25 یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں کافروں کی دوستی سے منع فرمایا ہے۔ اب اگر تم ان سے دوستی کروگے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کو خود یہ دلیل مہیا کر رہے ہو کہ وہ تمہیں بھی سزا دے (یعنی معصیت الٰہی اور حکم عدولی کرنے کی وجہ سے)

① جیسا کہ اَلْجَامِعُ الصَّحِیحُ البُخَارِی میں اِمَامُ الْمُحَدِّثِیْن محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ایک اثر نقل فرمایا ہے، سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّا لَنَكْشِرُ فِيْ وُجُوْهِ أَقْوَامٍ وَقُلُوْبُنَا تَلْعَنُهُمْ[26]

"بعض (ظالم و فاسق قسم کے) لوگوں کے سامنے ہم ہنستے مسکراتے ہوئے ملاقات کرتے ہیں مگر ہمارے دل ان پر لعنتیں برسا رہے ہوتے ہیں۔"

② امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے

لَيْسَ التَّقِيَّةُ بِالْعَمَلِ اِنَّمَا التَّقِيَّةُ بِاللِّسَانِ[27]

"(اگر کافروں کی شرارت کے خوف سے) بظاہر دوستی کا اظہار کرنا پڑ ہی جائے تو وہ صرف قول وگفتار کی حد تک ہو کسی عمل وکردار سے نہ ہو۔"

③ ایک مشہور تابعی جناب عوفی رحمۃ اللہ علیہ بھی سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کرتے ہیں:

اِنَّمَا التَّقِيَّةُ بِاللِّسَانِ[28]

"تقیہ (کافروں کے کے ساتھ بظاہر دوستی کا اظہار) صرف زبان کی حد تک جائز ہے۔(نہ کہ عملی کاروائیوں سے)"

④ بالکل یہی موقف امام ابو عالیہ، امام ابو الشعثاء، امام ضحاک اور امام ربیع بن انس رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی ہے۔

⑤ مذکورہ بالا موقف کی تائید سورۃ النحل کی آیت: ۱۰۶ بھی کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

26 صحیح البخاری= کتاب الادب: باب المداراۃ مع الناس، الحدیث: 6131 سے پہلے۔

27 تفسیر ابن کثیر 1/358، تفسیر أبی سعود: 2/23

28 تفسیر ابن کثیر 1/358، تفسیر القرطبی: 4/57

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيْمَانِهِ إِلا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالإِيْمَانِ وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

"جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کا انکار کر دے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن وبر قرار ہو۔ مگر جو کھلے دل سے کفر کرے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ اور انہی کے لیے بہت بڑا عذاب ہے"

6. سَيِّدُ الْفُقَهَاءِ وَالْمُجْتَهِدِيْنَ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مشہور تابعی حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کیا:

"التَّقِيَّةُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ"[29]

"کافروں کے ساتھ تقیہ کرنے کا حکم قیامت تک باقی ہے۔" (حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

کفار کی حمایت و معاونت باعث ارتداد ہے:

فضیلۃ الشیخ صالح الفوزان فرماتے ہیں:

"مِنْ مَظَاهِرِ مُوَالَاةِ الْكُفَّارِ اِعَانَتُهُمْ وَ مَنَاصَرَتُهُمْ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَ مَدْحُهُمْ وَالذَّبُّ عَنْهُمْ وَ هٰذَا مِنْ نَوَاقِضِ الْاِسْلَامِ وَ اَسْبَابِ الرِّدَّةِ"[30]

"کفار کی معاونت کرنا، مسلمانوں کے خلاف کفار کو اپنی مکمل حمایت اور سپورٹ فراہم کرنا، کفار کی مدح سرائی کرنا اور تعریفیں کرنا اور کافروں کی طرف سے مدافعت اور وکالت کرنا حقیقت میں کفار سے دوستی کے بڑے بڑے مظاہر اور علامتیں ہیں۔ دوستی کہ یہ مظاہر ایک بندۂ مسلم کے اسلام کو ختم کر دینے والے اور ارتداد کے اسباب میں سے بہت بڑے اسباب ہیں (یعنی مذکورہ بالا کاموں کے ارتکاب کرنے سے مسلمان مرتد ہو جاتا ہے۔) (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ)

دلیل دوم:

29 تفسیر ابن کثیر 1/358، تفسیر القرطبی: 4/57

30 الولاء والبراء فی الاسلام لصالح الفوزان: 9

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللهَ لا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ (المائدہ:51)

"اے اہل ایمان! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہی میں سے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہرگز ہدایت عطا نہیں فرماتا"

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "درست بات یہی ہے کہ اس آیت کے حکم کو محکم اور غیر منسوخ ہی قرار دیا جائے اور اس آیت میں مسلمانوں کو جو عام حکم دیا گیا اس کو قیامت تک کے لیے عام ہی سمجھا جائے........ اگرچہ یہ بات اپنی جگہ بجا ہے کہ یہ آیت ایک منافق کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ وہ منافق یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستیاں کرتا تھا۔ اس کے دل میں یہ خوف سوار تھا کہ کہیں یہودیوں وعیسائیوں کی طرف سے مجھے ناگفتہ بہ اور ناساز گار حالات کا سامنا نہ کرنا پڑ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ المائدہ کی آیت:۵ کے بعد والی جو اگلی آیت ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اس خوف کی وضاحت بھی فرمائی ہے۔ لہٰذا سورۃ المائدۃ کی آیت:۵۲ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى أَنْ تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ فَعَسَى اللهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَى مَا أَسَرُّوا فِي أَنْفُسِهِمْ نَادِمِينَ﴾ (المائدہ:52)

"آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں (نفاق) کی بیماری ہے۔ وہ دوڑ دوڑ کر ان (یہودیوں اور عیسائیوں) میں گھس رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمیں (ان کافروں کی طرف سے) خطرہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی (المناک) حادثہ ہم پر پڑ جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ (مسلمانوں کو) فتح دے دے۔ یا اپنے پاس سے کوئی اور چیز (جزیہ ، جلاوطنی یا قتل) لے آئے۔ پھر تو یہ اپنے دلوں میں چھپائی ہوئی باتوں پر (بُری طرح) نادم ہونے لگیں گے"

❁ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں: "ہمارے نزدیک یوں کہنا زیادہ مناسب اور درست ہے کہ اللہ رب العزت نے تمام مسلمانوں کو منع کیا ہے۔ اس بات سے کہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنے حمایتی، مددگار اور حلیف (صلح و جنگ

کے معاہدوں میں شریک) بنائیں، ان مومنوں کے خلاف جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے آخری رسول جناب محمد ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے بھی خبردار کیا ہے کہ جو مسلمان۔ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ کو اور مومنوں کو چھوڑ کر ان کافروں کو اپنا حمایتی، مددگار اور دوست بنائے گا پھر وہ ان یہودیوں اور عیسائی کافروں کی پارٹی کا ہی فرد گردانا جائے گا۔ گویا یہ شخص اللہ رب العالمین، رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کے مدمقابل کافروں کی پارٹی اور جماعت کا ایک کارکن اور ورکر (worker) ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس سے کلیتاً بیزار اور لاتعلق ہوں گے۔"

۞ (امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک فرماتے ہیں: "زیر تفسیر آیت میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ جو مومنوں کی بجائے یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی کرے گا وہ انہی میں سے ہو گا۔ اللہ کے ہاں وہ یہودی اور عیسائی ہی شمار ہو گا۔) یعنی اللہ تعالیٰ ارشاد فرمارہے ہیں کہ جو ان یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی رچائے گا اور مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کرے گا۔ تو وہ ملت یہود اور ملت نصاریٰ کا ایک فرد ہو گا اور ان کے ہی مذہب پر کاربند سمجھا جائے گا۔ (ملت اسلامیہ اور مذہب اسلام سے وہ نکل جائے گا)

۞ یہ بات بالکل واضح ہے کہ جب بھی کوئی شخص کسی سے محبت اور دوستی کے تعلقات قائم کرتا ہے تو آخر وہ اس شخص کو، اس کے دین کو اور اس کے نظریات اور مشن کو پسند کرتا ہے تو دوستانہ تعلقات قائم کرتا ہے۔ اگر کسی کو کسی شخص کے دین و مذہب اور نظریہ اور مشن سے اختلاف ہو گا تو وہ کیونکر اس سے دوستی قائم کرے گا۔ اسی اصول کے تحت اگر کوئی شخص کسی یہودی اور عیسائی کافر کو پسند کرتے ہوئے اور اس کے مذہب و دین کو پسند کرتے ہوئے دوستی اختیار کرتا ہے تو گویا وہ اس کے مخالفین (مسلمانوں) سے لازماً دشمنی اختیار کرے گا۔ اور ان سے ناراض ہو گا۔ نتیجتاً جو حکم اور انجام یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستیاں کرنے والے ان نام نہاد مسلمانوں کا بھی ہو گا۔"[31] (امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کے اقتباس کا ترجمہ یہاں ختم ہوا)

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر سے غلط استنباط:

[31] تفسیر الطبری: 2/277,276

بعض لوگوں کا گمان ہے اورانہوں نے اپنے گمان کے مطابق امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے یہ غلط نتیجہ نکالا ہے کہ کوئی شخص کافر اس وقت ہو گا جب وہ دل سے کافروں کے دین ومذہب کو پسند کرنے لگ جائے گا۔یعنی وہ دلی طور پر عیسائیوں اور یہودیوں کو اور ان کے مذہب وملت کو پسند کرے گا تو وہ عند اللہ کافر شمار ہو گا۔اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے خلاف کسی کافر کی مدد ومعاونت کرتا ہے اور کافر کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑائی کرتا ہے تو وہ کافر نہیں ہو گا۔جب تک وہ دل سے اس کافر کے دین کو پسند نہ کرے۔

یہ سوچ وفکر اور فہم وادراک سراسر مبنی بر خطا ہے۔ صحیح موقف ونظریہ یہی ہے کہ جو شخص کافروں سے دوستی کرے اور مومنوں کے خلاف عیسائی اور یہودی کافروں کی مدد وحمایت کرے وہ کافر ہی شمار ہو گا۔پھر جو حکم کافر کا ہو گا وہی اس نام نہاد مسلمان کا ہو گا۔اس نام نہاد مسلمان کا یہ گھناؤنا کردار اس بات کی دلیل وعلامت ہو گا کہ یہ ان کافروں کے دین وملت اور منہج اور مشن کو دل سے پسند کرتا ہے اگرچہ اپنی زبان سے یہ کہتارہے کہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کا مخالف ہوں۔

"زبانِ مقال" اور "زبانِ حال" کی گواہی:

یہ اس وجہ سے ہے کہ "زبانِ حال" کی گواہی "زبانِ مقال" کی گواہی کی طرح ہی ہوتی ہے۔[32]
بلکہ یہ کہنا زیاد مناسب ہو گا کہ "زبان حال کی گواہی"، "زبان مقال کی گواہی" سے زیادہ موثر اور معتبر ہوتی ہے۔

① اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ کی آیت:۱۷ میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللهِ شَاهِدِينَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ أُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ﴾

"مشرکین کے لائق ہی نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مساجد کو آباد کریں۔درآں حالیکہ وہ (زبان حال سے) خود اپنے کفر پر آپ ہی گواہ ہیں۔ان کے اعمال برباد ہو گئے اور وہ دائمی طور پر جہنمی ہیں۔"

---

32 ایک گواہی وہ ہوتی ہے جو زبان کے قول اور گفتار سے ہوتی ہے۔قول اور گفتار کی گواہی کو "زبانِ مقال" کی گواہی کہا جاتا ہے۔جبکہ ایک گواہی وہ ہوتی ہے جو عمل وکردار سے ہوتی ہے۔اس عمل وکردار اور ظاہری حالات وواقعات کی گواہی کو "زبانِ حال" کی گواہی کہا جاتا ہے۔

② اسی طرح کی بات اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام کی آیت: ۱۳۰ میں ارشاد فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہم جنوں اور انسانوں سے سوال کریں گے:

﴿يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا شَهِدْنَا عَلَى أَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ﴾

"اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم میں سے ہی پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم سے میرے احکام بیان کرتے اور تم کو اس آج کے دن کی خبر دیتے؟ وہ سب عرض کریں گے کہ ہم اپنے اوپر اقرار کرتے ہیں اور ان کو دنیاوی زندگی نے بھول میں ڈالے رکھا اور یہ لوگ (زبان حال سے) اقرار کرنے والے ہوں گے کہ وہ کافر تھے۔"[33]

منہ سے مخالفت نہیں کردار کی شہادت اصل چیز ہے:

شیخ جمال الدین قاسمی رحمہ اللہ اسی بناء پر فرماتے ہیں:

"اللہ رب العزت کے اس زیر تفسیر فرمان ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ان یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی کرے گا وہ ان کے گروہ میں ہی شمار ہوگا۔ ان سے دوستی کرنے والے پر بھی وہی حکم اور قانون جو ان یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے ہوگا۔ باوجود اس کے کہ وہ زبانی دعوے کرتا رہے کہ میں تو ان یہودیوں اور عیسائیوں کا مخالف ہوں۔ اس لیے کہ ظاہری حالات وواقعات اور عمل وکردار کی شہادت ان کافروں کے ساتھ پوری پوری موافقت کی واضح دلیل ہے۔[34]

کفار سے محبت بوجہ خوف:

"قَالَ اللهُ تَعَالٰى (وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ) فَيُوَافِقُهُمْ وَ يُعِينُهُمْ (فَاِنَّه، مِنْهُمْ)وَ قَالَ أَيْضًا فِي تَفْسِيرِ هٰذِهِ الْآيَة:

وَالْمُفَسِّرُوْنَ مُتَّفِقُوْنَ عَلٰى أَنَّهَا نَزَلَتْ بِسَبَبِ قَوْمٍ مِمَّنْ كَانَ يُظْهِرُ الْاِسْلَامَ وَفِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ خَافَ أَنْ يَغْلِبَ أَهْلُ

---

33 مذکورہ بالا دونوں آیات سے یہ بات کھل کر اور نکھر کر سامنے آگئی کہ "زبانِ مقال" کی گواہی کی طرح "زبانِ حال" کی گواہی بھی ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا دونوں آیات میں یہ گواہی زبانِ حال سے تھی نہ کہ زبانِ مقال سے۔

34 محاسن التاویل للقاسمی:6/240

الاِسْلَام فَيُوَالِي الْكُفَّارَ مِنَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى وَغَيْرِهِمْ لِلْخَوفِ الَّذِيْ فِيْ قُلُوْبِهِمْ لَا لِاِعْتِقَادِهِمْ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاذِبٌ وَأَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى صَادِقُوْنَ" [35]

"اللہ تعالیٰ کے زیر تفسیر فرمان (وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ) کا معنی ہے کہ "فَيُوَافِقُهُمْ وَيُعِينُهُم" یعنی جو یہودیوں اور عیسائیوں کی موافقت کرتا ہے اور ان کی مدد اور تعاون کرتا ہے تو (فَإِنَّهُ مِنْهُمْ)وہ ان میں سے ہی شمار ہو گا۔"(امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:)تمام مفسرین کرام اس بات پر متفق ومتحد ہیں کہ مذکورہ بالا آیت کا شانِ نزول ایک ایسی قوم کے افراد سے متعلق ہے جو بظاہر اسلام کا دعوٰی اور اظہار کرتے تھے مگر ان کے دلوں میں یہ خوف جاگزیں تھا کہ اگر بالفرض اہل اسلام کافروں کے ہاتھوں شکست کھا گئے تو پھر ہمارا کیا بنے گا، ہم کدھر جائیں گے۔بس اس خوف سے ہی وہ کلمہ پڑھنے کے باجود یہودیوں،عیسائیوں اور دیگر کافروں کے ساتھ بنا رکھتے تھے۔ان کے دوستانہ تعلقات کی بنیاد فقط وہ خوف تھا جو ان کے دل ودماغ پر بُری طرح سوار تھا۔کافروں سے دوستیاں کرنے والے اور ان سے بنا کر رکھنے والوں کے دلوں میں یہ اعتقاد و نظریہ بالکل نہ تھا کہ (نعوذ باللہ من ذلک) محمد صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹے پیغمبر ہیں اور یہود ونصارٰی سچے ہیں۔"

کفار کا دوست انہی کی سوسائٹی کا ایک فرد ہے:

مشہور مفسر قرآن امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ المائدۃ کی آیت: ۵۱ کی تفسیر کرے ہوئے فرماتے ہیں

"اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ﴾ کا مطلب ہے کہ يُعَضِّدُهُمْ عَلَىَ الْمُسْلِمِيْن۔ یعنی جو شخص بھی مسلمانوں کے خلاف کافروں کو قوت ،طاقت اور ہر طرح کی (لاجسٹک)سپورٹ فراہم کرتا ہے تو ﴿فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ وہ انہی میں سے کاؤنٹ (Count) کیا جائے گا۔ گویا اللہ رب العزت نے بڑی وضاحت سے فرمادیا ہے کہ اس کے ساتھ وہی رویہ برتا جائے گا جو ان یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ برتا جائے گا۔وہ شخص کسی مسلمان کے مال میں وراثت کا حقدار بھی نہیں ٹھہرے گا نہ اس کے مرنے کے بعد اس کا مال مسلمان وارثوں میں تقسیم ہو گا۔اس لیے کہ وہ مرتد ہو چکا ہے یہ بھی ذہن نشین رہے کہ یہ حکم یا قیامِ قیامت جاری وساری ہے۔"

---

[35] مجموع الفتاوی:7/193-194

مذکورہ آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

''فرمان الٰہی ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ یں شرط بھی ہے اور جواب شرط بھی ہے۔یعنی اس فرمان ذیشان کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ جس طرح یہودیوں اور عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے،اسی طرح اس نام نہاد کلمہ گو مسلمان نے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے،جس طرح دنیا میں ان یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ دشمنی رکھنا واجب اور فرض ہے۔اسی طرح اس کلمہ گو مسلمان سے بھی دشمنی رکھنا واجب اور فرض ہے جس طرح آخرت میں وہ یہودی اور عیسائی (یہودیت اور عیسائیت پر مرنے کی صورت میں)لازمی طور پر جہنم کی آگ کے مستحق قرار پائیں گے بالکل اسی طرح یہ کلمہ گو نام نہاد مسلمان بھی جہنم کی آگ کا مستحق قرار پائے گا۔الغرض وہ اب ان یہودیوں اور عیسائیوں کی سوسائٹی کا ایک فرد بن چکا ہے۔''[36]

اللہ نے دونوں کو ایک ہی پلڑے میں ڈال دیا:

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''نَهٰى سُبْحَانَهُ وَ تَعَالٰى عَنِ اتِّخَاذِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى أَوْلِيَاءَ ، وَاَخْبَرَأَنَّ مَنْ تَوَلَّاهُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَهُوَ مِنْهُمْ .. وَ هٰكَذَا حُكْمُ مَنْ تَوَلَّى الْكُفَّارَ مِنَ الْمَجُوْسِ وَ عُبَّادِ الأَوْثَانِ فَهُوَ مِنْهُمْ ..... اِلٰى قَوْلِهٖ رحمه الله : ''وَلَمْ يُفَرِّق تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى بَيْنَ الْخَائِفِ وَغَيْرِهٖ بَلْ أَخبَرَ تَعَالٰى أَنَّ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ خَوْفَ الدَّوَائِرِ ، وَهٰكَذَا هٰؤُلَاءِ الْمُرْتَدِّيْنَ''[37]

''اللہ رب العزت نے یہود و نصاریٰ کو دوست بنانے سے منع فرمایا ہے اور خبر دار کیا ہے کہ مسلمانو!یاد رکھو جو تم میں سے ان کو دوست اور حمایتی بنائے گا پھر وہ ان ہی میں شمار ہو گا،وہی معاملہ اس شخص کا بھی ہو گا اور جو یہود و نصاریٰ کے علاوہ کسی آگ پوجنے والے (زرتشت) کو دوست بنائے گا یا کسی بتوں کے پجاری(ہندو مت یا بدھ مت) کو دوست بنائے گا تو وہ ان مذہب والوں میں ہی شمار ہو گا۔''

---

36 تفسیر القرطبی:6/217

37 الرسالة الحادية عشرة من مجموعة التوحيد:338

شیخ سلیمان بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے دونوں کو ایک پلڑے میں ڈالتے ہوئے یہ فرق بھی بیان نہیں کیا کہ اگر بالفرض کوئی شخص ان کافروں سے کوئی خطرہ اور محسوس کرتا ہو تو پھر ان سے دوستی کرنا جائز اور درست ہے۔ بلکہ واضح الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خوف وخطرہ محسوس کرنے کے معاملے کو ان کے دلوں کی بیماری کہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ المائدۃ کی آیت:۵۲ میں یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ کافروں کے کسی نہ کسی شر کے خوف اور گردش زمانہ کے ڈر سے ان کے ساتھ دوستیاں کرتے ہیں۔ اگر یہ غور کرلیا جائے تو آج کے دور کے مرتدین اور منافقین کا بھی بالکل یہی حال اور یہی معاملہ ہے۔''

فسق وفجور سے کفر وارتداد کی طرف:

سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر: ۵۲ اور اس ضمن میں بیان کردہ علمائے تفسیر کی توضیحات وتشریحات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جو شخص کافروں سے دوستی کرتا ہے، مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرتا ہے یا مسلمانوں کے خلاف ہونے والی جنگ میں کافروں کا ساتھ دیتا ہے وہ کافر ومرتد ہے۔ اس سے بڑھ کر جو شخص باقاعدہ کافروں کے لشکروں اور فوجوں کا پارٹنر (partner) بنتا ہے، وہ فوجی قافلے اور لشکر جو اللہ کے دین کے ساتھ جنگ کرنے کے درپے ہیں اور اس دینِ اسلام سے اللہ کے بندوں کو روکنے کے ناپاک عزائم رکھتے ہیں۔ جن کی کاروائیوں میں حصہ لینے سے وہ کافروں کے کاغذوں اور فائلوں میں بڑے مفادات اور عالی شان پروٹوکولز بھی وصول کرتے ہیں۔ مجاہدین اسلام اور خالص العقیدہ مومنوں کے خلاف فوجی آپریشنوں کے عوض انعامات واعزازات بھی دیے جاتے ہیں۔ جو شخص بھی ان کافروں کا حامی ومددگار بنے گا۔ خواہ اس کی خاطر کتنی ہی مشقتیں اور تکلیفیں بھی اٹھائے۔ جہاد اور مجاہدین کے (بظاہر دہشت گردی کے) خلاف عالمی جنگ میں وہ اپنی زندگی کی تمام بہاریں ضائع کردے۔ وہ ان مشقتوں کو برداشت کرنے اور عمریں کھپانے کے باوجود اللہ رب العزت کے ہاں کافر ہی شمار ہوگا۔ ہر چند کہ وہ نمازیں پڑھے۔ روزے بھی رکھے اور یہ دعویٰ بھی کرے کہ میں مسلم ہوں۔ بھلاوہ کون سی چیز ہے جو ان منافقین ومرتدین کو کافروں سے دوستی پر، ان کافروں کی بے لوث اطاعت پر، مسلمانوں کے خلاف جنگ میں کافروں کا ساتھ دینے پر اور اللہ کے دین کے مجاہدوں اور غازیوں کے دشمنی پر برانگیختہ کرتی ہے۔ وہ چیز یہ ہے کہ کافروں کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم کرنے سے پہلے بھی وہ فسق وفجور والی زندگی گزار رہے تھے اور اللہ

رب العزت کی اطاعت وفرمانبرداری سے نکلے ہوئے تھے۔ (لہٰذا ترقی یافتہ ہوتے ہوئے وہ فاسق وفاجر سے مرتد وکافر کے درجے پر پہنچ گئے)

دلیل سوم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾ (المائدہ: 81)

"اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر، نبی ﷺ پر اور نبی پر جو (کلام) نازل کیا گیا ہے، اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے لیکن ان میں سے اکثر فاسق ہیں"

"ایمان اور کفار سے دوستی ایک دوسرے کی ضد ہیں":

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مذکورہ آیت کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"ذَكَرَ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالٰی جُمْلَةً شَرْطِيَّةً تَقْتَضِيْ أَنَّهٗ إِذَا وُجِدَ الشَّرْطُ وُجِدَ الْمَشْرُوْطُ بِحَرْفِ "لَوْ"۔ الَّتِيْ تَقْتَضِيْ مَعَ انْتِفَاءِ الشَّرْطِ اِنْتِفَاءِ الْمَشْرُوْطِ فَقَالَ﴿وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾فَدَلَّ عَلٰى أَنَّ الْإِيْمَانَ الْمَذْكُوْرَ يَنْفِي اتِّخَاذَهُمْ أَوْلِيَاءَ وَ يُضَادُّهٗ۔ وَلَا يَجْتَمِعُ الْإِيْمَانُ وَ اتِّخَاذُهُمْ أَوْلِيَاءَ فِي الْقَلْبِ ، فَدَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى أَنْ مَنِ اتَّخَذَهُمْ أَوْلِيَاءَ مَا فَعَلَ الْإِيْمَانَ الْوَاجِبَ مِنَ الْإِيْمَانِ بِاللهِ وَالنَّبِيِّ وَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ۔"[38]

"اللہ رب العزت نے مذکورہ بالا آیت میں جملہ شرطیہ ذکر فرمایا ہے۔ جملہ شرطیہ کے اندر ایک شرط ہوتی ہے اور ایک مشروط ہوتا ہے۔ جملہ شرطیہ کا تقاضا ہوتا ہے کہ جب شرط پائی جائے تو مشروط بھی پایا جائے۔ اگر شرط نہیں ہوگی تو مشروط بھی لازماً نہیں ہوگا۔ یہ جملہ عام طور پر حرف "لَو" سے بیان ہوتا ہے۔ اردو میں "لَو" کا معنی "اگر" کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ سورۃ المائدۃ کی آیت: ۸۱ میں فرماتے ہیں: "اور اگر انھیں اللہ تعالیٰ

38 مجموع الفتاوی: 7/17، نیز دیکھیے تفسیر ابن کثیر: 2/68، تفسیر ابی سعود: 3/71

پر، نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر اور جو نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف نازل کیا گیا ہے، اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے ۔لیکن اکثر ان میں سے فاسق ہیں۔" اس جملہ شرطیہ سے معلوم ہوا کہ اگر ان کے اندر واقعتاً ایمان کی کوئی رمق باقی ہوتی تو یہ کافروں کو اپنا دوست کیوں بناتے؟ یعنی ایمان اور کافروں سے دوستی ایک دوسرے کی ضد اور الٹ ہیں۔ اور دو متضاد چیزیں (یعنی ایک دوسرے کی بالکل الٹ چیزیں) اکٹھی ہو نہیں سکتیں۔"

لہٰذا یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دولتِ ایمان اور کافروں سے دوستی ایک دل میں اکٹھی ہو سکتی ہی نہیں۔ اگر دل میں دولت ایمان ہوگی تو کافروں سے دوستی نہیں ہوگی۔ اگر کافروں سے دوستی ہوگی تو دل میں دولت ایمان نہیں ہوگی۔ لہٰذا جو شخص کافروں کو دوست بنائے گا وہ ایمان کے لازمی تقاضوں کو کبھی پورا نہیں کر سکے گا جو اللہ پر، نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور نبی پر نازل ہونے والی وحی یعنی قرآن وحدیث پر ایمان لانے کے بعد ایک بندۂ مسلم پر لاگو ہوتے ہیں۔

مرتدین ارتداد سے پہلے بھی فاسق وفاجر ہوتے ہیں:

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبداللہ (آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ) مذکورہ آیت کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"ذَكَرَ سُبْحَانَهُ أَنَّ موَالَاةَ الْكُفَّارِ مُنَافِيَةٌ لِلْإِيمَانِ بِاللهِ وَ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَ مَا أُنْزِلَ اِلَيْهِ ثُمَّ أَخْبَرَ أَنَّ سَبَبَ ذٰلِكَ كَوْنُ كَثِيْرٍ مِنْهُمْ فَاسِقِيْنَ، وَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ مَنْ خَافَ الدَّوَائِرَ، وَ هٰكَذَا حَالُ كَثِيْرٍ مِّنْ هٰؤُلَاءِ الْمُرْتَدِّيْنَ قَبْلَ رِدَّتِهِمْ۔ كَثِيْرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُوْنَ فَجَرَّهُمْ ذٰلِكَ إِلٰى مُوَالَاةِ الْكُفَّارِ وَ الرِّدَّةِ عَنِ الْإِسْلَامِ (نعوذ باللہ من ذلك)[39]

"زیر تفسیر آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بات بیان فرمائی ہے کہ اگر کافروں سے دوستی ہے تو پھر اس دوستی کرنے والے کا نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے، نہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان ہے اور نہ ہی نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر نازل ہونے والی کلام اور وحی (یعنی قرآن وحدیث) پر ایمان ہے۔ پھر آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اس دوستی کا سبب بیان فرمایا ہے کہ دوستی سے پہلے ان نام نہاد مسلمانوں کی زندگیوں کا انداز یہ تھا کہ وہ پہلے ہی فاسق وفاجر اور اللہ ورسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے باغیوں والی زندگیاں گزار رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں سے دوستی کرنے والوں کو بے ایمان اور کافر کہتے ہوئے یہ بھی فرق بیان نہیں کیا کہ ہاں اگر ان کافروں کے حملے کا کوئی خوف یا حالات کی

39 مجموعة التوحيد: 51,50

نزاکت کا کوئی تقاضا ہو تو پھر کافروں سے دوستی جائز ومباح ہے۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ہمارے اس دور کے مرتدین کی بھی مرتد ہونے سے پہلے یہی حالت تھی کہ وہ فاسق وفاجر اور اللہ ورسول ﷺ کے باغیوں والی زندگیاں بسر کر رہے تھے۔ یہ طرز زندگی ان کو آہستہ آہستہ، دھیرے دھیرے، سبھجے سبھجے کافروں سے دوستی اور اسلام سے ارتداد کی انتہائی قبیح منزل کی طرف لے گیا۔"

شیخ سلیمان بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

"اِنَّهُ يَجِبُ عَلَى الْمُسْلِمُ أَنْ يَّعْلَمَ أَنَّ الله افْتَرَضَ عَلَيْهِ عَدَاوَةَ الْمُشْرِكِيْنَ وَعَدَمَ مُوَالَاتِهِمْ وَأَخْبَرَ أَنَّ ذٰلِكَ مِنْ شُرُوْطِ الاِيْمَانِ۔ وَنَفَى الاِيْمَانَ عَنْ مَنْ يُّوَادِّ مَنْ حَادَّ اللهَ وَرَسُوْلَه، وَلَوكَانَ أَقْرَبَ قَرِيْبٍ فِي النَّسَبِ [40]

"ہر بندۂ مسلم پر واجب اور لازم ہے کہ وہ اس بات کو جان لے کہ اللہ رب العالمین نے مشرکوں سے دشمنی اور بائیکاٹ کو فرض قرار دیا ہے۔ یہ بات بھی بیان کر دی ہے کہ کافروں اور مشرکوں سے دشمنی رکھنا اور دوستانہ تعلقات نہ رکھنا ایمان کی لازمی شرائط میں سے ایک بہت ہی اہم شرط ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس شخص کے ایمان کی نفی کی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی کرنے والے سے محبت قائم کرتا ہے اور یہ دشمنی کرنے والا خواہ کوئی بڑا ہی قریبی رشتہ دار اور عزیز ہی کیوں نہ ہو۔" [41]

دلیل چہارم:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

---

40 مجموعة التوحيد:51,50

41 "معلوم ہوا کہ وہ لوگ جو کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں اور ان سے دشمنی والے تعلقات پیدا نہیں کرتے وہ اللہ تعالیٰ کی کماحقہ عبادت نہیں کرتے اور وہ عبادت کے معاملے میں اللہ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اگر وہ واقعتاً اللہ تعالیٰ کی کماحقہ عبادت کرتے ہوتے تو اپنی پسندیدگی، محبت اور تعاون کی یقین دہانیاں اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور دین اسلام کے دشمنوں کو ہرگز نہ کراتے۔ وہ اللہ کے دشمن اور دین اسلام کے دشمن خواہ کافر ہوں، خواہ مشرک ہوں یا اسلام سے پھر جانے والے مرتد ہوں۔ جب کوئی کلمہ شریف پڑھنے والا کافروں کے ہر مطالبہ اور ڈیمانڈ کے سامنے خود کو سرنڈر کرتا جائے۔ ان سے اظہار محبت کرتا رہے، کفر پر ان سے مکمل آہنگی پیدا کرتا جائے۔، اپنے مال اسلحہ اور رائے کے ساتھ وہ ان کافروں سے تعاون کرے۔ کفر کی بنیاد پر ہی وہ ان کافروں کے تمام تحفظات واقدامات کی تائید کرتا رہے۔ مسلمانوں کے ساتھ اپنے تعلقات کو منقطع کرلے، یا پھر کافروں کے ساتھ اس کے تعلقات اور مراسم انتہائی گہرے اور پختہ ہوں۔ اس کے مقابلے میں مسلمانوں کے ساتھ اس کے تعلق ومراسم واجبی سے اور سطحی سے ہوں خوب سمجھ لینا چاہیے جس شخص کا مذکورہ بالا کردار وعمل ہو وہ "لَاالٰہَ اِلَّا اللہُ" کے مفہوم سے نکل گیا اور دین اسلام سے مرتد ہو چکا ہے۔ اس کا معاملہ عین کفر والا ہے۔ اس لیے کہ نظریہ وعمل، قول وکردار، حکم وفعل کے اعتبار سے وہ مشرکوں میں سے ہو چکا ہے۔ گویا لَاالٰہَ اِلَّا اللہُ کے تقاضوں کو ہرگز پورا نہیں کیا، کلمہ توحید جس چیز کی نفی کرتا ہے اس کی نفی کرنی اور جس چیز کو ثابت کرتا ہے اس کو ثابت کرنا چاہیے تھا۔ جب اس شخص کا معاملہ بالکل برعکس ہے۔ اس نے اس چیز کو عملاً ثابت کیا جس کی کلمۂ توحید "لَاالٰہَ اِلَّا اللہُ" نے نفی کی تھی اور اس چیز کی عملاً نفی کی جس چیز کو کلمہ توحید نے ثابت کیا تھا۔ لہٰذا ایسا شخص اپنی زبان سے چاہے دسیوں مرتبہ لَاالٰہَ اِلَّا اللہُ کا اقرار کرتا رہے اس کے اقرار کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ سچی بات اور اقرار وہ ہوتا ہے کہ عمل وکردار اس کی تائید وحمایت کرے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ﴾(آل عمران:100)

"اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کی کسی جماعت کی باتیں مانو گے تو وہ تمہارے ایمان لانے کے بعد تمہیں مرتد اور کافر بنادیں گے۔"

"تم اقرار کے باجود کافر ہو جاؤ گے"

شَيْخُ الْمُفَسِّرِيْن ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اس آیت کریمہ کی تفسیر وتشریح یہ ہے کہ:

"اے وہ لوگو! جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچے دل سے کلمہ پڑھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس اللہ کی طرف سے جو شریعت لے کے آئے، اس کا سچے دل سے اقرار کیا، اگر تم اہل تورات اور اہل انجیل کی کسی ایسی جماعت کی اطاعت وپیروی کرنے لگ جاؤ جو خود کو کتاب (الٰہی) کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ تم اگر ان کی ہر اس معاملے میں پیروی کرتے جاؤ جو وہ تم سے کہتے جائیں تو لازماً وہ تم کو گمراہ کردیں گے اور تم کو اسلام سے پھیر کر مرتد بنادیں گے۔ تم اپنے رب کی طرف سے لانے والے اور مبعوث کیے جانے والے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے باوجود اور اپنے پروردگار کی طرف سے آئی ہوئی شریعت کا اقرار کرنے کے باوجود کافر ہو جاؤ گے۔[42]

دلیل پنجم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ﴾(آل عمران:149)

"اے ایمان والو! اگر تم کافروں کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں ایڑیوں کے بل پلٹا دیں گے، یعنی تمہیں عنقریب مرتد بنادیں گے تم پھر نامراد ہو جاؤ گے"

42 تفسیر الطبری: 7/60، تفسیر القرطبی: 4/155، تفسیر ابی سعود: 2/63

محبتِ اغیار محرومی ایمان پر منتج ہے:

شَيْخُ الْمُفَسِّرِيْن امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''اے وہ لوگو!جو اللہ تعالیٰ کے تمام وعدوں کو ،اوامر اور نواہی کو سچا جانتے اور مانتے ہو!﴿اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے ﴿الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ سے یہود ونصاریٰ کے لوگ مراد لیے ہیں جنھوں نے پیغمبر آخر الزمان ختم الرسل جناب محمد ﷺ کی نبوت ورسالت کا انکار کیا۔اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:اگر تم ان یہودیوں اور عیسائیوں کی بات مانو گے۔یعنی جس بات کا وہ تمہیں حکم دیں تم فوراً بجالاؤ اور جس کام سے وہ تمہیں منع کر دیں تم اس سے فوراً باز آجاؤ۔اس معاملے میں تم ان کی رائے اور ان کے خیال کو قبول کرنے کو اپنے لیے اعزاز سمجھو اور ہر اس معاملے میں تم ان کی نصیحت کو قبول کر لو جس کے بارے میں وہ کافر ظاہر کرتے ہیں کہ وہ تمہارے خیر خواہ اور ہمدرد ہیں۔تو پھر یہ طرز عمل اور اطاعت گزاری ایمان لانے کے بعد (یعنی کلمہ پڑھنے کے باوجود) تمہیں مرتد بنادے گی۔بلکہ مسلمان ہونے کے باوجود یہ اطاعت گزار تمہیں اللہ تعالیٰ،اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کے انکار پر برانگیختہ کر دے گی۔۔بعد ازاں اس کالازمی اور بدیہی نتیجہ یہ برآمد ہوگا کہ ﴿فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ﴾ اپنے دین (یعنی اسلام) سے پھر جانے کی وجہ سے تم ہلاک اور برباد ہوجانے والے ہو جاؤ گے ،اپنے آپ کو گھاٹا اور نقصان پہنچا بیٹھو گے ،اپنے دین سے بہک جاؤ گے اور تمہادی دنیا بھی اور تمہاری آخرت بھی تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔

❁ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے ابن اسحاق کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ﴿فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْن﴾ کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے دین کے معاملے میں خسارا اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔

❁ اسی طرح امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے امام السُّدّی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ﴾ سے مراد ہے کہ ''اِنْ تُطِيْعُوْا أَبَا سُفْيَانَ يَرُدُّوْكُمْ كُفَّارًا'' (اگر تم نے ابوسفیان اور اس کے ماتحتوں اور حواریوں کی بات مان لی تو وہ ابوسفیان تم کو کافر بنادے گا۔[43]،[44]

[43] تفسیر الطبری:7/277,276

دلیل ششم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا﴾ (النساء:144)

"اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی صاف حجت قائم کرلو"

مومنوں کو چھوڑ کر ملت کفر کو تقویت نہ دو:

مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام طبری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

"اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کو ممانعت کی جارہی ہے کہ وہ اپنے اندر منافقین کے اوصاف واخلاق پیدا نہ کریں۔ کیونکہ منافق مومنوں کی بجائے کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ پھر منافق بھی اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دوستیاں رچانے کی بنیاد پر ان کافروں کی طرح ہی ہو جاتے ہیں۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: "اے ایمان لانے والو! کافروں سے دوستی نہ کرو، مومنوں کو چھوڑ کر ان کافروں کو مضبوط نہ بناؤ۔ اگر کوئی کلمہ پڑھنے والا مسلمان بھی یہ کرتوت اور حرکت کرے گا تو منافقوں کی طرح اس پر بھی جہنم کی آگ واجب ہو گی۔"

اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ ڈانٹتے ڈپٹتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "ایمان والوں میں سے جو شخص بھی کافروں کو اپنا دوست بنائے گا، مومنوں کو نظر انداز کرے گا، اگر کافروں کے ساتھ گہری محبت پیدا کرنے سے باز بھی نہیں آتا تو یہ واقعتاً اور حقیقتاً منافقین میں

---

[44] چونکہ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ پہلے پہل کفر کی زندگی میں تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کفر کے اس بہت بڑے امام، پیشوا اور لیڈر کو اسلام کی طرف آنے کی توفیق عطا فرمادی۔ الحمدللہ پھر اللہ نے ان کے ہاتھوں دین کے غلبہ میں بہت زیادہ کام بھی لیا۔ مذکورہ بیان ان کی حالتِ کفر کے پیش نظر اور کافروں کے بہت بڑے لیڈر ہونے کے حوالہ سے دیا جارہا ہے کہ "اگر تم ابوسفیان کی پیروی کروگے تو وہ تم کو بھی کافر بنادے گا۔"

سے ہی جاملتاہے۔وہ منافقین جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیاہے کہ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادے۔[45]

کفار سے دوستی منافقت کی واضح دلیل ہے:

مشہور مفسر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''اللہ رب العزت نے منافقوں کا حال بیان کرنے کے بعد سچے ایمان والوں کو کافروں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع فرمایاہے۔اس لیے کہ کافروں سے دوستی کرنا منافقوں کا وطیرہ اور ان کے دین کا حصہ ہے۔لہٰذا اے مسلمانو! تم ان کی مشابہت سے بچ جاؤ۔اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا﴾ کا معنی ہے کہ عذاب کے اندر مبتلا کرنے کے لیے واضح دلیل اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کو فراہم کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔اللہ تعالیٰ کے اس فرمان﴿أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا﴾ کی ایک تفسیر و تشریح یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ:''کیاتم اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے منافق ہونے کی واضح دلیل مہیا کرنا چاہتے ہو'' اس لئے کہ کافروں سے دوستی رچانا منافقت کی واضح ترین دلائل میں سے ہے۔[46]

دلیل ہفتم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (التوبة:23)

''اے ایمان والو!اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھیں۔تم میں سے جو بھی ان سے محبت رکھے گا وہ پورا گنہگار (ظالم) ہو گا''

45 تفسیر الطبری:36/29

46 ملاحظہ ہو روح المعانی للآلوسی:15/77، فتح القدیر للشوکانی:1/529، تفسیر ابی سعود: 2/246

مذکورہ بالا آیت کے بارے میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر:

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''اس آیت کا ظاہری حکم اور معنی تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کریمہ میں تمام مومنوں کو مخاطب کیا گیا ہے اس آیت کا حکم قیامت تک کے لیے باقی ہے (یعنی منسوخ نہیں ہوا) قیامت تک کے لیے یہ حکم ہے کہ مومنوں اور کافروں کے درمیان محبت ودوستی ہر گز جائز نہیں ہے۔

❁ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک فرماتے ہیں:

''قرآن مجید کی مذکورہ آیت کے آخری حصہ ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ کے بارے میں مفسر قرآن سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے:

هُوَ مُشْرِكٌ مِثْلُهُمْ ، لِأَنَّ مَنْ رَضِيَ بِالشِّرْكِ فَهُوَ مُشْرِكٌ[47]

''جو کسی کافر ومشرک سے دوستی کرے گا وہ ان کی طرح کا ہی مشرک ہو گا، اس لیے کہ جو شرک کو پسند کرتا ہے وہ بھی مشرک ہوتا ہے۔''

دلیل ثانی میں جو بات گزری تھی کہ بعض لوگوں نے غلطی کی بناء پر یہ سمجھا ہے کہ ''کوئی نام نہاد مسلمان اس وقت کافر ہو گا جب وہ دل سے کافروں کے دین ومذہب کو پسند کرنے لگ جائے اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے خلاف کسی کافر کی مدد ومعاونت کرتا ہے اور کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑائی کرتا ہے تو وہ کافر نہیں ہو گا۔ جب تک دل سے اس کافر کے دین کو پسند نہ کرے؟۔

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے پیش کردہ اس کلام اور گفتگو کی مزید کچھ وضاحت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پیش کردہ سابقہ کلام سے بھی ہو رہی ہے۔ اس لیے کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ یہ سمجھنا مبنی بر خطا ہے کہ کافروں سے دوستی کرنے والے کسی شخص کو کافر قرار دینے کے لیے ''رضائے قلبی''(دلی خوشنودی) کی شرط عائد کی جائے۔ بلکہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا قول سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے موقف کے مطابق بھی مسئلہ یوں ہی ہے کہ جو کسی کافر کے

[47] تفسیر القرطبی: 8/93-94، تفسیر فتح القدیر للشوکانی: 1/529 ، تفسیر أبی سعود: 2/246

ساتھ دوستانہ مراسم قائم کرے گا تو وہ اسی کی طرح کافر ہوا۔ کسی کافر سے دوستی کے ظاہری مراسم ہی اس کے دل کے اندر کی رضاورغبت کی دلیل سمجھے جائیں گے۔"

اقربا کی رضا کو بھی اللہ کی خوشنودی پر ترجیح دینا ناجائز ہے:

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبداللہ (آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ) مذکورہ بالا آیت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"فَفِي هٰذِهِ الْآيَةِ الْبَيَانُ الْوَاضِحُ أَنَّهُ لَا عُذْرَ لِأَحَدٍ فِي الْمُوَافَقَةِ عَلَى الْكُفْرِ خَوْفًا عَلَى الْأَمْوَالِ وَالْآبَاءِ وَالْأَبْنَاءِ وَالْأَزْوَاجِ۔ مِمَّا يَعْتَذِرُ بِهِ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ إِذَا لَمْ يُرَخِص لِأَحَدٍ فِي مُوَدَّتِهِمْ وَ اتِّخَاذِهِمْ أَوْلِيَاءَ خَوْفًا مِنْهُمْ وَإِيْثَارًا لِمَرْضَاتِهِمْ، فَكَيْفَ بِمَنِ اتَّخَذَ الْأَبَاعِدَ أَوْلِيَاءَ وَ أَصْحَابَ وَأَظْهَرَلَهُمُ الْمُوَافِقَةَ عَلٰى دِيْنِهِمْ خَوْفًا عَلٰى بَعْضِ هٰذِهِ الْأُمُوْرِ وَ مَحَبَّةٍ لَهَا، وَمِنَ العَجَبِ اِسْتِحْسَانُهُمْ لِذٰلِكَ وَاسْتِحلَالَهُمْ لَهُ فَجَمَعُوْا مَعَ الرِّدَّةِ اسْتِحْلَالَ الْمُحَرَّمِ"[48]

"اس آیت کریمہ میں اس بات کا واضح بیان موجود ہے کہ کسی بھی فرد وبشر کے لیے جائز ومباح نہیں ہے کہ وہ کافروں کی موافقت اور مطابقت اختیار کرے۔ کسی شخص کو اگرچہ اپنے مال ودولت، آباء اجداد اور اہل وعیال کے ضائع ہونے اور بچھڑ جانے کا اندیشہ بھی دامن گیر ہو تو پھر بھی کافروں کی ہاں میں ہاں ملانا جائز نہیں۔ باوجود اس حقیقت کے کہ ان معاملات میں انسانوں کی اکثریت بے بس اور معذور ہو جاتی ہے۔ جب اللہ رب العزت نے ان جیسے قریبی رشتہ داروں سے ان کے کافر ہونے کی صورت میں محبت ودوستی کرنے کی رخصت واجازت مرحمت نہیں فرمائی۔ اپنے ان کا کافر قریبی اور نسبی اعزہ واقارب کی خوشنودی اور رضاء کو اللہ کی رضاء اور خوشنودی پر فوقیت دینے کی اجازت نہیں دی۔ تو دور دور کے تعلقات اور مراسم والوں کو دوست اور ساتھی بنانے کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے؟ دور دور کے رشتہ داروں اور تعلق داروں میں سے بعض کے کھو جانے اور بچھڑ جانے کے خوف کی وجہ سے ان کے کفریہ عقائد ونظریات کے ساتھ موافقت اور محبت کس طرح جائز ہو سکتی ہے؟ انتہائی تعجب انگیز اور حیران کن معاملہ ان لوگوں کا ہے جو ان کافروں کے پروگراموں، کاروائیوں، ایجنڈوں کے لیے جائز اور حلال ہونے کی سند بھی عطا کر دیتے ہیں۔ اس طرح گویا دہرے جرم کا ارتکاب کر

48 الرسالة الحادية عشرة من مجموعة التوحيد: ۳۵۲

گزرتے ہیں۔ایک جرم ان کے مرتد ہونے کا اور دوسرا جرم اللہ کی طرف سے ایک حرام کردہ چیز کو حلال قرار دینے کا۔"

آپ کہاں کھڑے ہیں؟:

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن بن حسن (آل شیخ) بیان فرماتے ہیں:

"اَلْأَمْرُ الثَّالِثُ مِنْ نَوَاقِضِ الاِسْلَامِ مُوَالَاةُ الْمُشْرِكُ وَالرَّكُونُ اِلَيْهِ وَ نُصْرَتُهُ ، وَاِعَانَتُهُ بِالْيَدِ أَو اللِّسَانِ أَوْ بِالْمَالِ ، كَمَا قَالَ تَعَالىٰ: ﴿فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكَافِرِيْنَ﴾ وَ قَال تَعَالىٰ: ﴿رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِلْمُجْرِمِيْنَ﴾ وَ قَالَ تَعَالىٰ : ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ وَ هٰذَا خِطَابٌ مِنَ اللهِ تَعَالىٰ لِلْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ ، فَانْظُرْ أَيُّهَا السَّامِعُ أَيْنَ تَقَعُ و مِنْ هٰذَا الْخِطَابِ وَحُكْمِ هٰذِهِ الآيٰتِ"[49]

"کسی مسلمان کے اسلام کو ختم کرنے والی اور دین اسلام سے خارج کرنے والی تیسری چیز "کسی مشرک سے دوستی کرنا،کسی مشرک کی طرف مائل ہونا۔کسی مشرک کی مدد کرنا اور کسی مشرک کا اپنے ہاتھ،زبان یا مال کے ساتھ تعاون کرنا" ہے۔اللہ تعالیٰ سورۃ القصص کی آیت:۸۶ میں ارشاد فرماتے ہیں:"آپ کو ہرگز کافروں کا مددگار نہیں ہونا چاہیے"اسی طرح سورۃ القصص کی آیت:۱۷میں موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ انھوں نے اپنے اللہ سے یہ وعدہ کیا تھا:[50]"(موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے:اے میرے رب!جیسے تونے مجھ پر یہ کرم کیا فرمایا ہے کہ (میرا جرم معاف کردیا ہے) میں اب کبھی بھی کسی گنہگار اور مجرم کا مددگار نہ بنوں گا۔اس سے ملتی جلتی بات ہی اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ کی اس زیر تفسیر آیت:۲۳کے آخری حصہ میں ارشاد فرمائی ہے:"اور تم میں سے جو بھی ان کافروں سے محبت کرے گا وہ پورا پورا گنہگار ہو گا"اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت کی طرف سے امت محمدیہ کے تمام مومنوں سے خطاب کیا گیا ہے کہ اس کے بعد ہر پڑھنے والا اور سننے والا اپنے

---

49 المورد العذب الزلال فی کشف شبهة أهل الضلال: 291

50 سورۃ القصص میں اللہ رب العزت نے موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بڑی تفصیل اور وضاحت سے بیان فرمایا ہے موسیٰ علیہ السلام نے مصر کے اندر دو آدمیوں کو باہم لڑتے جھگڑتے دیکھا۔ان میں ایک قبطی یعنی فرعون کے خاندان سے تھا اور دوسرا بنی اسرائیل سے رکھتا تھا۔بنی اسرائیل کے فرد نے موسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لیے آواز دی۔موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں کے پاس جاکر اس قبطی کو ایک گھونسا دے مارا،وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے فوراً اس جرم کی معافی طلب کی کہ یہ جو میرے ہاتھوں "قتل خطا" کا جرم سرزد ہوا ہے۔یا اللہ!اس کو معاف کردے۔اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا۔اپنے اس جرم کی معافی کے بعد آئندہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے ایک وعدہ وعہد کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے اس وعدہ کا تذکرہ سورۃ القصص کی مذکورہ بالا آیت:۱۷میں فرمایا ہے۔

اپنے گریبان میں نظر ڈال کر جائزہ لے کہ میں کہاں کھڑا ہوں؟ کتنے پانی میں ہوں، ان آیات قرآنیہ کے حوالہ سے میرا کیا حال اور معاملہ ہے؟ (شیخ عبد الرحمن بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس کا ترجمہ یہاں مکمل ہوا)

دلیل ہشتم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ إِنَّ اللهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا﴾ (النساء:140)

"اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو۔ جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں۔ (ورنہ) تم بھی اس وقت انہیں جیسے ہو گے یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے"

آیات کے استہزاء پر چپ رہنا بھی جرم ہے:

شَيْخُ الْمُفَسِّرِيْن امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

"اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ﴾ کا معنی یہ ہے کہ اگر تم ایسے لوگوں کے ساتھ مجلس اختیار کرو جو اللہ تعالیٰ کے قرآن کی آیات کا انکار کر رہے ہوں۔ قرآن کی آیات وتعلیمات کا مذاق اڑا رہے ہوں اور تم وہاں تماشائی بن کر بیٹھے رہو تو پھر تم بھی ان کی طرح ہی ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم اس حالت میں بھی ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہو۔ وہاں سے اٹھ کر جا نہیں رہے حالانکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار واستہزاء کر رہے ہیں تو پھر ان کے اس فعل وعمل میں تم اور وہ برابر ہیں۔ برابر اس لیے کہ وہاں اللہ کی آیتوں کا انکار ہو رہا تھا اور مذاق اڑایا جا رہا تھا اور تم وہاں بیٹھنے کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کر رہے تھے۔ جب کہ وہ کافر اللہ کے قرآن کی آیات وہدایات کا انکار کر کے اور مذاق اڑا کر اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب

کررہے تھے۔لہٰذا تم نے بھی ویسی ہی نافرمانی کا ارتکاب کیا جیسی نافرمانی کا ارتکاب انھوں نے کیا۔اس وجہ سے اللہ کے منع کردہ حکم کو بجالانے میں برابر ٹھہرے۔"[51]　　(امام طبری رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ یہاں مکمل ہوا)

خاموشی بھی تائید ہے:

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کے حوالے سے یوں تفسیر بیان کرتے ہیں:

"جب تم نے اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے حکم کا ارتکاب کیا۔حالانکہ اللہ تعالیٰ کا وہ حکم تم تک پہنچ چکا تھا۔منع کیے ہوئے حکم کا ارتکاب یوں کیا کہ تم ان کافروں کے ساتھ ایسی جگہ بیٹھے رہے جہاں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار ہورہا تھا اور اس کے قرآن کی آیتوں کا مذاق اڑایا جارہا تھا۔قرآن کے احکامات میں کیڑے نکالے جارہے تھے۔ان کی اہمیت و مرتبہ کو گھٹایا جارہا تھا تم وہاں بیٹھے ان باتوں کی تصدیق و تائید کرتے رہے تو گویا تم ان کے جرم میں برابر کے شریک تھے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں ارشاد فرماتے ہیں:﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ﴾"یعنی تم اس وقت ان کی طرح ہی ہوتے ہو"

مذکورہ آیت کی تفسیر ہی میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت:۱۴۰ کے آخری حصہ میں جو یہ ارشاد فرمایا کہ ﴿إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا﴾"اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو جہنم کی آگ میں جمع کرنے والا ہے"یعنی جس طرح دنیا کے اندر منافق کافروں کے ساتھ مجالس میں شریک ہوتے تھے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ اب ان منافقوں کو جہنم کے ازلی وابدی عذاب کے اندر بھی کافروں کے ساتھ شریک کرے گا۔اس طرح اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو جہنم جیسی سزا گاہ میں اکھٹا کرے گا۔لہٰذا سزا سہنے میں، عذاب الٰہی کے اندر مبتلا ہونے میں، قید وبند کی سزا برداشت کرنے میں، طوق اور بیڑیاں پہننے میں، گرم کھولتے ہوئے پانی کے پینے میں اور کچ لہو اور پیپ کے پینے میں سب منافق اور کافر اکھٹے ہوں گے۔یہ گندی پیپ اور کچ لہو بڑا ہی بدشکل اور بدمزا ہو گا۔جہنم کا یہ پانی صاف ستھرا نہیں ہو گا۔(حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)[52]

---

[51] تفسیر الطبری:322,320/9

[52] تفسیر ابن کثیر:۱/۵۶۷،۵۶۶۔مطبوعۃ دار المعرفۃ۔بیروت

کفر کو پسند کرنا بھی کفر ہے:

"علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:
"مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان تمام لوگوں کو خطاب کیا جارہا ہے جو ایمان کا دعوٰی اور اظہار کرتے ہیں۔ خواہ وہ مخلص مسلمان ہوں یا منافق اس لیے کہ جو بھی ایمان کا دعوٰی اور اظہار کرنے والا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ کتاب اللہ کے احکامات کی بجاآوری کرے۔ منافقوں کی یہ عام عادت تھی کہ وہ یہودیوں کے بڑے بڑے علماء کی مجلسوں میں بیٹھا کرتے تھے۔ اپنی مجلس میں یہودی علماء قرآن کی آیات کا مذاق اڑاتے تھے۔ تو اس تناظر میں اللہ رب العزت نے اس آیت میں ارشاد فرمایا: ﴿إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا﴾ ("یعنی جب تم اللہ کی آیات کے ساتھ ہونے والے انکار اور استہزاء کو سنو۔") اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سننے کا تعلق ڈائریکٹ آیات کے ساتھ جوڑا ہے "کہ جب تم سنو اللہ کی آیات کو۔" جبکہ اس سے مراد ہے کہ جب تم اللہ کی آیات کے ساتھ ہوتے ہوئے انکار اور استہزاء کو سنو۔ یہ انداز کلام زیاد موثر اور جاندار ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ جیسے عربی زبان میں یہ جملہ کہا جاتا ہے: "سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ يُلَامُ" اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے عبداللہ کے بارے میں ہونے والی ملامت کو سنا۔ یہ معنی نہیں کہ میں نے عبداللہ کو سنا۔ نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ﴾ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ آیات الٰہی کے ساتھ کفر واستہزاء کررہے ہوں تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو۔ یہاں تک کہ وہ اس کفر واستہزاء کے علاوہ کوئی اور بات شروع کریں۔ اس کام کا نتیجہ بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ﴾ بلاشبہ اس وقت تم ان کی طرح ہو جاؤ گے۔"

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ گنہگاروں اور بدکرداروں سے اجتناب اور پہلو تہی واجب ہے۔ خاص طور پر اس وقت جب وہ کسی گناہ کا ارتکاب کررہے ہوں۔ اس لیے کہ جو ایسی مجلس اور ایسے لوگوں سے پہلو تہی اختیار نہیں کرے گا وہ ان کے عمل کو پسند کرنے والا شمار ہو گا۔ یہ اسلام کا اصول ہے کہ "الرِّضَاءُ بِالْكُفْرِ كُفْرٌ" یعنی کفر کو پسند کرنا بھی کفر ہے۔ یہ اصول اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہورہا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ﴾ "اس وقت تم ان کی طرح ہی شمار کیے جاؤ گے۔" لہٰذا ہر وہ شخص جو کسی نافرمانی والی مجلس کو اختیار کرتا ہے۔ وہاں بیٹھ کر وہ ان لوگوں کے ساتھ برے عمل پر کوئی تنقید اور ملامت نہیں کرتا تو وہ گناہ میں برابر کا حصے دار ہوتا ہے۔ کسی بری مجلس میں اہل معاصی

کے ساتھ بیٹھنے والے کے لیے یہی مناسب تھا کہ جب وہ کوئی نافرمانی کی بات کر رہے تھے تو ان کو منع کرتا اور اس بری بات سے روکتا۔ اگر ان کو روکنے اور منع کرنے کی طاقت اس کے پاس نہیں تھی تو وہاں سے فوراً اٹھ کر نکل آتا۔ تاکہ وہ اس آیت میں بیان ہونے والے ایک جیسے دو طبقوں میں شمار نہ ہوتا۔"

جناب عمر بن عبد العزیز کا پر مزاح تبصرہ:

"مشہور اموی خلیفہ جناب عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مروی ہے کہ: انہوں نے اپنی انتظامیہ کے ذریعے اچانک چھاپہ مار کر رنگے ہاتھوں چند لوگوں کو گرفتار کیا جو شراب پینے والے تھے۔ ان میں سے ایک شخص کے متعلق پتہ چلا کہ یہ تو روزہ دار (صائم) تھا۔ اس موقع پر جناب عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ادب و مزاح کی حس بیدار ہوئی، فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ﴾ "تم اس وقت ویسے ہی سمجھے جاؤ گے جیسے وہاں دیگر افراد سمجھے جائیں گے۔"

اسی آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نافرمانی کو پسند کرنا بھی نافرمانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی برے کام کا ارتکاب کرنے والا قابل گرفت اور قابل مؤاخذہ ہو گا تو برے کام کو پسند کرنے والا بھی قابل گرفت ہو گا۔ دونوں کو گناہ کی ایک جیسی سزا اللہ کی طرف سے دی جائے گی۔ یہاں تک کہ وہ سب کے سب ہلاک کر دیے جاتے ہیں۔ یہ مماثلت اور موافقت اگرچہ تمام صفات واجزاء میں نہیں ہوتی لیکن صرف ظاہری طور پر کچھ میل جول اور ساتھ دینے کی وجہ سے بھی یہ مماثلت اور موافقت قائم ہو سکتی ہے۔ جیسے کسی شاعر کے کلام کا ایک مصرعہ ہے:

فَكُلٌّ　قَرِيْنٍ　بِالْمُقَارَنَ　يَقْتَدِي

"ہر دوست اپنے دوست کی پیروی اور اقتداء کرتا ہے۔"[53]

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اہل معاصی (بدکرداروں اور گنہگاروں سے پہلو تہی اور علیحدگی اختیار کرنا واجب اور ضروری ہے۔ تو پھر اہل بدعت و شرک سے اور خواہشات نفس کے پیروکاروں سے اجتناب تو اس سے بھی کہیں زیادہ ضروری واجب ہے۔"[54]　　(امام قرطبی کے اقتباس کا ترجمہ یہاں مکمل ہوا)

[53] ہمارے ہاں اردو زبان میں یہ مثل مشہور ہے کہ "خربوزے سے خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔"

کفر وارتداد کے دو درجے: ادنیٰ اور اعلیٰ:

یہاں یہ قابل غور ہے کہ جب اللہ رب العزت نے ایسے شخص کو کافروں کی طرح کافر شمار کیا ہے جو کافروں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے جو اللہ کی آیات کا انکار کرتے اور اللہ کی آیات کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے، مجلس اور صحبت اختیار کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کا وہی حکم اور معاملہ ہے جو ان کافروں کا ہے۔ قیامت کے دن یہ ایک جگہ جمع کیے جائیں گے جب اس شخص کا معاملہ یہ ہے تو اس شخص کا کیا معاملہ ہوگا جو قدرت واختیار سے، دل کی رضا اور چاہت سے ایسے لوگوں کی طرف کشاں کشاں، فرحاں فرحاں اور کھنچا کھنچا جاتا ہے جو اللہ کی آیتوں کا انکار بھی کرتے ہیں اور ان کا مذاق بھی اڑاتے ہیں پھر یہ ان کافروں کے ساتھ مل کر ان کے پروگراموں، ایجنڈوں اور مفادات کی تکمیل میں مسلمانوں کو طرح طرح کی آزمائشوں اور فتنوں میں مبتلا کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے برحق اور سچے دین "دین اسلام" کے راستے میں رکاوٹیں اور دیواریں بھی حائل کرتے ہیں، مسلمانوں کی عزتوں، ناموسوں اور حرمتوں کو پامال کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو ان کے رب کے راستے سے روکنے کے لیے تمام تر اقدامات کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے دین کو، اس کی شریعت کو اور زمین پر نازل ہونے والے اللہ کے احکامات کو ختم کرنے کے لیے دن رات کوشاں ہیں۔ اپنے خود ساختہ (self-made) اور کافرانہ قوانین کو اللہ رب العزت کی کی شریعت کی جگہ نافذ کرنے کے درپے ہیں۔ یہ سب کچھ وہ اپنے ان آقاؤں اور لیڈروں کی خوشنودی اور ایماء پر کرتے ہیں جو ان کو امریکی پارلیمنٹ کی جماعت "کانگریس" یا برطانوی پارلیمنٹ کی جماعت "مجلس عموم" یا روسی پارلیمنٹ کی حکمران جماعت "کرملین" کی طرف سے موصول اور صادر ہوتے ہیں۔

موجودہ حالات میں علماء کی اصل ذمہ داری:

یہ بات بلا خوف وتردید کہی جاسکتی ہے کہ ایسے لوگ کفر میں کہیں زیادہ بڑھے ہوئے ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جن کا تذکرہ اللہ رب العالمین نے سورۃ النساء کی زیر تفسیر آیت: ۱۴۰ میں فرمایا ہے۔ ان لوگوں کا یہ عذر بھی بے فائدہ اور لایعنی ہوگا کہ ہم نے یہ سب کچھ کافروں کی قوت اور طاقت کے خوف سے اور ان کے مکر اور ان کی چال سے بچنے کے لیے کیا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی عذر کو قابل التفات اور قابل قبول نہیں سمجھا۔ سوائے اس شخص کے جو انتہائی درجہ کی مجبوری، بے بسی اور ناچاری میں ہو۔ جس مجبوری، ناچاری اور جبر واکراہ کی وضاحت اہل علم کے مستند کلام کے حوالے سے اسی مسئلہ کی "دلیل اوّل" میں گزر چکی

---

[54] تفسیرالقرطبی: 5/417-418

ہے۔کسی شخص کو یہ بات زیب نہیں دیتی ہے کہ وہ ان کافروں اور ان کافروں کے اقدامات کا دفاع کرتا پھرے۔خاص طور پر ایسے شخص کو تو بالکل زیب نہیں جو اہل علم میں شمار ہوتا ہے، جسے قرآن وسنت اور شریعت الٰہی کے علم سے بہرہ ور اور نور سے منور تصور کیا جاتا ہے۔

درحقیقت یہی علماء لوگوں کے اصل قائد، لیڈر اور سیاستدان ہونے کے حقدار ہیں۔اہل علم حضرات پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان کافروں کو اور ان کی مکروہ سازشوں کو بے نقاب کریں۔ان کے ایجنڈوں اور درپردہ گھناؤنی چالوں کو عوام الناس کے سامنے واضح کریں۔لوگوں کو جہاد کے میدانوں کی طرف رہنمائی کریں اور انھیں جہاد فی سبیل اللہ کی طرف کھینچ کھینچ کر لے کر آئیں۔

علماء کرام اور مذہبی قائدین جب تک یہ کار خیر اور اپنی اصل ذمہ داری ادا نہیں کریں گے اس وقت تک نہ تو صحیح معنوں میں قیادت وسیادت کے حق دار ہیں اور نہ یہ لوگوں کے درمیان سربرآوردہ شخصیات ہی بن سکتے ہیں اور نہ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اچھی تعریف اور خوشنودی کے حق دار ہی قرار پاسکتے ہیں۔

دلیل نہم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (المجادلة:22)

''اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے۔گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے قبیلے کے (عزیز) ہی کیوں نہ ہوں۔یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے۔جن کی تائید اپنی روح (یعنی خاص نصرت اور نور ایمان) سے کی ہے۔اور جنھیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں

بہہ رہی ہیں۔ جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے خوش ہیں۔ یہ اللہ کی جماعت (پارٹی اور گروہ) ہے آگاہ رہو! بلاشبہ اللہ کی جماعت والے ہی کامیاب لوگ ہیں"

حبِّ کفار سے معمور دل محبت الٰہی سے دور ہوتا ہے:

مذکورہ آیت کی تفسیر وتشریح کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

فَأَخْبَرَ أَنَّكَ لَا تَجِدُ مُؤمِنًا يُوَادُّ الْمُحَادِّينَ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ، فَاِنَّ نَفْسَ الِايْمَانِ يُنَافِيْ أَحَدُ الضِّدَّيْنِ الْآخَرَ، فَاِذَا وُجِدَ الِايْمَانُ انْتَفٰى ضِدُّهٗ وَ هُوَ مُوَالَاةُ أَعْدَاءِ اللّٰهِ ۔ فَاِذَا كَانَ الرَّجُلُ يُوَالِي أَعْدَاءَ اللّٰهِ بِقَلْبِهٖ كَانَ ذٰلِكَ دَلِيلًا عَلٰى أَنَّ قَلْبَهٗ لَيْسَ فِيْهِ الِايْمَانُ الوَجِبُ ۔ وَ مِثْلُهٗ قَوْلُهٗ تَعَالٰى فِي الْآيَةِ الْأُخْرٰى : ﴿ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ فِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ وَ لَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِيِّ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَّلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ (المائدۃ=۵:۸۰،۸۱) فَذَكَرَ جُمْلَةً شَرْطِيَّةً تَقْتَضِي أَنَّهٗ اِذَا وُجِدَ الشَّرْطِ انْتِفَاءَ الْمَشْرُوْطُ بِحَرْفِ (لَوْ) الَّتِيْ تَقْتَضِيْ مَعَ انْتِفَاءِ الشَّرْطِ انْتِفَاءَ الْمَشْرُوْط ، فَقَالَ: ﴿وَ لَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِيِّ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَّلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ فَدَلَّ عَلٰى أَنَّ الْاِيْمَانَ الْمَذْكُوْرَ يَنْفِيْ اتِّخَاذَهُمْ اَوْلِيَاءَ وَ يُضَادُّهٗ وَ لَا يَجْتَمِعُ الِايْمَانُ وَ اتِّخَاذُهُمْ أَوْلِيَاءَ فِي الْقَلْبِ ۔ وَدَلَّ ذٰلِكَ أَنَّ مَنِ اتَّخَذَهُمْ أَوْلِيَاءَ مَا فَعَلَ الِايْمَانَ الْوَاجِبَ مِنَ الِايْمَانِ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ اِلَيهِ" [55]

"اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتائی ہے کہ آپ کوئی ایسا بندۂ مومن نہیں پائیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالفین سے محبت کرتا ہو۔اس لیے کہ ایک بندۂ مومن کا حقیقی ایمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کسی مخالف (کافر ومشرک) سے محبت ومودّت کی نفی کرتا ہے۔ جس طرح دو متضاد چیزیں ایک دوسرے کی وجود کی نفی کرتی ہیں۔ (جہاں پانی ہوتا ہے وہاں آگ نہیں ہوتی۔ جہاں عروج ہوتا ہے وہاں پستی نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ چیزیں ایک دوسرے کی متضاد اور مقابل ہیں۔) اس مسلم حقیقت سے معلوم ہوا کہ جس کسی بندۂ مومن کے دل میں ایمان ہو گا۔ تو پھر اس دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں سے محبت

55 مجموع الفتاوی 7/17، نیز ملاحظہ ہو تفسیر الطبری: 28/27 ، تفسیر القرطبی: 7/9,7,3 ۔ تفسیر ابن کثیر: 4/330

نہیں ہوسکتی۔ علیٰ ہذا القیاس جب کوئی شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کے دشمنوں سے محبت کی پینگیں بڑھاتا ہوگا تو اس کا یہ عمل خود بخود اس بات کی دلیل ہوگا کہ اس کا دل اس حقیقی ایمان سے خالی ہے جو ایمان اللہ رب العالمین کے ہاں کامیابی دلا سکتا ہے۔

اسی فرمان کی طرح قرآن مجید میں ایک اور مقام پر سورۃ المائدہ کی آیات:۸۰،۸۱ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "ان (اہل کتاب) میں سے بہت سے لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں۔ جو کچھ انھوں نے اپنے لیے آگے بھیج رکھا ہے وہ بہت برا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوگا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے، اگر انھیں اللہ تعالیٰ پر اور نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر اور جو کچھ اس (نبی) پر نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے۔ لیکن ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔" اللہ رب العزت نے مذکورہ بالا آیت میں جملہ شرطیہ بیان فرمایا ہے۔ جملہ شرطیہ کے بارے میں یہ اصول ہے کہ اس میں ایک شرط ہوتی ہے اور ایک جزاء (مشروط) ہوتی ہے۔ اگر شرط ہو تو مشروط ہوتا ہے اگر شرط نہ ہو تو مشروط نہیں ہوتا۔ یہ جملہ عام طور پر لغت عربی میں حرف "لَوْ" سے بیان کیا جاتا ہے اردو زبان میں حرف "لَوْ" کا معنیٰ "اگر" ہوتا ہے۔

سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر:۸۱ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اور اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر، نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر اور جو کچھ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر نازل ہوا ہے اس پر ایمان ہوتا تو کافروں سے دوستیاں نہ لگاتے، لیکن ان میں سے اکثر فاسق ہیں" اس جملہ شرطیہ سے معلوم ہوا کہ اگر ان کے اندر واقعتاً ایمان ہوتا تو یہ کافروں کو اپنا دوست نہ بناتے۔ یعنی ایمان اور کافروں سے دوستی ایک دوسرے کی ضد اور دو مقابل چیزیں ہیں۔ اور ایک دوسرے کے دو بالکل الٹ یعنی متضاد چیزیں کبھی اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا اللہ اور رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان اور کافروں سے دوستی کبھی ایک میں اکٹھی نہیں ہو سکتی۔ اگر کافروں سے دوستی ہے تو دل میں ایمان نہیں، اگر دل میں ایمان ہے تو کافروں سے دوستی نہیں ہوگی۔ لہٰذا جو کافر کو دوست بنائے گا وہ ایمان کے ان لازمی تقاضوں کو کبھی پورا نہیں کر سکے گا۔ جو اللہ تعالیٰ پر نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر اور نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر نازل ہونے والی شریعت پر ایمان لانے کے بعد ایک مسلمان پر لاگو ہوتے ہیں۔" (امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی گذشتہ کلام سے جو بات عرض گزار کی گئی اس کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ظاہر وباطن کے باہمی تعلق یگانت کو تسلیم کرنا لازم وضروری ہے۔جو شخص کافروں سے دوستی کرتا ہے اور مومنوں کے خلاف کافروں کی مدد اور تعاون کرتا ہے وہ ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی گویا اندرونی اور بیرونی ہر اعتبار سے کافر ہے ۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں۔جب کوئی کفار ومشرکین سے دوستی کرے گا تو اس کا یہ دوستی کرنا اس بات کو واضح کرے گا کہ اس کا دل ایمان سے فارغ اور خالی ہو چکا ہے۔

آگ اور پانی کا اکٹھ ناممکن ہے:

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبد اللہ (آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ) مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" فَأَخْبَرَ تَعَالٰی أَنَّكَ لَا تَجِدُ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّ مَنْ حَادَّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانَ أَقْرَبَ قَرِيْبٍ۔ وَ أَنَّ هٰذَا مُنَافٍ لِلْإِيْمَانِ مُضَادٍ لَهٗ لَا يَجْتَمِعُ هُوَ وَالْإِيْمَانُ إِلَّا كَمَا يَجْتَمِعُ الْمَاءُ وَالنَّارُ "(الرسالة الحادية عشرة من مجموعة التوحيد)

"اللہ رب العزت نے اس بات کی ہمیں خبر دی ہے کہ آپ کوئی ایسا شخص نہیں پائیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان بھی رکھتا ہو پھر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دشمنی اور مخالفت رکھنے والے سے بھی محبت کرتا ہو۔اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالفت اور دشمنی کرنے والا چاہے ان کا کوئی بڑا ہی قریبی عزیز اور رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان کفار ومشرکین کے ساتھ دوستی کی نقیض اور ضد(Opposite)ہے۔لہٰذا اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان اور کفار اور مشرکین سے دوستی کبھی ایک دل میں جمع ہو سکتی ہی نہیں۔بالکل اسی طرح جس طرح پانی اور آگ کا اکٹھا ہونا محال اور ناممکنات میں سے ہے۔"

دلیل دہم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَى لَهُمْ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ وَاللهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ﴾(سورۃ محمد:26,25)

”جو لوگ اپنی پیٹھ کے بل الٹے پھر گئے اس کے بعد کہ ان کے لیے ہدایت واضح ہو چکی یقینا شیطان نے ان کے لیے (ان کے برے اعمال کو) مزین کر دیا ہے اور انھیں ڈھیل دلار کھی ہے، یہ اس لیے کہ انہوں نے ان لوگوں سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کو برا سمجھا، یہ کہا کہ ہم بھی عنقریب بعض کاموں میں تمہارا کہا مانیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدہ باتیں خوب جانتا ہے“

محبانِ کفار سے فرشتوں کا سلوک:

مذکورۃ الصدر دو آیتوں کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

۞ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى﴾ کا مطلب یہ ہے کہ بلاشبہ وہ لوگ اپنی ایڑھیوں کے بل الٹے قدموں پیچھے (حالت کفر میں) پلٹ گئے، وہ گویا کافر ہو گئے۔ انتہائی افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ یہ اس وقت حالت کفر میں واپس پلٹے جب دین حق اور صراطِ مستقیم ان لوگوں کے لیے بالکل واضح ہو گیا۔ انہوں نے واضح دلیل کو کھلی آنکھوں سے پہچان بھی لیا۔ پھر انہوں نے جانتے بوجھتے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دے دی۔ صرف اور صرف اللہ کے حکم سے عناد اور بغض رکھتے ہوئے۔

۞ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”شیطان ملعون نے ان کے لیے ان کے ارتداد) اسلام سے پھر جانے) کو بہت ہی خوبصورت اور مزین کر کے دکھا دیا ہے۔ اپنی ایڑیوں پر پھر جانے والے اور اسلام سے انحراف کرنے والے یہ وہ بدبخت لوگ تھے، جنہیں حقیقت حال معلوم ہو چکی تھی کہ سچا مذہب صرف اور صرف ”دین اسلام“ ہے۔

۞ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ﴾ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کو مہلت دے رکھی ہے اور ان کو کھلا چھوڑا ہوا ہے۔ جبکہ شیطان نے ان کے لیے ان کے امور و معاملات کو بہت خوبصورت بنا کر پیش کیا ہوا ہے۔ اس صورت حال میں اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق ہی عطا نہیں کی کہ وہ ہدایت کو قبول کریں۔ ان کا بہت بڑا جرم یہ ہے کہ ان منافقوں نے ان کافر لوگوں سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی اور شریعت (قرآن و سنت) کو ناپسند کیا، کہا ﴿سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ﴾ ہم عنقریب بعض

باتوں میں تمہاری پیروی کریں گے۔" مطلب یہ ہے کہ ہم ان بعض باتوں میں تمہاری پیروی کرلیں گے جو اگرچہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام اور فرمودات کے خلاف ہوں۔ اللہ تعالیٰ ایک دوسرے کی مدد و معاونت کرنے والے ان دونوں گروپوں اور جماعتوں (منافقین اور کافرین) کے تمام خفیہ پروگراموں اور ارادوں سے باخبر ہے جو پروگرام اور ارادے اللہ کے حکم کے خلاف ہیں اور یہ صرف آپس میں چھپ چھپا کر راز کے طور پر ایک دوسرے کے سامنے بیان کرتے ہیں ان پروگراموں اور ارادوں میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت اور اس کے رسول ﷺ کی کھلی مخالفت ہوتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ان پروگراموں اور عزائم کی کسی کو کانوں کان خبر نہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ تو ان کے تمام خفیہ اور علانیہ معاملات سے آگاہ و آشنا ہے۔

❁ سورۃ محمد کی آیات:۲۷اور ۲۸ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان :﴿فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ رب العزت تو ان منافقوں کے تمام خفیہ معاملات اور پروگراموں سے آگاہ ہے۔ بھلا وہ اللہ ان کی اس حالت سے آگاہ کیونکر نہیں ہو گا جب فرشتے ان منافقوں کی جان نکالتے ہیں اور ان کے چہروں اور پیٹھوں پر خوب مارتے ہیں۔ جس طرح اللہ رب العزت ان کے تمام ارادوں سے غافل اور بے خبر نہیں اسی طرح ان کی اس موت کی حالت سے غافل اور بے خبر نہیں۔ اس آیت کریمہ میں لفظ ﴿أَلادْبَار﴾ کا معنی ہے پیٹھیں اور پشتیں۔

❁ سورۃ محمد کی آیت:۲۸ کے آخری لفظ ﴿فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ﴾ کا مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کا ثواب ضائع اور رائیگاں قرار دے دیا ہے۔ اس لیے کہ وہ تمام اعمال اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے کیے ہی نہیں گئے تھے۔ نہ ان اعمال سے اللہ کی محبت کا حصول مقصود تھا۔ اس لیے وہ ضائع اور بیکار گئے اور ان اعمال کے بجالانے والے کو رتی بھر فائدہ بھی نہ ہو گا۔"[56]

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر:

[56] تفسیر الطبری:26/58-60

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى﴾ کا مطلب یہ ہے کہ بے شک وہ لوگ جو ایمان سے جدا ہو گئے اور کفر کی حالت کی طرف پلٹ گئے۔ اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے راہ ہدایت بھی واضح کر دی۔ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: ﴿الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ﴾ کہ شیطان نے ان کے اس عمل کو بہت ہی خوبصورت، حسین اور آراستہ و پیراستہ کر کے پیش کیا ہے۔ ان کے متعلق شیطان نے مزید یہ کیا کہ ﴿وَأَمْلَى لَهُمْ﴾ یعنی شیطان نے ان کو دھوکہ دے رکھا ہے اور فریب میں مبتلا کر رکھا ہے۔"[57]

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الأَمْرِ﴾ یعنی یہ منافق ان کافروں کی طرف مائل ہوئے اور انھوں نے ان کافروں کے باطل موقف پر درپردہ خیر خواہی چاہی۔ یہ منافقوں کی حالت ہے کہ ان کے دلوں میں کچھ اور ہوتا ہے مگر ظاہر کچھ اور کرتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَاللهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ﴾ یعنی اللہ تعالی پوری طرح مطلع ہے اور جانتا ہے وہ سب کچھ جو وہ چھپ چھپ کر سرانجام دیتے ہیں۔

اسی طرح کی بات اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت: ۸۱ میں بھی ارشاد فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَاللهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ﴾ یعنی "اللہ تعالیٰ ان کی راتوں کی بات چیت کو لکھ رہا ہے۔"

سورۂ محمد کی آیت: ۲۷ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت ان منافقوں کی کیا بری حالت ہوتی ہے جب فرشتے ان کی روحیں قبض کرنے کے لیے آجاتے ہیں تو ان منافقوں کی روحیں اپنے اپنے جسموں میں دشواری پیدا کرتی ہیں۔ تب فرشتے سختی سے کام لیتے ہوئے، سختی والا ہاتھ استعمال کرتے ہوئے اور مارتے پیٹتے ہوئے جان نکالتے ہیں۔

---

[57] دھوکہ اور فریب یہ دے رکھا ہے کہ ان منافقوں کے دلوں میں یہ بات پختہ کر دی ہوئی ہے کہ اگر میدان جہاد میں نہیں جاؤ گے تو مدت دراز تک زندہ رہ سکو گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس شیطانی دھوکے کے بدلے ان سے ہدایت حاصل کرنے کی توفیق ہی سلب کر لی ہوئی ہے۔

❁ اللہ رب العزت نے اسی طرح کی بات سورۃ الانفال کی آیت: ۵۰ میں بھی ارشاد فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ﴾ ”کاش! تو وہ منظر دیکھتا کہ جب فرشتے کافروں کی روحیں قبض کرتے ہیں ان کے چہروں پر اور ان کی پیٹھوں پر مار مارتے ہیں۔“

❁ اس سے ملتی جلتی بات اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام کی آیت:۹۳ میں بھی ارشاد فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ﴾ ”اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے (مارنے کے لیے) اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے (اور ساتھ ساتھ کہہ رہے ہوں گے کہ) اپنی جانیں نکالو۔ آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی۔ اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگاتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے تھے‘

❁ بالکل اسی طرح سورۂ محمد کی زیر تفسیر آیت: ۲۸ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کی جانیں سختی سے کیوں نکالی جاتی ہیں، ﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ﴾ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ایسی روش اختیار کی جس کی وجہ سے اُنھوں نے اللہ کو ناراض کر دیا اور انھوں نے اس کی رضامندی کو برا جانا۔ تو نتیجتاً اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ہی رائیگاں قرار دے دیے۔“[58] (حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

کون بڑا مجرم:

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبد اللہ (آل شیخ) مذکورہ آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

”فَأَخْبَرَ تَعَالَىٰ أَنَّ سَبَبَ مَا جَرَىٰ عَلَيْهِمْ مِنَ الرِّدَّةِ وَتَسْوِيلِ الشَّيْطٰنِ وَإِمْلَائِهِ لَهُمْ فَهُوَ قَوْلُهُمْ لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الأَمْرِ۔ فَإِذَا كَانَ مَنْ وَعَدَ الْمُشْرِكِيْنَ الكَارهين لِمَا أَنْزَلَ اللهُ بِطَاعَتِهِمْ فِيْ بَعْضِ الأَمْرِ كَافِرًا وَ إِنْ لَّمْ يَفْعَل مَا وَعَدَهُمْ بِهٖ فَكَيْفَ بِمَنْ وَافَقَ الْمُشْرِكِيْنَ الكَارِهِيْنَ لِمَا أَنْزَلَ اللهُ مِنَ الأَمْرِ

---

58 تفسیر ابن کثیر: 181/4

بِعِبَادَتِهٖ وَحْدَهٗ، لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ تَرْكِ عِبَادَةِ سِوَاهُ مِنَ الأَنْدَادِ وَالطَّوَاغِيْتِ وَالأَمْوَاتِ وَ أَظْهَرَ أَنَّهُمْ عَلٰى هُدًى وَ أَنَّ أَهْلَ التَّوْحِيْدِ۔ مُخْطِئُوْنَ فِيْ قِتَالِهِمْ وَ أَنَّ الصَّوَابَ فِيْ مُسَالَمَتِهِمْ وَ الدُّخُوْلِ فِيْ دِيْنِهِمْ البَاطِلِ ۔ فَهٰؤُلَآءِ أَوْلٰى بِالرِّدَّةِ مِنْ أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ وَعَدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِطَاعَتِهِمْ فِيْ بَعْضِ الأَمْرِ۔"[59]

"اللہ تبارک وتعالیٰ نے مذکورہ آیت میں یہ خبر دی ہے کہ: ان منافقوں کے مرتد ہونے کا، ان منافقوں کے بُرے بُرے اعمال کو شیطان کی طرف سے خوبصورت بنانے کا اور شیطان کی طرف سے ان منافقوں کو مہلت دلانے کا اصل سبب ان کی ایک بہت ہی بری بات ہے وہ یہ کہ انہوں نے ایسے ----لوگوں سے جنھوں نے اللہ کی نازل کردہ وحی (قرآن) کو ناپسند کیا--- کہا کہ: ہم بعض باتوں میں تمہاری پیروی کریں گے۔ مقام غور وفکر ہے کہ جب اللہ کی شریعت کو ناپسند کرنے والے کافروں سے بعض باتوں میں اطاعت گزاری کا یقین دلانے والوں کو اللہ رب العزت نے کافر کہا ہے۔ حالانکہ وہ ابھی صرف زبانی یقین دلا رہے ہیں عملاً کچھ نہیں کر رہے ۔ تو جو لوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت کو ناپسند کرنے والے مشرکوں سے مکمل طور پر موافقت کرتے، اطاعت گزاری کا یقین دلاتے اور عملاً کافروں کے حق میں کاروائیاں بھی کرتے ہیں تو کیا ان کے کافر ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی رہ جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ اس شریعت کو وہ مشرک ناپسند کرنے والے ہیں جس میں اللہ وحدہ لاشریک لہ نے خالص طور پر اپنی ہی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اور اپنے علاوہ تمام شریکوں، طاغوتوں ، معبودوں اور مُردوں کی عبادت سے منع کیا ہے۔ اور جو ایسی واضح ترین اور بہترین شریعت کو ناپسند کرنے والوں سے موافقتیں اور محبتیں پیدا کرتا ہو۔ اور ساتھ یہ بھی ظاہر کرتا ہو کہ شریعتِ اسلامیہ اور وحی الٰہی کو ناپسند کرنے والے راہِ ہدایت، فکرِ راست اور درست موقف پر ہیں۔ جبکہ ان کافروں اور مشرکوں سے جنگ وقتال کرنے والے غلطی، خطا اور غلط موقف پر ہیں۔ نیز یہ بھی نظریہ اور سوچ رکھتا ہو کہ ان مشرکین اور کافرین سے مصالحت (compromising) اور ان کے دین ومذہب، موقف و نظریہ کے اندر داخل وشامل ہونے ہی میں بہتری، بھلائی اور کامیابی ہے تو ذرا سوچیئے! کیا ایسے بد عقیدہ وبد عمل لوگ ان لوگوں سے بڑے مجرم اور مرتد نہیں جنھوں نے مشرکوں کو صرف بعض باتوں میں اطاعت وفرمانبرداری کی صرف یقین دہانی ہی کروائی ہو۔" (شیخ سلیمان رحمہ اللہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

---

59 الرسالة الحادية عشرة من مجموعة التوحيد: 347,346

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

پانچویں صدی ہجری کے مشہور فقیہ اور مجتہد امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”وَ قَدْ قَالَ عَزَّوَجَلَّ : ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَ اَمْلٰى لَهُمْ، ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُم، فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ، ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾ فَجَعَلَهُمْ تَعَالٰى مُرْتَدِّيْنَ كُفَّارًا بَعَدَ عِلْمِهِمْ الْحَقَّ وَ بَعَدَ أَنْ تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى بِقَوْلِهِمْ لِلْكُفَّارِ مَا قَالُوْا فَقَطْ : وَأَخْبَرَنَا تَعَالٰى ۔ أَنَّهٗ يَعْرِفُ اِسْرَارَهُمْ وَ أَخْبَرَنَا تَعَالٰى أَنَّهٗ قَدْ أَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ بِاِتِّبَاعِهِمْ مَا أَسْخَطَهٗ وَكَرَاهِيَتِهِمْ رِضْوَانَهٗ“[60]

”اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:”حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد اس سے پھر گئے، ان کے لیے شیطان نے اس بات کو بہت خوبصورت بنادیا ہے اور جھوٹی توقعات کا سلسلہ ان کے لیے دراز کر رکھا ہے۔ اسی لیے انھوں نے اللہ کے دین کو ناپسند کرنے والوں سے کہہ دیا کہ بعض معاملات میں ہم تمہاری مانیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ خفیہ باتیں خوب جانتا ہے۔ پھر اس وقت کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روحیں قبض کریں گے اور ان کے منہ اور پیٹھوں پر مارتے ہوئے انھیں لے جائیں گے۔ یہ اسی لیے ہوگا کہ انھوں نے اس طریقے کی پیروی کی جو اللہ کو ناراض کرنے والا ہے اور اس کی رضا کا راستہ اختیار کرنا پسند نہ کیا۔ اسی بنا پر اس نے ان کے تمام اعمال ضائع کر دیے“

اپنے اس فرمان میں اللہ رب العزت نے مرتدین کو کافر کہا ہے۔ چونکہ ان کو دین حق کی پہچان ہو چکی تھی اور ہدایت بھی ان کے سامنے واضح ہو چکی تھی۔ اس کے باوجود انھوں نے کافروں کو اپنی وفاداریوں کا یقین دلانے کے لیے جو بھی کہا سو کہا۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتادیا کہ میں ان کی خفیہ سرگرمیوں اور سربستہ رازوں سے آگاہ ہوں۔ ساتھ ساتھ یہ خبر دے دی کہ میں نے ان کے اعمال بھی ضائع کر دیے ہیں۔

اس لیے کہ انھوں نے اللہ کو ناراض کرنے والی روش اختیار کی اور اللہ کو راضی کرنے والی روش کو ناپسند کیا۔“

چھوٹا کون اور بڑا کون؟

60 ملاحظہ ہو الفصل فی الملل: 3/122، فتح القدیر للشوکانی: 5/39

کوئی شخص بھی جب مذکورہ آیات کو اور ان آیات کی تفسیر میں پیش کردہ شیخ سلیمان بن عبد اللہ کے کلام کو غور سے ملاحظہ کرے گا تو اس کو اس شخص کے متعلق نتیجہ اخذ کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔جو شخص کافروں کے ساتھ دوستی اور محبت قائم کرتا ہے ،اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اقدامات کرتے ہوئے کافروں کے ایجنڈوں اور پروگراموں کو نافذ کرتا ہے ،وہ ایک ایسے ہاتھ کا کردار ادا کرتا ہے جو ہر اس شخص کے گریبان کی طرف بڑھتا ہی چلا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی منصفانہ شریعت کے نفاذ اور اس کے مطابق عدالتی نظام کو قائم کرنے کے حق میں آواز بلند کرتا اور دعوت دیتا ہے۔

سورۂ محمد کی آیت:۲۶ کے حوالے سے جب بعض باتوں میں کافروں کی اطاعت کا صرف وعدہ کرنے والا کافر ہو جاتا ہے ۔حالانکہ ابھی اس نے صرف وعدہ ہی کیا ہے عملاً اپنے کیے ہوئے وعدے پر پورا نہیں اترا تو اس آیت کریمہ کی روشنی میں وہ کافر شمار ہوتا ہے۔

غور کیجیے !اس شخص کا کیا حال اور معاملہ ہو گا جو بعض باتوں میں عملی طور پر ان کی فرمانبرداری اوراطاعت بجالاتا ہے اس سے بھی بڑھ کر تفکر و تدبر کے قابل یہ معاملہ ہے کہ کافروں کی ہر بات کو بلا چون وچرا مانتا چلا جائے اور جو کچھ کافر کہتے جائیں وہ تسلیم کرتا چلا جائے اس کے کفر و شرک اور ارتداد و نفاق کا کیا حال ہو گا؟بغیر کسی شک وشبہ کے وہ شخص کافر و مرتد ہے۔ایسے شخص کے ارتداد اور کفر کا معاملہ عام شخص سے مخفی ہو تو ہو مگر قرآن وحدیث کا واجبی سا علم رکھنے والا بھی اس حقیقت سے بے خبر ہر گز نہیں ہو سکتا۔مزید براں جو شخص بھی اللہ تعالیٰ پر اور یومِ آخرت پر پختہ ایمان اور یقین رکھتا ہے اس کے لیے ہر گز جائز نہیں کہ وہ ایسے شخص کے دفاع میں عذر اور وجوہات پیش کرے ،نہ یہ جائز ہے کہ ان جیسے کفار و مرتدین کے اقدامات اور کاروائیوں کا دفاع کرے ،نہ یہ جائز ہے کہ ان اقدامات کے حق میں عوام الناس کی رائے ہموار کرے ،نہ ہی کسی عالم کے لیے یہ جائز ہے کہ منافقوں کے ان اعمال کو سراہتے ہوئے سند جواز فراہم کرے۔یاد رہے جو شخص بھی علماء میں سے یا غیر علماء میں سے ان منافقوں کے دفاع میں مذکورہ امور بجالائے گا اس کا بھی وہی حکم ہو گا جو ان منافقوں کا حکم ہے۔اس بات کی وضاحت ان شاء اللہ آگے آرہی ہے۔

زبانی کلامی وعدہ اور عملی اقدام میں فرق:

سورۂ محمد کی زیر تفسیر آیت:۲۶ کے معنی ومفہوم سے ملتا جلتا مفہوم اللہ رب العزت نے سورۃ الحشر کی آیت:۱۱ میں بھی بیان کیا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ﴾

''کیا آپ نے منافقوں کو نہیں دیکھا کہ اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں سے کہتے ہیں، اگر تم جلاوطن کیے گئے تو ضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوں گے۔ اور تمہارے بارے میں ہم کبھی بھی کسی کی بات نہ مانیں گے۔ اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ بالکل جھوٹ بولنے والے ہیں'' اس آیت کریمہ میں کتنا کھلا بیان ہے کہ چھپ چھپا کر مشرکوں اور کافروں کے اندر داخل اور شامل ہونے کے وعدہ کرنا۔ کافروں اور مشرکوں کے معاہدوں (Agreemnets) میں شامل ہونا۔ کافروں کی مدد کرنا اور کافروں کے ساتھ (مثلاً فوجی کاروائیوں اور آپریشنوں کے لیے) نکلنا نفاق اور کفر ہے۔ اگرچہ یہ سب کچھ وعدہ کی حد تک ہو۔ وہ وعدہ بھی خواہ اوپر سے یعنی جھوٹ موٹ پر ہی مبنی ہو خواہ یہ وعدہ حقیقتاً اور عملاً معرض وجود میں آیا ہی نہ ہو۔''[61]

جب اس طرح کے صرف زبانی کلامی وعدے کرنے والوں کا یہ حال ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں کافر اور منافق کہا ہے۔ تو اس شخص کے کفر اور نفاق کا کیا حال ہو گا جو کافروں کے ساتھ معاہدوں میں اور اتحادوں میں باقاعدہ شامل ہو جاتا ہے جھوٹ موٹ نہیں بلکہ عملی طور پر اور خلوص دل سے کافروں کی مدد کرتا ہے۔ اس شخص کا کفر و نفاق کس درجے پر پہنچا ہوا ہو گا۔ جو باقاعدہ کافروں کا ایک حصہ اور جزء بن جاتا ہے اور مال و دولت سے، رائے اور مشورے سے، فوج اور اسلحہ سے ان کا پورا تعاون کرتا ہے۔ کیا اس کا معاملہ اس پہلی قسم کے کافر و منافق سے زیادہ سخت اور برا نہیں ہے۔ انجام کار کے طور پر کیا یہ منافق ان منافقوں سے برائی میں زیادہ برا نہیں، جنھوں نے صرف یہودیوں سے ان کا ساتھ دینے اور مدد کرنے کا وعدہ ہی کیا تھا۔ جی ہاں! یہ واقعتا ان سے بڑے منافق اور کافر ہیں۔[62]

---

61 جس طرح منافقین مدینہ نے یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر کو اس وقت یہ یقین دہانیاں پیش کیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاقہ و محلہ کا پوری طرح محاصرہ کر لیا تھا۔ منافقین نے ان کی طرف پیغام روانہ کیا جس میں یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ اگر تمہارے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لڑائی کی گئی تو ہم بھی تمہارے ساتھ مل کر لڑیں گے۔ اگر تم کو مدینہ سے جلاوطن کیا گیا تو اظہار یکجہتی کرتے ہوئے ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے۔ تمہارے بارے میں ہم کسی کی بات کو ہر گز نہیں مانیں گے۔ یہ سب کچھ وعدوں اور یقین دہانیوں کی حد تک ہی تھا۔ عملاً منافقوں کے یہ وعدے معرض وجود میں آئے ہی نہیں تھے۔ جس طرح کہ سورۃ الحشر کی آیت:۱۲ سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔

62 یعنی جب بعض باتوں میں کافروں کی اطاعت کرنے والا سورۂ محمد کی آیت:۲۶ کی رُو سے کافر اور مرتد ہے تو تمام معاملات اور اقدامات میں کافروں کی اطاعت کرنے والے کا کیا حال ہو گا؟ علیٰ ہٰذا القیاس جب صرف زبانی کلامی وعدوں کے ساتھ یقین دہانی کرانے والا سورۃ الحشر کی آیات:۱۱، ۱۲ کی رُو سے کافر و منافق ہے تو مسلمانوں کے خلاف باقاعدہ کافروں کا ساتھ دیتے ہوئے مسلمانوں کا قتل عام کرنے والے اور کافروں کی دامے، درمے، سخنے اور قدمے ہر طرح کی عملاً مدد کرنے والے کا کیا حکم ہو گا؟

باب:5

یاد رکھیے! جو بھی ان ظالمانہ، کافرانہ اور شریعت الٰہیہ کے مقابلہ میں خود ساختہ قوانین کے مطابق کسی بے گناہ اور معصوم مسلمان کا خون بہانا جائز اور مباح سمجھتا ہے وہ اللہ رب العزت کا صاف انکار کرنے والا "کافر" ہے۔ اس لیے کہ خون مسلم کو یوں (بے دریغ) بہانے کو جائز سمجھنا دراصل ان تمام قرآنی آیات اور احادیث کا انکار و تکذیب ہے جو قرآن وحدیث میں تواتر سے وارد ہیں جن میں مسلمانوں کے خون بہانے کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

جید علماء دین کی توضیحات

کفار سے دوستی کرنے والوں کے بارے میں

اپنے اختیار سے دارالکفر میں رہنا "کفر" ہے:

پانچویں صدی ہجری کے عظیم فقیہ و مجتہد امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ دارالکفر سے ہجرت کرنے کے واجب ہونے پر گفتگو کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

" مَنْ لَحِقَ بَدَارِ الْكُفْرِ وَالْحَرْبِ مُخْتَارًا مُحَارِبًا لِّمَنْ يَّلَيْهِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَهُوَ بِهٰذَا الْفِعْلِ مُرْتَدٌّ۔ لَهُ أَحْكَامُ الْمُرْتَدِّيْنَ مِنْ وُجُوْبِ الْقَتْلِ عَلَيْهِ مَتٰى قُدِرَ عَلَيْهِ وَّ مِنْ إِبَاحَةِ مَالِهٖ وَ انْفِسَاخِ نِكَاحِهٖ ۔ وَكَذَالِكَ مَنْ سَكَنَ بِأَرْضِ الْهِنْدِ وَالسِّنْدِ وَالتُّرْكِ وَ السُّودَانِ وَ الرُّوْمِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَإِنْ كَانَ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْخُرُوجِ مِنْ هُنَاكَ لِثِقْلِ ظَهرٍ أَوْ لِقِلَّةِ مَالٍ أَوْ لِضُعْفِ جِسْمٍ أَوْ لِامْتِنَاعِ طَرِيْقٍ فَهُوَ مَعْذُوْرٌ ۔ فَإِنْ كَانَ هُنَالِكَ مُحَارِبًا لِلْمُسْلِمِيْنَ مُعِينًا لِلْكُفَّارِ بِخِدْمَةٍ أَوْ كِتَابَةٍ فَهُوَ كَافِرٌ۔ وَقَالَ أَيْضًا رَحِمَهُ اللهُ: وَلَوْ أَنَّ كَافِرًا غَلَبَ عَلٰى دَارٍ مِنْ دُوْرِ الْإِسْلَامِ وَ أَقَرَّ الْمُسْلِمِيْنَ بِهَا عَلٰى حَالِهِم إِلَّا أَنَّهُ هُوَ الْمَالِكُ لَهَا الْمُنْفَرِدُ بِنَفْسِهٖ فِيْ ضَبْطِهَا وَهُوَ مُعْلِنٌ بِدِيْنٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ لَكَفَرَ بِالْبَقَاءِ مَعَهُ ۔ كُلُّ مَنْ عَاوَنَهُ وَ أَقَامَ مَعَهُ وَإِنِ ادَّعٰى أَنَّهُ مُسْلِمٌ۔"[63]

"جو شخص کسی ایسے علاقے میں چلا جائے جہاں کافروں کی حکومت اور کنٹرول ہے اور وہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ حالتِ جنگ میں ہیں علاوہ ازیں وہ شخص وہاں جبر واکراہ سے نہیں بلکہ اپنے ارادہ واختیار کے ساتھ جاتا ہے اور وہاں جاکر قریب ترین مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہو جاتا ہے تو ایسا شخص ایسا کردار اپنانے کی بنا پر مرتد ہو جاتا ہے۔ اس پر وہ تمام احکام لاگو ہوں گے جو دین اسلام میں مرتدین کے بارے میں بیان فرمائے ہیں: مثلاً

1. ..... جب بھی بس چلے اور ممکن ہو اس کو قتل کرنا واجب ہے۔
2. ..... اس کا مال اپنے قبضہ اور استعمال میں لانا جائز ہے۔
3. ..... مسلمان عورت سے اس کا نکاح کالعدم اور ختم ہو جائے گا۔

63 المحلی لابن حزم: 11/20

اسی طرح وہ مسلمان جو سر زمین ہند، سند، ترکی، سوڈان، جرمنی یا یورپ وغیرہ کسی کافر ملک میں رہتا ہے مگر ذمہ داریوں کے بوجھ، مالی پریشانی، جسمانی کمزوری یا راستے کی کسی رکاوٹ کی بناء پر وہاں سے ہجرت کرنے کی طاقت اور استطاعت نہیں رکھتا۔ ایسا شخص تو واقعتا مجبور اور معذور ہے۔" (لیکن اگر وہ ان ممالک میں رہتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شامل ہو جائے، کافروں کی خدمات سر انجام دیتے ہوئے ان کا مددگار اور معاون بن جائے، کافروں کے حق میں کتابیں لکھے مضامین تحریر کرے اور لوگوں کی ذہن سازی کرے تو بلاشبہ ایسا شخص کافر ہے۔)

(امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:)

"اگر کوئی کافر مسلمانوں کے علاقوں میں سے کسی علاقے پر یا مسلمانوں کے ممالک میں کسی ملک پر قبضہ کر لے۔ وہاں کی مسلمان آبادی کو ان کے علاقوں اور گھروں میں ہی رہنے دے۔ (جس طرح آج کل افغانستان اور عراق وغیرہ میں امریکہ نے طرز عمل اختیار کیا ہوا ہے) وہ کافر ان مسلم ممالک کا اپنے آپ کو اصل مالک سمجھتا اور کہتا ہو۔ ان کا مکمل کنٹرول اور تسلط اس قابض وغاصب کافر ملک کے پاس ہی ہو، وہاں وہ علی الاعلان غیر اسلامی نظام نافذ اور لاگو کرنے کا دعویدار ہو۔ ایسی صورت حال میں جو شخص بھی اس کافر ملک کا ساتھ دیتا ہے۔ اس قابض وغاصب ملک کا تعاون کرتا ہے، وہاں اپنی رہائش اختیار کرتا ہے تو وہ شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود مرتد ہو جائے گا۔" (امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے قول اور فرمان سے یہ بات کس طرح واضح ہو رہی ہے کہ جو شخص بھی کافر حکمرانوں کا ساتھ دیتا اور تعاون کرتا ہے تو وہ کافر ہے۔ وہ خواہ کسی بھی نوعیت کا ہو۔ وہ شخص اگرچہ اسلام کے بعض احکام پر عمل پیرا ہو اور بعض عبادات اور شعائر اسلام کو بجا لانے والا ہو۔ اپنے آپ کو مسلمانوں کا ایک فرد سمجھتا ہو۔ مگر وہ قرآن وسنت کی روشنی میں کافر ہی گردانا جائے گا۔

کفار کی صفوں میں مسلمانوں کے ساتھ لڑنے والا دائمی جہنمی ہے:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا کہ جو کسی مسلمان کو اس کے اسلام کی بنیاد پر اور اس کے دین پر تمسک کی بنیاد پر جان بوجھ کر قتل کرتا ہے۔اس کے بارے میں شریعت اسلامیہ میں کیا حکم ہے؟ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''أَمَّا إِذَا قَتَلَهُ عَلٰى دِيْنِ الإِسْلَامِ: مِثْلُ مَا يُقَاتِلُ النَّصَارٰى الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى دِيْنِهِمْ، فَهَذَا كَافِرٌ شَرٌّ مِّنَ الْكَافِرِ الْمُعَاهَدِ، فَإِنَّ هَذَا كَافِرٌ مُحَارِبٌ بِمَنْزِلَةِ الْكُفَّارِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ، وَهٰؤُلَآءِ مُخَلَّدُوْنَ فِي جَهَنَّمَ كَتَخْلِيْدِ غَيْرِهِمْ مِنَ الْكُفَّارِ، وَأَمَّا إِذَا قَتَلَهُ قَتْلًا مُحَرَّمًا لِعَدَاوَةٍ أَوْ مَالٍ أَوْ خُصُوْمَةٍ أَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ، وَهٰذَا مِنَ الْكَبَائِرِ، وَلَا يَكْفُرُ بِمُجَرَّدِ ذَالِكَ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، وَإِنَّمَا يُكَفِّرُ بِمِثْلِ هٰذَ الْخَوَارِجُ۔''[64]

''اور کوئی شخص کسی مسلمان (یا مجاہد) کو ''دین اسلام'' پر چلنے کی بنیاد پر قتل کر دیتا ہے جیسا کہ عیسائی مسلمانوں سے ان کے دین اور تہذیب کی بنیاد پر ہی جنگ کرتے ہیں (دہشت گردی کے خلاف جنگ کا واضح فریب دیا جاتا ہے) تو ایسا شخص کہ جو محض دین اسلام کی بنیاد پر کسی مسلمان کو قتل کرے وہ کافر ہے۔دین اور تہذیب کی بنیاد پر کسی مسلمان کو قتل کرنے والا کافر،اس کافر سے زیادہ خطرناک ہے جس کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا باہمی عہد وپیمان طے کیا ہوا ہے اس قسم کا کافر بالکل ان کافروں کی طرح ہی سمجھا جائے گا جو نبی اکرم،رسول رحمت،پیغمبر جہاد جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم جنگ و قتال کیا کرتے تھے۔اس قسم کے کفار ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے جس طرح دیگر کافروں کا یہی حکم ہے کہ وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو ناحق،ناجائز اور ناروا قتل کر دیتا ہے مثلاً کسی دشمنی کی بناء پر یا مال ودولت کے کسی جھگڑے کی بناپر یا اسی طرح کے کسی اور جھگڑے کی بنیاد پر تو وہ شخص کافر نہیں ہو گا مگر یہ قتل ناحق کبیرہ گناہ ہے ۔أَهْلُ السُّنَّةِ وَالجَمَاعَةِ (یعنی قرآن وسنت پر چلنے والے اور منہج اسلاف پر کاربند مسلمانوں) کے ہاں کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے سے کبیرہ گناہ کا مرتکب تو ہو گا مگر کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔البتہ مسلمانوں میں ایک

---

64 مجموع الفتاوی:34/137,136

بہت ہی گمراہ گروہ پیدا ہو گیا جس کو "خوارج" کہا جاتا تھا۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے سے قاتل "کافر" ہو جاتا ہے۔" (امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

اس مسئلے میں مرتد حکمرانوں، ان کی فوجوں اور حامیوں کے کافر ہونے کی وجہ وسبب بھی یہی ہے کہ یہ لوگ دین اسلام کو سربلند کرنے والے اور دین اسلام پر استقامت اور تمسک کے ساتھ چلنے والے مجاہدین اور مخلص مومنین کو قتل کرنے کے لیے ہر پل اور ہر لمحہ تیار بیٹھے ہیں۔ ان مرتد حکمرانوں کے ہاں ان مسلمان مجاہدوں کو قتل کرنا جائز اور مباح ہے۔ مجاہدوں اور مخلص مسلمانوں کو قتل کرنا ان بین الاقوامی کافرانہ قوانین کی بناء پر ہے۔ جو ان لوگوں نے خود بنا رکھے ہیں۔ وہ قوانین جو ہر اس شخص کو اپنی گرفت اور زد میں لیتے ہیں جو بھی جاہلی نظام کو ختم کرکے اسلامی نظام کو قائم اور نافذ کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ عوام الناس اللہ رب العالمین کی شریعت کے عین مطابق اپنے باہمی اختلافات اور تنازعات کے فیصلے کروا سکیں۔

یاد رکھیے! جو بھی ان ظالمانہ، کافرانہ اور شریعت الٰہیہ کے مقابلہ میں خود ساختہ قوانین کے مطابق کسی بے گناہ اور معصوم مسلمان کا خون بہانا جائز اور مباح سمجھتا ہے وہ اللہ رب العزت کا صاف انکار کرنے والا "کافر" ہے۔ اس لیے کہ خون مسلم کو یوں (بے دریغ) بہانے کو جائز سمجھنا دراصل ان تمام قرآنی آیات اور احادیث کا انکار و تکذیب ہے جو قرآن وحدیث میں تواتر سے وارد ہیں جن میں مسلمانوں کے خون بہانے کو حرام اور ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

اجماع امت سے الگ ہونے والا بہ اتفاق فقہاء مرتد ہے:

یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وَالْاِنْسَانُ مَتٰی حَلَّلَ الْحَرَامَ الْمُجْمَعَ عَلَيْهِ أَوْ حَرَّمَ الْحَلَالَ الْمُجْمَعَ عَلَيْهِ أَوْ بَدَّلَ الشَّرْعَ الْمُجْمَعَ عَلَيْهِ كَانَ كَافِرًا مُرْتَدًّا بِاتِّفَاقِ الْفُقَهَآءِ"[65]

"کوئی بھی انسان جب کسی ایسی چیز کو حلال قرار دے دے جس کے حرام ہونے پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے، کسی ایسی چیز کو حرام قرار دے دے جس کے حلال ہونے پر تمام مسلمانوں کا اتحاد ہے یا شریعت کے کسی اور مسئلہ میں تبدیلی اور تغیر کر دے جس پر تمام مسلمانوں کا فیصلہ ایک ہے، تو ایسا انسان تمام فقہائے امت اور علماءِ دین کے متفقہ فیصلہ کے مطابق کافر اور مرتد ہے۔

65 مجموع الفتاوی: 3/267

گزشتہ سطور میں فتاوٰی ابن تیمیہ کی جلد :۴۳سے صفحہ ۱۳۶،۱۳۷کے حوالہ سے ذکر کردہ عبارت کو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔اس عبارت میں گویا شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے قتال کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں:

① پہلی قسم یہ ہے کہ جنگ اور قتال فقط عقیدہ، منہج اور دین کی بنیاد پر ہو۔

② دوسری قسم یہ ہے کہ جنگ اور قتال دنیاوی معاملہ میں کسی عداوت یا مال ودولت کے کسی جھگڑے یا ان کے علاوہ کسی تنازعہ کی وجہ سے ہو۔امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت وصراحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ جو شخص کسی مسلم سے اس کے عقیدہ وایمان، دین ومذہب کی بنیاد پر لڑائی کرتا ہے وہ کافر ہے جو جہنم کے اندر ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔یہ عین اس درجہ کا کافر ہے جو کافر رسول اکرم، سید دوعالم جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف برسرپیکار تھے۔

مجاہدین کا قتل عام اور گرفتاریاں:

جو شخص موجودہ زمانہ کے ان طاغوتوں، مرتد حکمرانوں، ان کی فوجوں اور حامیوں کے حالات اور معاملات کو پہچان لے گا اور اس سبب اور وجہ کو پہچان لے گا کہ کس سبب سے یہ لوگ مسلمانوں اور مجاہدوں کے خلاف برسرپیکار ہیں؟ جہاں انہیں کوئی مسلم مجاہد یا غازی نظر آجائے فوراً قتل کر دیتے ہیں یا گرفتار کر لیتے ہیں۔جب کسی بھی شخص کو ان حکمرانوں کا معاملہ معلوم ہو جائے گا یا سبب کا پورے یقین اور وثوق کے ساتھ علم ہو جائے گا تو یہ بات فوراً پہچان لے گا ان حکمرانوں کی جنگ کا معاملہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ جنگ کی دو اقسام میں سے پہلی قسم (یعنی عقیدہ ودین کی بنیاد پر کسی مسلم کو قتل کرنا) کے ساتھ ہے۔

ایک عام سوچ (Common sense) رکھنے والا شخص یہ بھی جانتا ہے کہ موجودہ دور میں مجاہدینِ اسلام اور خالص العقیدہ مومنین سے جھگڑے اور جنگ کا اصل سبب یہی ہے کہ یہ لوگ ان طاغوتی حکمرانوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے لیے اور ان کی کافرانہ پالیسوں کو اختیار کرنے اور ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں۔اللہ رب العالمین کی شریعت کی حاکمیت اور برتری کو قائم کرنا اور دیکھنا چاہتے ہیں۔تاکہ دنیا بھر میں اللہ کے بندے اللہ کے نازل کردہ دین کے مطابق اپنے فیصلے کریں اور اپنی زندگیاں بنائیں۔

ان مجاہدین اسلام کا ان کافر ومرتد حکمرانوں سے کوئی مال کا جھگڑا یا اقتدار کا جھگڑا یا دنیوی معاملات کا کوئی جھگڑا نہیں ہے ۔ان کافر ومرتد حکمرانوں اور ان کی افواج وجنود کے دین اسلام کو ناپسند کرنے کی اس سے بڑی اور کیا دلیل اور علامت ہوگی کہ ان ظالموں نے مسلمانوں اور مجاہدوں کے خلاف جنگ شروع کررکھی ہے ہر شخص جانتا ہے کہ کسی کے ساتھ جنگ کا چھڑ جانا اس کو ناپسند کرنے اور اس سے نفرت کرنے کی سب سے بڑی دلیل اور علامت ہے۔ گویا ان حکمرانوں کے مرتد ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ انھوں نے دین اسلام سے نفرت اور ناپسندیدگی کا رویہ اختیار کیا۔ اس طرح ان پر کفر کی اوپر تلے دو تہیں چڑھی ہوئی ہیں۔

خونِ مسلم کو مباح جاننے والا ڈاکو سے زیادہ سزا کا مستحق ہے:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جو کسی مسلمان کے خون بہانے کو جائز ہونے کے نظریہ پر کاربند ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ تو امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل جواب ارشاد فرمایا:

”فَالَّذِیْ یَعقتَقِدُ حَلَّ دِمَآءِ الْمُسْلِمِیْنَ وَأَمْوَالِھِمْ وَ یَسْتَحِلُّ قِتَالَھُمْ أَوْلٰی بِأَنْ یَّکُوْنَ مُحَارِبًا لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ سَاعِیًا فِی الْاَرْضِ فَسَادًا مِنْ ھٰؤُلَاءِ ، کَمَا أَنَّ الْکَافِرَ الْحَرَبِیَّ الَّذِیْ یَسْتَحِلُّ دِمَاءَ الْمُسْلِمِیْنَ وَأَمْوَالَھُمْ وَیَرٰی جَوَازَ قِتَالِھِمْ أَوْلٰی بِالْمُحَارَبَۃِ مِنَ الْفَاسِقِ الَّذِیْ یَعْتَقِدُ تَحْرِیْمَ ذَالِكَ۔ “[66]

”وہ شخص جو کلمہ گو مسلمانوں کا خون بہانا جائز سمجھتا ہے۔ ان کے اموال پر قبضہ کرنا مباح سمجھتا ہے۔ ان کے ساتھ جنگ کرنے کو درست قرار دیتا ہے یہ شخص ان (ڈاکوؤں اور لٹیروں) کی نسبت کہیں بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والا اور زمین میں فساد برپا کرنے والا سمجھا جائے گا۔[67] بالکل اسی طرح جیسے ایک

66　مجموع الفتاوی:28/480

67　اس عبارت کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیر ترجمہ عبارت سے پہلے جو عبارت ہے اس میں فرماتے ہی، اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا ہے:﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْۤا اَوْ یُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾ (المائدۃ:5/33)”ان کی سزا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرتے پھریں اور زمین میں فساد برپا کرتے پھریں، یہی ہے کہ وہ قتل کر دیے جائیں، یا سولی چڑھا دیے جائیں، یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں، یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے۔ یہ تو ہوئی ان کی دنیوی ذلت وخواری اور آخرت میں ان کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے۔“امام ابن تیمیہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں: علماء سلف نے اس آیت کو کافروں پر بھی فِٹ کیا ہے اور مسلمانوں پر بھی فِٹ کیا ہے۔ مسلمانوں میں سے خاص طور پر وہ لوگ اس آیت کے ضمن میں آتے ہیں، جو راستوں پر بیٹھ کر لوگوں کا مال لوٹتے ہیں (ڈاکو اور لٹیرے وغیرہ) اور فقط لوگوں کا مال چھیننے کے لیے اسلحہ لہراتے ہیں۔ اس طرح گویا وہ لڑائی اور جنگ کر کے لوگوں کا مال ہتھیاتے ہیں۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والے ہیں۔ زمین میں فساد کرنے کے درپے ہیں باوجود اس کے کہ وہ مسلمانوں کے خون بہانے کے حرام ہونے کا عقیدہ اور نظریہ بھی رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ اس کے رسول سے جنگ کرنے والے ہیں۔ زمین میں فساد کرنے کے درپے ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ مسلمانوں کے خون بہانے کے حرام ہونے کا عقیدہ اور نظریہ بھی رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان بھی رکھتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو ”الْمُحَارِبُ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ“ اور ”السَّاعِیْ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا“ ہی قرار دیا ہے۔ تو اُن لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے جو مسلمانوں کے خون بہانے کو باقاعدہ نظریاتی طور پر جائز سمجھتے ہیں اور مسلمانوں سے جنگ کرتے ہیں؟ کیا یہ دوسری قسم کے لوگ پہلی قسم کے لوگوں سے زیادہ بڑے ”اللہ اور رسول e کے خلاف جنگ کرنے والے اور زمین میں فساد پھیلانے والے نہیں ہیں! جی ہاں! یہ دوسری قسم کے لوگ زیادہ بڑے اللہ اور اُس کے رسول کے خلاف جنگ کرنے والے اور زمین میں فساد پھیلانے والے ہیں۔

(کلمہ نہ پڑھنے والا) کافر ہے۔ جو مسلمانوں کے خلاف بر سر پیکار ہے اور مسلمانوں کا خون بہانا، مسلمانوں کے اموال وجائیداد پر قبضہ جمانا اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنا جائز سمجھتا ہے۔ اس سے جنگ کرنا اور لڑائی کرنا زیادہ ضروری اور اہم ہے اس فاسق (ڈاکو، لٹیرے اور اوباش) کی بہ نسبت جو اگرچہ مال لوٹتے ہوئے عوام الناس کا خون تو بہاتا ہے لیکن اس خون بہانے کو نظریاتی اور اعتقادی اعتبار سے جائز قرار نہیں دیتا۔"

مانعین زکوۃ مرتد ہیں تو مسلم سے بر سرِ پیکار کیوں نہیں:

کافروں سے دوستی کرنے والے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے والوں کے بارے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مزید رقمطراز ہیں:

" وَإِذَا كَانَ السَّلَفُ قَدْ سَمُّوْا مَانِعِيْ الزَّكَاةِ مُرْتَدِيْنَ مَعَ كَوْنِهِمْ يَصُوْمُوْنَ وَ يُصَلُّوْنَ ، وَلَمْ يَكُوْنُوْا يُقَاتِلُوا جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ ، فَكَيْفَ بِمَنْ صَارَ مَعَ أَعْدَاءِ اللهِ وَرَسُوْلِهِ قَاتِلًا لِلْمُسْلِمِيْنَ۔ "[68]

"سلف صالحین، ائمہ ومحدثین صحابہ وتابعین نے (اپنی اپنی تصانیف اور توضیحات میں سیدنا ابو بکر صدیقt کے دورِ خلافت میں) زکوۃ نہ دینے والوں کو مرتد قرار دیا ہے۔ حالانکہ وہ روزے رکھتے تھے۔ نمازیں بھی پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما (بر سر پیکار) بھی نہیں ہوتے تھے۔ جب اسلاف امت کے ہاں وہ مرتد تھے تو جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دشمنوں کا پورا پورا ساتھ دیتے ہیں اور کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتے ہیں (خود غور کر لیجیے کہ متأخر الذکر لوگوں کے بارے (میں) سلف صالحین کا فتوٰی کیا ہو سکتا ہے؟)

(شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو اور وضاحت سے یہ بات واضح ہوئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زکوۃ نہ دینے والوں پر مرتد ہونے کا فتوٰی دیا اور حکم لگایا ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ وقتال برپا نہیں کیے ہوئے تھے۔ اگر وہ صحابہ کرام کے ہاں کافر ومرتد تھے۔ تو جو لوگ کافروں کا ساتھ دیتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف باقاعدہ جنگ کر رہے ہیں وہ کفر وارتداد میں ان سے کہیں زیادہ آگے بڑھے ہوئے ہیں۔

[68] مجموع الفتاوی:28/531,530

افراد اپنی نیتوں پر اٹھیں گے:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ایک حدیث کو بیان فرماتے ہیں:

﴿كَانَ إِذَا أَنْزَلَ اللهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا أَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيهِمْ ثُمَّ بُعِثُوا عَلَى أَعْمَالِهِمْ﴾[69]

''جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل کرتا ہے تو عذاب ان سب لوگوں پر آتا ہے جو اس قوم میں شامل ہوتے ہیں۔ پھر ان کو ان کے اعمال کے مطابق اٹھایا جائے گا۔(اگر کوئی ان میں نیک ہو گا تو ثواب کا حقدار ٹھہرے گا جو باقی ہوں گے وہ عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے)''

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ کی تشریح بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''وَ يُسْتَفَادَ مِنْ هٰذَا مَشْرُوْعِيَةُ الْهَرْبِ مِنَ الْكُفَّارِ وَ مِنَ الظَّلَمَةِ لِأَنَّ الْإِقَامَةَ مَعَهُمْ مِنْ إِلْقَاءِ النَّفْسِ إِلَى التَّهْلُكَةِ، هَذَا إِذَا لَمْ يُعِنْهُمْ وَلَمْ يَرْضَ بِأَفْعَالِهِمْ فَإِنْ أَعَانَ أَوْ رَضِيَ فَهُوَ مِنْهُمْ''[70]

''اس حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا کہ کافروں اور ظالموں کے علاقہ اور ملک سے بھاگ جانا چاہیے یعنی کفر و ظلم والی سرزمین سے نکل جانا چاہیے۔ کیونکہ کافروں اور ظالموں کے درمیان رہائش اختیار کرنا اور زندگی گزارنا گویا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ یہ معاملہ تو اس وقت ہے جب کوئی ان کافروں اور ظالموں کا تعاون نہ کرے اور ان کافروں اور ظالموں کے اقدامات اور کاروائیوں کو ناپسند کرتا ہو۔ ایسی صورت میں سرزمین کفر و ظلم سے رخت سفر باندھ جانا بہتر اور مناسب ہے لیکن اگر کوئی کلمہ گو اور مسلمان شخص باقاعدہ ان کافروں اور ظالموں کا تعاون کرنے لگ جائے اور ان کی کاروائیوں اور اقدامات کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے لگ جائے پھر تو وہ ان کے حکم میں شامل ہو گا۔ جو معاملہ اور انجام دنیا و آخرت میں ان کافروں اور ظالموں کا ہو گا وہی ان اس تعاون کرنے والے اور ان کی کاروائیوں پر خوش ہونے والے کا ہو گا۔''

ہمہ گیر فتنہ سے بچو:

---

[69] صحیح البخاری=کتاب الفتن:باب أنزل الله بقوم عذابا، الحدیث:1708، صحیح مسلم=کتاب الجنة وصفة نعيمها:باب الامر بحسن الظن بالله تعالىٰ، الحدیث:2879۔اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہما نے بھی روایت کیا ہے۔

[70] فتح الباری:13/61

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ (الانفال=8:25)

''اور تم ایسے وبال سے بچ جاؤ! جو خاص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہو گا جو تم میں سے ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے''

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمارے علماء کا کہنا ہے کہ جب فتنہ وفساد عام پھیل جائے تو سب کے سب ہلاک کر دیے جاتے ہیں۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب گناہ ظاہراً ہونے لگ جائیں، برائی چہار سو پھیل جائے اور اس کی روک تھام نہ ہو رہی ہو. بلاشبہ جو لوگ برائی پر ایک دوسرے کی باقاعدہ مدد کرنا شروع کر دیں۔ تو اسلامی معاشرے کے ہر فرد پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اس برائی کو ہر ممکن طریقہ سے روکے۔ اگر ہر شخص ہی خاموشی اختیار کرنے لگ جائے تو سب کے سب گنہگار ہوتے ہیں۔ کچھ تو گناہ کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے اور کچھ اس گناہ پر ''خاموش رضا'' کا ارتکاب کرنے کی بناء پر۔ اس لیے اللہ رب العزت نے اس خاموشی اختیار کرنے والے (صوفی) کو بھی گناہ کا ارتکاب کرنے والے کی سزا میں برابر کا حصہ دار بنادیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ کسی کام کو پسند کرنے والا اس کام کو کرنے والے کی طرح ہی ہوتا ہے۔ اس لیے وہ سزا کے اندر ساتھ پرو دیا جاتا ہے۔ [71]

مجدّد الدعوۃ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کی وضاحت:

گذشتہ صفحات میں ہم نے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے چار اقتباس پیش کیے تھے۔ اب ہم ذیلی سطور میں چار اقتباسات امام محمد بن عبد الوہاب کے پیش کرتے ہیں۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مختصر رسالہ ''فِي نَوَاقِضِ الإِسلَام'' میں ان عقائد و نظریات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو اسلام سے خارج کرنے والے ہیں۔ ان میں سے آٹھویں نمبر پر اسلام سے خارج کرنے والا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ:

''مُظَاهِرَةُ الْمُشْرِكِيْنَ وَ مُعَاوَنَتَهُمْ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [72]

---

71 تفسیر القرطبی: 7/375,374، نیز دیکھیے أحکام القرآن لابن العربی: 2/847

72 مجموعۃ التوحید: 33

"مشرکوں کی مدد کرنا اور مسلمانوں کے خلاف ان کا کسی بھی طرح تعاون کرنا نواقض اسلام میں سے ہے۔" اس کی دلیل سورۃ المائدہ کی آیت: ۵۱ میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ تو آپس ہی میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہی میں سے ہے۔ ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہر گز راہِ ہدایت نہیں دکھاتا"

کفار کے ہاں ان کے دوش بدوش زندگی کفر ہے:

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب مزید وضاحت فرماتے ہیں:

اِنْ کَانَتِ الْمُوَلَاۃُ مَعَ مَسَاکِنَتِھِمْ فِیْ دِیَارِھِمْ وَ الْخُرُوْجُ مَعَھُمْ فِی قِتَالٍ وَنَحْوَ ذَالِکَ فَاِنَّہُ یُحْکَمُ عَلٰی صَاحِبِھَا بِالْکُفْرِ، کَمَا قَالَ تَعَالیٰ ﴿وَ مَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہ، مِنْھُمْ﴾، وَقَوْلُہُ تَعَالی ﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْکُمْ فِی الْکِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکْفَرُ بِھَا وَ یُسْتَھْزَاُ بِھَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُھُمْ اِنَّ اللّٰہَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْکٰفِرِیْنَ فِیْ جَھَنَّمَ جَمِیْعًا﴾[73]

"یہ بات اپنی جگہ بجا ہے کہ کافروں کے ساتھ اس طرح کے دوستانہ مراسم قائم کرنا کہ، ان کے گھروں اور علاقوں میں ان کے دوش بہ دوش زندگی گزارنا اور ان کے شانہ بشانہ ہو کر مسلمانوں کے خلاف لڑائی کرنا وغیرہ ،ایسے امور اور معاملات ہیں کہ ایسے کام کرنے والوں پر کفر کا حکم لگے گا۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے سورۃ المائدہ کی آیت: ۵۱ میں ارشاد فرمایا ہے: "تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہی میں سے ہو گا۔" اسی طرح سورۃ النساء کی آیت: ۱۴۰ میں ارشاد فرمایا ہے: اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم تار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگ جائیں ورنہ تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے"

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

73 مجموعة التوحيد:75

مجدّد الدعوۃ الاسلامیہ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

''وَلٰكِنَّهُمْ يُجَادِلُوْنَكُمُ الْيَوْمَ بِشُبْهَةٍ وَّاحِدَةٍ، فَاصْنَعُوْا لِجَوَابِهَا، وَذٰلِكَ أَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ كُلُّ هٰذَا حَقٌّ نَشْهَدُ أَنَّهُ دِيْنُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ إِلَّا التَّكْفِيْرَ وَالْقِتَالَ، وَالْعَجَبُ مِمَّنْ يَّخْفٰى عَلَيْهِ هٰذَا إِذَا أَقَرُّوْهَا أَنَّ هٰذَا دِيْنُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ كَيْفَ لَا يُكَفَّرُ مَنْ أَنْكَرَهُ وَقَتَلَ مَنْ أَمَرَ بِهٖ وَحَبَسَهُمْ كَيْفَ لَا يُكَفَّرُ مَنْ أَمَرَ بِهٖ بِحَبْسِهِمْ كَيْفَ لَا يُكَفَّرُ مَنْ جَآءَ إِلٰى أَهْلِ الشِّرْكِ يَحُثُّهُم عَلٰى لُزُوْمِ دِيْنِهِمْ وَتَزْيِيْنِهٖ لَهُمْ وَيَحُثُّهُمْ عَلٰى قَتْلِ الْمُوَحِّدِيْنَ وَأَخْذِ أَمْوَالِهِمْ كَيْفَ لَا يُكَفَّرُ وَهُوَ يَشْهَدُ أَنَّ الَّذِيْ يَحُثُّ عَلَيهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْكَرَهُ وَنَهٰى عَنْهُ وَسَمَّاهُ الشِّرْكَ بِاللّٰهِ وَيَشْهَدُ أَنَّ الَّذِيْ يُبْغِضُهُ وَيُبْغِضُ أَهْلَهُ وَيَامُرُ الْمُشْرِكِينَ بِقَتْلِهِمْ هُوَ دِيْنُ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَاعْلَمُوْا أَنَّ الْأَدِلَّةَ عَلٰى تَكْفِيْرِ الْمُسْلِمِ الصَّالِحِ إِذَا أَشْرَكَ بِاللّٰهِ أَوْ صَارَ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلَى الْمُوَحِّدِيْنَ وَلَوْلَمْ يُشْرِكْ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ تُحْصَرَ مِنْ كَلَامِ اللّٰهِ وَكَلَامِ رَسُوْلِه صلی اللہ علیہ وسلم وَكَلَامِ أَهْلِ الْعِلْمِ۔

وَأَنَا أَذْكُرُ لَكَ آيَةً مِّنْ كَلَامِ اللّٰهِ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلمِ عَلٰى تَفْسِيرِهَا وَأَنَّهَا فِي الْمُسْلِمِيْنَ وَأَنَّ الرَّجُلَ إِذَا قَالَ ذٰلِكَ فَهُوَ كَافِرٌ فِي أَيِّ زَمَانٍ كَانَ، قَالَ تَعَالٰى: ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيْمَانِهٖ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ وَفِيْهَا ذِكْرُ أَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ۔

فَإِذَا كَانَ الْعُلَمَاءُ ذَكَرُوْا أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا فَتَنَهُ أَهْلُ مَكَّةَ، وَذَكَرُوْا أَنَّ الْإِنْسَانَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلَامِ الشِّرْكِ بِلِسَانِهٖ مَعَ بُغْضِهٖ لِذٰلِكَ وَعَدَاوَةِ أَهْلِهٖ لٰكِنْ خَوْفًا مِّنْهُمْ فَهُوَ كَافِرٌ بَعَدَ إِيْمَانِهٖ۔''[74]

''بعض لوگ آج کل تم سے اس معاملہ میں بحث و تکرار اور جھگڑا کرتے ہوئے ایک شبہ پیش کرتے ہیں۔ وہ شبہ اور اس کا جواب خوب دل لگا کر پڑھ لیں۔ شبہ پیش کرنے والے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ ساری باتیں جو آپ لوگ بیان کرتے ہیں بالکل درست ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی دین ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ آپ کے ساتھ ہم درج ذیل دو باتوں کے سوا تمام باتوں میں اتفاق کرتے ہیں:

① کافروں کے ساتھ دوستی کرنے والوں کو کافر کہنے کے معاملہ میں اور

② ان کے ساتھ قتال کرنے کے معاملہ میں۔

74 الرسائل الشخصية، القسم الخامس من مؤلفات الشيخ محمد بن عبدالوهاب: 272

اس کا جواب پیش خدمت ہے: انتہائی تعجب انگیز بات تو یہی ہے کہ ایک ایسے شخص پر اس شبہ کا جواب مخفی ہے جو اس بات کا اقرار بھی کرتا ہے کہ ہمارا موقف قرآن وسنت اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دین کے مطابق ہے۔جب کوئی شخص صدق دل سے تسلیم کرتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دین "اسلام" برحق دین ہے۔تو پھر:

- وہ شخص اس کو کافر کیوں نہیں کہتا؟جو اس دین کا انکار کرتا ہے؟اس دین کی طرف دعوت دینے والے اور اس دین کو قائم کرنے والے، داعی اور مجاہد کو قتل اور گرفتار کیوں کرتا ہے؟

- پھر وہ شخص اس شخص کو کافر کیوں نہیں کہتا؟جو اپنی فوج اور انتظامیہ کو حکم دیتا ہے کہ ان مجاہدوں اور داعیوں کو گرفتار کر کے قید وبند کی صعوبتوں سے دوچار کر دو؟

- پھر وہ اس شخص کو کافر کیوں نہیں کہتا؟جو مشرکوں کے پاس جاکر انہیں برانگیختہ کرتا ہے کہ تم اپنے دین پر ڈٹے رہو، تمہارا دین ومذہب نظریہ وموقف بہت ہی بہترین اور خوبصورت ہے۔[75]

اس کے ساتھ ساتھ وہ مشرکوں اور کافروں کو خالص العقیدہ اہل توحید کے قتل اور ان کے اموال پر قبضہ کرنے (اکاؤنٹس منجمد کرنے) کے لیے ابھارتا ہے؟

---

[75] اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ شریعت کی بجائے کفار ومشرکین کے دین اور قانون، تہذیب اور تمدن، ثقافت اور معاشرت، معیشت اور سیاست کو زیادہ پسندیدہ، خوبصورت اور درست کہنے کی ایک مثال اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت: 51 میں بھی بیان فرمائی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا﴾ (النساء=4:51)

"کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ ملا ہے؟جو بتوں کا اور باطل معبودوں کا اعتقاد رکھتے ہیں اور کافروں کے حق میں بیان دیتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان والوں سے زیادہ راہِ راست پر ہیں"

مذکورہ بالا آیت ایک یہودی عالم اور سردار کعب بن اشرف (لعنۃ اللہ علیہ) کے متعلق نازل ہوئی تھی۔جب وہ مکہ آیا تو اہل مکہ نے اس سے پوچھا! بتایئے! ہم زیادہ راہِ ہدایت پر ہیں یا کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی؟کعب بن اشرف نے بددیانتی، خباثت نفس اور حسد وکینہ کی بنا پر یہ ریمارکس دیے کہ آپ لوگ ایمان والوں (یعنی محمد ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) سے زیادہ فکر راست کے حامل ہیں سچ یہ ہے کہ

عَيْنُ الرِّضَا عن كُلِّ عَيْبٍ كَلِيْلَةٌ

كَمَا أَنَّ عَيْنَ السُّخطِ تُبْدِي المَسَاوِيَا

(کسی سے محبت ہو تو اس کا کوئی عیب بھی نہیں لگتا۔جس طرح کسی سے ناراضگی ہو تو ہر بات میں کیڑے ہی نکالے جاتے ہیں)

۞ پھر وہ شخص اس شخص کے کافر ہونے کا عقیدہ کیوں نہیں رکھتا؟ حالانکہ وہ گواہی دیتا ہے کہ کافروں اور مشرکوں کے پاس جا کر انہیں جس چیز پر برانگیختہ کرتا ہے۔ رسول اکرم جناب محمد ﷺ نے اس چیز کا انکار کیا ہے، اس سے روکا ہے اور اس طرز عمل کو شرک قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں اس بات کی گواہی بھی دیتا ہے کہ اہل توحید اور مجاہدین کے جن اعمال واقدامات عقائد ونظریات کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ اللہ کا دین بہر حال یہی ہے اور مجاہدین اور موحدین ہی حقیقت میں دین کے اصل داعی اور نافذ کرنے والے ہیں؟

یاد رکھیے! کوئی کلمہ پڑھنے والا نیک مسلمان جب اللہ کے ساتھ شرک کرنے لگ جائے اور موحدین کے مخالف ہو کر مشرکین کا ساتھی بن جائے وہ کافر ہو جاتا ہے اگرچہ وہ بذاتِ خود شرک کا ارتکاب نہ بھی کرے۔ قرآن مجید میں رسول اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ میں اور اہل علم کی تالیفات وتصنیفات میں اس بارے میں اتنے دلائل ہیں کہ ان کو احاطہ تحریر میں لانا دشوار ہے۔

یہاں پر بطور مثال (For an Example) میں صرف قرآن مجید کی ایک آیت پیش کرنے پر اکتفا کروں گا۔ یہ وہ آیت ہے کہ تمام اہل علم نے اس کی تفسیر وتشریح بیان فرماتے ہوئے متفقہ طور پر یہ بیان کیا ہے کہ آیت واقعتاً ایک ایسے شخص کے بارے میں ہے جو پہلے کلمہ پڑھنے والا مسلمان ہو، پھر وہ کافروں اور مشرکوں کے ساتھ جا کر مل جائے اگر وہ ان کی طرح شرک بھی نہ کرے صرف مشرکوں کا ساتھی بن جانے کی بنا پر وہ کافر ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر لفظ "کفر" استعمال فرمایا ہے۔ ایسا شخص کسی بھی زمانہ میں ہو کسی بھی علاقہ میں ہو اس پر کافر ہونے کا حکم لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ النحل کی آیت: ۱۰۶ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ تعالیٰ سے کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔ مگر جو کھلے دل سے کفر کرے تو ان لوگوں پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لیے بہت بڑا عذاب ہے"

سورۃ النحل کی مذکورہ بالا آیت سے اگلی آیت: ۱۰۷ میں اللہ رب العزت نے ان ایمان لانے کے بعد کفر کرنے والوں کے کفر کا سبب بھی بیان فرمایا ہے۔ ان کے کفر کرنے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی۔

علماء کرام نے ذکر فرمایا ہے کہ یہ آیت سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب اہل مکہ نے انہیں طرح طرح کی آزمائشوں اور ابتلاؤں میں مبتلا رکھا تھا۔ علماء کرام نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی واضح کیا ہے کہ کوئی انسان جب اپنی زبان سے شرک اور کفر والی بات نکال دیتا ہے۔ حالانکہ اس انسان کے دل میں کفر اور شرک کی نفرت اور عداوت موجود ہے محض کافروں اور مشرکوں سے ڈرتے ہوئے وہ شرکیہ اور کفریہ بات کہہ ڈالتا ہے تو ایسا شخص بھی ایمان لانے کے بعد کافر ہو جاتا ہے۔"

(محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کی تیسری وضاحت مکمل ہوئی) [76]

تم یقیناً کافر ہو چکے ہو:

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب ایک اور مقام پر مزید وضاحت فرماتے ہیں:

"وَلٰكِنْ عَلَيْكَ بِفَهْمِ آيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللهِ، أَوْلُهُمَا : مَا تَقَدَّمَ مِنْ قَوْلِه: ﴿لاَ تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ﴾ ، فَإِذَا تَحَقَّقْتَ أَنَّ بَعْضَ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ غَزَوُا الرُّوْمَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَفَرُوْا بِسَبَبِ كَلِمَةٍ قَالُوْهَا عَلٰى وَجْهِ الْمَزْحِ وَاللَّعْبِ ، تَبَيَّنَ أَنَّ الَّذِيْ يَتَكَلَّمُ بِالْكُفْرِ أَوْ يَعْمَلُ بِهٖ خَوْفًا مِنْ نَقْصِ مَالٍ أَوْ جَاهٍ أَوْ مُدَارَاةٍ لِأَحَدٍ: أَعْظَمُ مِمَّنْ تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ يَمْزَحُ بِهَا۔

وَالْآيَةُ الثَّانِيَةُ : قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾: فَلَمْ يَعْذُرِ اللهُ مِنْ هٰؤُلَاءِ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ مَعَ كَوْنِ قَلْبِهٖ مُطْمَئِنًّا بِالْاِيْمَانِ ، وَأَمَّا غَيْرُهٰذَا فَقَدْ كَفَرَ بَعْدَ اِيْمَانِهٖ ، سَوَاءٌ فَعَلَهُ خَوْفًا أَوْ مَشُحَّةً بِوَطْنِهٖ أَوْ أَهْلِهٖ أَوْ عَشِيْرَتِهٖ أَوْ مَالِهٖ ، أَوْ فَعَلَهُ عَلٰى وَجْهِ الْمَزْحِ ، أَوْ لِغَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْأَغْرَاضِ اِلَّا الْمُكْرَهَ۔

[76] ملاحظہ = مجدد الدعوۃ شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ سورۃ النحل کی آیت: ۱۰۶ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس شخص کا تذکرہ کیا ہے جو شخص دنیوی مفادات واغراض کے حصول اور دنیوی آسائش اور مال ومتاع کے چھن جانے کے خوف کی بناء پر کفریہ بات کہہ ڈالے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ لیکن ---اگر کسی شخص کو انتہائی درجہ مجبور اور بے بس کر دیا جائے کہ وہ ضرور کفریہ کلمہ مونہہ سے نکالے تو ایسا شخص کافر نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا دل ایمان اور اسلام پر مطمئن ہوتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا عمار بن یاسر t نے جبر واکراہ کی صورت میں ایسا کام کیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص ہے جو "خائف"(خوفزدہ) ہے۔ جبکہ دوسرا وہ شخص ہے جو "مکرہ"(بے بس اور مجبور) ہے۔ خائف اور خوفزدہ کے لیے کلمۂ کفر کہنے کی اجازت اور رخصت نہیں ہے۔ جبکہ مجبور بے بس اور انتہائی درجے کے ناچار آدمی کے لیے کلمۂ کفر کہہ لینے کی اجازت اور رخصت ہے۔ اس کی مفصل بحث اسی کتاب کے مسئلہ: ۹ "مجبور کیے جانے والے شخص کا حکم" میں آرہی ہے۔

تَدُلُّ عَلٰی هٰذَا مِنْ وَجْهَتَيْنِ : أَلْأُوْلٰی: قَوْلُ اِلَّا مَنْ أُكْرِهَ ، فَلَمْ يَسْتَثْنِ اللهُ اِلَّا الْمُكْرَهَ ، وَ مَعْلُوْمٌ أَنَّ الإِنْسَانَ لَا يُكْرَهُ اِلَّا عَلَى الْعَمَلِ أَوِ الْكَلَامِ ، وَأَمَّا عَقِيْدَةُ الْقَلْبِ فَلَا يُكْرَهُ أَحَدٌ عَلَيْهَا وَالثَّانِيَةُ : قَوْلُهُ تَعَالٰی: ﴿ذٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ فَصَرَّحَ أَنَّ هٰذَا الْكُفْرَ وَالْعَذَابَ لَمْ يَكُنْ بِسَبَبِ الْاِعْتِقَادِ أَوِ الْجَهْلِ أَوِ الْبُغْضِ لِلدِّيْنِ ، أَوْ مَحَبَّةِ الْكُفْرِ ، وَاِنَّمَا سَبَبُهُ أَنَّ لَهُ فِيْ ذَالِكَ حَظًّا مِنْ حُظُوْظِ الدُّنْيَا فَآثَرَهُ عَلَى الدِّيْنِ ، (وَاللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی أَعْلَمُ) [77]

"آیا کوئی شخص ایمان لانے اور کلمہ پڑھنے کے بعد بھی کافر ہو سکتا ہے یا کہ نہیں، اس سوال کا جواب سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ قرآن مجید کی دو آیات کو سمجھیں

① پہلی آیت تو یہ ہے کہ جس میں اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں: "تم بہانے نہ بناؤ۔ یقیناً تم ایمان کے بعد کافر ہو چکے ہو۔ اگر ہم تو لوگوں میں سے بعض سے درگزر بھی کر لیں تو کچھ لوگوں کو ان کے جرم کی سنگین سزا بھی دیں گے۔" (التوبة=٩:٦٦) اس ارشاد باری تعالیٰ کے متعلق یہ بات ثابت ہے یہ بعض کلمہ پڑھنے والوں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شرکت کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جو رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ اور ہمرکاب ہو کر اہل روم کے ساتھ جنگ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ واپس آتے ہوئے ان سے ایک ایسا کلمہ سرزد ہو گیا، جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کو کافر قرار دیا۔ وہ کلمہ بھی انہوں نے مزاح اور کھیل تماشے کے طور پر ادا کیا تھا۔ [78]

---

77 رسالة كشف الشبهات فى التوحيد من كتاب مجموعة التوحيد:126,125 نیز دیکھیے الرسائل النجدیۃ:46، كشف الشبهات فى التوحيد لمحمد بن عبدالوهاب:٢٧۔ المطبوعة من دار الوطن للنشر والاعلام

78 یہاں ان منافقین کا تذکرہ ہو رہا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں گئے ہوئے تھے۔ انھوں نے رسول اکرم ﷺ کے خلاف ایک ہرزہ سرائی یہ کی: یہ کان کا کچا ہے (ہلکا) ہے۔ مطلب یہ تھا کہ یہ ہر ایک کی بات سن لیتا ہے (معلوم ہوتا ہے کہ رسول ﷺ کے حلم وکرم اور عفو ودرگزر کی صفت سے ان کو دھوکہ ہوا تھا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہیں! ہمارا پیغمبر شر اور فساد کی کوئی بات نہیں سنتا۔ جو بھی سنتا ہے تمہارے لیے اس میں خیر وبھلائی ہوتی ہے۔ جب ان منافقین کو بلا کر ان سے اُن کی اس ہرزہ سرائی کے بارے میں پوچھا گیا کہ تم نے یہ بات کیوں کہی ہے؟ انہوں نے اس کا دو لفظی جواب یہ دیا کہ ہم تو محض ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ہنسی مذاق کے لیے تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کا رسول ﷺ ہی رہ گئے ہیں؟ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ تمہارے یہ کہنے سے وہ ایمان اور اسلام ختم ہو چکا ہے جو تم پہلے ظاہر کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ استہزاء اور گستاخی کے بعد اب اس کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ گئی۔ پہلے جو ایمان تھا وہ بھی نفاق پر مبنی تھا۔ تاہم اس کی بدولت ظاہری طور پر تمہارا شمار مسلمانوں میں ہوتا تھا اب اس کی بھی گنجائش ختم ہو گئی ہے بقول شخصے

پہلے ہی کیا عزت تھی اپنی پیشِ یار
شب بھی کی منتوں نے گنوا دی رہی سہی

یہاں سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جو شخص زبان سے کفر والی بات نکالتا ہے اور کفریہ اعمال بجالاتا ہے، مال ودولت کے بارے میں خوف محسوس کرتے ہوئے یا کسی عہدہ ومنصب کے چھن جانے کا خوف محسوس کرتے ہوئے یا کسی کے ماتھے کی شکنوں کی پرواہ کرتے ہوئے وہ شخص تو اس آدمی سے کہیں بڑا مجرم اور کافر ہے جو صرف مزاح کے طور پر ایک کلمہ کفریہ منہ سے نکالتا ہے۔

② دوسری آیت وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "جو شخص اپنے ایمان کے بعد کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو مگر جو کوئی کھلے دل سے کفر کرے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ اور ان ہی کے لیے بہت بڑا عذاب ہے" (النحل ۱۶:۱۰۶) لہٰذا اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی کو معذور قرار نہیں دیا۔ مگر وہ شخص کہ جو انتہائی درجہ کا مجبور وبے بس ہو مگر اس کا دل ایمان واسلام پر برقرار ہو۔ اس کے علاوہ جو شخص بھی ایسا کرے گا وہ ایمان کے بعد کفر کا ارتکاب کرے گا۔ چاہے وہ کسی خوف وخطر کی بنا پر ایسا کام کرے یا کسی کی ناراضگی کے خوف سے ایسا کرے یا اپنے وطن، اپنے اہل وعیال یا اپنے کنبہ وقبیلہ کی خاطر ایسا کرے یا فقط ہنسی مذاق کے طور پر ایسا کرے۔ یا ان کے علاوہ اس کے دل میں کوئی اور غرض اور مفاد ہو۔ جبر واکراہ کی صورت کے علاوہ کسی صورت یہ جائز نہیں ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں دو باتیں قابل غور ہیں:

① اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد عالی کہ ﴿إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ﴾ "مگر جو مجبور کیا جائے" گویا اللہ تعالیٰ نے مجبور اور بے بس شخص کے علاوہ کسی کو بھی مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔ یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ کسی کو صرف کسی عمل کے معاملہ میں مجبور کیا جاسکتا ہے یا کلام اور گفتگو کے معاملہ میں۔ (یعنی مجبور کر کے کوئی ایسا کام کروایا جاسکتا ہے جو کام مجبور شخص نہ کرنا چاہتا ہو یا ایسی بات کہلوائی جاسکتی ہے جو مجبور نہ کہنا چاہتا ہو۔ لیکن جہاں تک دل کے عقیدہ ونظریہ کا معاملہ ہے اس بارے کوئی شخص بھی کسی کو مجبور نہیں کر سکتا۔

② سورۃ النحل کی آیت:۱۰۶ سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافر ومرتد ہونے والوں کے کفر وارتداد کی وجہ اور سبب بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: "یہ اس لیے ہے کہ انھوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ محبوب رکھا۔ یقینا اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راہِ راست نہیں دکھاتا" اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں واضح کر دیا کہ ان کے کفر اور عذاب کا سبب کوئی نظریاتی مسئلہ، کوئی جہالت والا معاملہ، دین اسلام سے نفرت کی وجہ سے یا کفر سے محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کا

سبب یہ ہے کہ انھوں نے محض دنیا کی لذتوں، آسائشوں اور راحتوں کی بناء پر دنیافانی کی زندگی کو دین اسلام پر فوقیت اور ترجیح دے ڈالی۔(واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)　　(شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کے چوتھے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

ذرا سوچئے اور غور فرمایئے! کیا اتنے واضح بیان کے بعد بھی اس شخص کے بارے کسی بیان کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے، جو کافروں اور مرتدوں کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم کرتا ہے اور کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کرتا ہے۔ہاں صرف اس شخص کو ہی مزید کسی بیان کی ضرورت محسوس ہو گی جس کے بارے کلام باری تعالیٰ میں ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا﴾ (المائدۃ=41:5)

''جس کو فتنہ میں مبتلا کرنا(یعنی خراب کرنا)اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو ایسے شخص کے لیے آپ کوئی ہدایت کی چیز نہیں پائیں گے۔''

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے زیادہ اقتباسات پیش کرنے کی وجہ:

سابقہ گفتگو میں آپ نے ملاحظہ کیا ہے کہ بہت زیادہ عبارتیں اور پیراگراف مجدد الدعوۃ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے عرض گزار کیے گئے ہیں۔اس لیے کہ اس خاص مسئلہ پر علماء اہل عرب نے اور خاص طور پر علماء نجد نے بہت زیادہ گفتگو اور کلام اپنی اپنی تصنیفات اور تالیفات میں درج فرمایا ہے۔اس کی وجہ وہ مماثلت اور موافقت ہے جو ہمارے اور ان کے درمیان پائی جاتی ہے ۔کیونکہ انہیں بھی ویسے ہی حالات درپیش تھے جن کے ساتھ آج کے دور میں ہم دوچار ہیں۔جس طرح ہمیں ایسے حکمرانوں سے پالا پڑا ہوا ہے جو بھاگ بھاگ کر اللہ کے دشمنوں (کافروں اور مشرکوں)سے دوستیاں رچانے میں بڑے سرگرم دکھائی دیتے تھے ۔پھر اس سے بڑھ کر پریشانی والی بات یہ تھی اس وقت بھی ایسے مَشَائِخ الضَّلَالَة، عُلَمَاءُ السُّوْء، درباری اور سرکاری اسکالرز اور اصحاب جبہ ودستار مولوی دستیاب تھے جنہوں نے ان حکمرانوں کے متعلق فتوے دیئے کہ یہ اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دوستیاں کرنے والے بلاشبہ ''مسلمان''ہیں۔

جب کوئی شخص شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے چاہنے والوں نیز ان کے بیٹوں اور پوتوں کے افکار ونظریات، تشریحات وتصریحات اور اقتباسات پر غور کرے گا تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ واقعتاجو شخص کافروں اور مرتدوں سے دوستی قائم کرتا ہے وہ انہی کی طرح کافر ومرتد ہے۔اور اس شخص کا وہی حکم اور معاملہ ہے جو ان کافروں کا ہے۔اگر کوئی شخص ایسا

کام کسی دنیوی غرض سے کرے (مثلاً کسی عہدہ ومرتبہ، کسی ایوارڈ، پروٹوکول یا کسی دنیوی آسائش اور راحت کے حصول کے لیے کرے) یا کوئی شخص کافروں اور مشرکوں سے محبت اور دوستی دل کی خوشی کے ساتھ کرے یا کافروں کے ساتھ دوستی اعتقادی اور نظریاتی ہم آہنگی کی بناء پر کرے دونوں صورتوں میں ہی وہ کافر شمار ہوگا۔ ان میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔

اللہ رب العزت شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ، ان کے بھائیوں، ان کے تمام چاہنے والوں پر رحم وکرم فرمائے ۔جن معاملات میں آج اختلاف کھڑے کر دیے گئے اللہ تعالیٰ ان میں سے درست موٴقف ونظریہ کی ہماری رہنمائی فرمائے۔ یقیناوہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (آمین یارب العالمین)

مشرکین کا ہم نوالہ وہم پیالہ کافر ہے:

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے سلیمان بن عبداللہ فرماتے ہیں:

”اِعْلَمْ رَحِمَكَ اللهُ أَنَّ الْاِنْسَانَ اَذَا أَظْهَرَ لِلْمُشْرِكِيْنَ الْمُوَافِقَةُ عَلٰى دِيْنِهِمْ خَوْفًا مِّنْهُمْ وَ مُدَارَةً لَّهُمْ وَ مُدَاهَنَةً لِدُفِعَ شَرِّهِمْ فَاِنَّهُ كَافِرٌ مِّثْلُهُمْ وَ اِنْ كَانَ يَكْرَهُ دِيْنَهُمْ وَيُبْغِضُهُمْ وَيُحِبَّ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ ، وَ هٰذَا اِذَا لَمْ يَقَعْ مِنْهُ اِلَّا ذَلِكَ ، فَكَيْفَ اِذَا كَانَ فِيْ دَارٍ مَنَعَةٍ وَاسْتَدعٰى بِهِمْ وَ دَخَلَ فِي طَاعَتِهِمْ وَ أَظْهَرَ الْمُوَافَقَةَ عَلٰى دِيْنِهِمُ الْبَاطِلَ وَأَعَانَهُمْ عَلَيهِ بِالنَّصْرَةِ وَالْمَالِ وَ وَالَاهُمْ وَ قَطَعَ الْمُوَالَاةَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ ، وَ صَارَ مِنْ جُنُوْدِ الْقِبَابِ وَالشِّرْكِ وَ أَهْلِهَا بَعْدَ مَا كَانَ مِنْ جُنُوْدِ الْاِخْلَاصِ وَالتَّوْحِيْدِ وَ أَهْلِهِ ، فَاِنَّ هٰذَا لَا يَشُكُّ مُسْلِمٌ أَنَّهُ كَافِرٌ مِنْ أَشَدَّ مُسْلِمٌ أَنَّهُ كَافِرٌ مِنْ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلّٰهِ تَعَالٰى وَلِرَسُوْلِهِ وَ لَا يُسْتَثْنٰى مِنْ ذَالِكَ اِلَّا الْمُكْرَهُ“

”خوب جان لیجیے! کوئی بھی انسان جب مشرکین کے ساتھ اپنی موافقت اور یکجہتی کا اظہار کرتا ہے۔ خواہ ان سے ڈرتے ہوئے ایسا کرے یا ان سے بنا کر رکھنے کی خاطر ایسا کرے یا ان کے کسی شر سے بچنے کے لیے بجھ جانے کی وجہ سے ایسا کرے بہر حال وہ شخص ان مشرکوں کی طرح کا ہی مشرک وکافر ہوگا۔ اگرچہ یہ شخص ان کافروں اور مشرکوں کے دین کو ناپسند ہی کرتا ہو اور اس کو صرف اظہار یکجہتی اور باہمی موافقت سے ہی وہ کافر ومشرک قرار پائے گا۔ اب ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرما لیجیے کہ اگر کوئی شخص شان وشوکت والا ہو اور فوجی قوت وطاقت بھی اس کے پاس ہو۔ پھر بھی وہ کافروں کا ساتھ دے، ان کی اطاعت میں داخل ہو، ان کے باطل دین ومذہب پر ان کی موافقت کرتے ہوئے، ہر طرح کی سپورٹ مہیا کرتے ہوئے اور مالی وسائل بروئے کار لاتے ہوئے ان کا تعاون کرے اور ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرے ۔اپنے اور مسلمانوں کے درمیان نفرت کی

دیواریں کھڑی کرلے۔ اصحاب گدی و آستانہ، اصحاب دربار ومزار اور دیگر مشرکین کا ہم نوالہ وہم پیالہ بن جائے جبکہ وہ پہلے اہل توحید میں سے تھا اور مخلص مسلمان تھا۔ لیکن مذکورہ بالا افعال بد کی بنا پر بہر صورت وہ کافر قرار پائے گا۔ کوئی صحیح العقیدہ مسلمان اس کے کافر ہونے میں شک نہیں کرسکتا۔ یہ کافر بھی ایسا ہوگا کہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ عداوت کرنے والوں میں سے ہوگا۔ ان میں سے وہ شخص مستثنٰی (Exept) قرار دیا جائے گا جس کے ساتھ جبر واکراہ والا معاملہ ہو۔"

کفار سے ہر قسم کا تعاون "کفر" ہے:

شیخ سلیمان بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اَلْأَمْرُ الثَّالِثُ مِمَّا یُوْجِبُ الْجِهَادَ لِمَنِ اتَّصَفَ بِهِ مُظَاهَرَةُ الْمُشْرِكِیْنَ وَإِعَانَتُهُمْ عَلَى الْمُسْلِمِیْنَ بِیَدٍ أَوْ بِلِسَانٍ أَوْ بِقَلْبٍ أَوْ بِمَالٍ، فَهٰذَا كُفْرٌ یُّخْرِجُ مِّنَ الإِسْلَامِ، فَمَنْ أَعَانَ الْمُشْرِكِیْنَ عَلَى الْمُسْلِمِیْنَ وَأَعَانَهُمْ مِنْ مَالِهِ بِمَا یَسْتَعِیْنُوْنَ بِهِ عَلٰى حَرْبِ الْمُسْلِمِیْنَ اِخْتِیَارًا مِنْهُ فَقَدْ كَفَرَ، قَالَ الشَّیْخُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ فِیْ نَوَاقِضِ الْإِسْلَامِ، الثَّامِنُ: مُظَاهَرَةُ الْمُشْرِكِیْنَ وَ مُعَاوَنَتُهُمْ عَلَى الْمُسْلِمِیْنَ، وَالدَّلِیْلُ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾[79]

"ایک ایسے شخص کے خلاف جہاد کو واجب کرنے والی تیسری بات یہ ہے کہ جو شخص بھی مشرکین کی مدد وحمایت کرتا ہے یا اپنے ہاتھ، زبان یا مال غرضیکہ کسی بھی طرح مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کو سپورٹ فراہم کرتا ہے۔ یہ ایسا کفر ہے جو اسے اسلام سے باہر نکال دیتا ہے۔ جو انسان بھی مسلمانوں کے خلاف مشرکین کا تعاون کرتا ہے۔ مشرکوں کو اپنا مالی تعاون پیش کرتا ہے جس کو وہ کافر ومشرک مسلمانوں کے خلاف برپا جنگ میں بروئے کار لاتے ہیں۔ یہ تعاون بھی وہ اختیاری حالت میں کافروں کے پیش خدمت کرتا ہے، ایسا شخص بلاشبہ کافر ہو جاتا ہے۔ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نے نواقض اسلام میں سے آٹھواں ناقض (اسلام کو ختم کرنے والا عمل) یہ بیان کیا ہے کہ "مشرکین کی مدد کرنا اور مسلمانوں کے خلاف جنگ میں مشرکوں کا تعاون کرنا

79 الدرر السنیة فی الاجوبة النجدیة: 7/ 275

۔یعنی یہ اسلام کو ختم کرنے والا آٹھویں نظریہ وعمل ہے۔اس کی دلیل سورۃ المائدہ کی آیت:۵۱ ہے۔جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:"اے ایمان والو!تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس ہی میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہی میں سے ہے۔ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہر گز راہ راست نہیں دکھاتا۔"

مشرکین سے نفرت نہ ہونا بھی کفر ہے:

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے دو بیٹوں حسین بن محمد اور شیخ عبد اللہ بن محمد رحمۃ اللہ علیہما سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا۔جو دین اسلام میں داخل ہے۔اس دین سے محبت بھی کرتا ہے اور دین اسلام پر چلنے والے مسلمانوں سے بھی محبت کرتا ہے۔مگر مشرکین سے دشمنی اختیار نہیں کرتا۔یا دشمنی تو کرتا ہے مگر مشرکین کو کافر تسلیم نہیں کرتا۔تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟انھوں نے جواب دیا:

"مَنْ لَّا يُعَادِي الْمُشْرِكِيْنَ أَوْ عَادَاهُمْ وَلَمْ يُكَفِّرْهُمْ فَهُوَ غَيْرُ مُسْلِمٍ وَ هُوَ مِمَّنْ قَالَ تَعَالٰى فِيْهِمْ:﴿وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا، اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾[80]

"جو مشرکین سے عداوت نہیں رکھتا۔یا عداوت تو رکھتا ہے مگر ان کو کافر تسلیم نہیں کرتا وہ "غیر مسلم" ہے یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:"اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے بین بین کوئی راہ نکالیں۔یقین مانو کہ یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے"

شیخ عبد الرحمن حسن رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن بن حسن رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

---

[80] الدرر السنية في الاجوبة النجدية: 7/ 275

"النَّوْعُ الثَّالِثُ مِنْ نَوَاقِضِ الْإِسْلَامِ: مَنْ عَرَفَ التَّوْحِيْدَ وَ أَحَبَّهُ وَاتَّبَعَهُ وَ عَرَفَ الشِّرْكَ فَهٰذَا كَافِرٌ، وَ فِيْهِ قَالَ تَعَالٰى: ﴿ذَالِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَا أَنْزَلَ اللهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ﴾

النَّوْعُ الرَّابِعُ مِنَ النَّوَاقِضِ: مَنْ سَلِمَ مِنْ هٰذَا كُلِّهِ لٰكِنْ أَهْلُ بَلَدِهِ يَصْرَحُوْنَ بِعَدَاوَةِ التَّوْحِيْدِ وَ اتِّبَاعِ أَهْلِ الشِّرْكِ وَ يَسْعَوْنَ فِيْ قِتَالِهِمْ وَعُذْرُهُ أَنَّ تَرْكَ وَطْنِهٖ يَشُقُّ عَلَيْهِ، فَلْيُقَاتِلُ أَهْلَ التَّوْحِيْدِ مَعَ أَهْلِ بَلْدِهٖ وَ يُجَاهِدُ بِمَالِهٖ وَ نَفْسِهٖ فَهٰذَا أَيْضًا كَافِرٌ.........إِلٰى أَنْ قَالَ رَحِمَهُ اللهُ:

وَأَمَّا مُوَافَقَتُهُ عَلَى الْجِهَادِ مَعَهُمْ بِمَالِهٖ وَ نَفْسِهٖ مَعَ أَنَّهُمْ يُرِيْدُوْنَ قَطْعَ دِيْنِ اللهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَأَكْبَرُ مِمَّا ذَكَرْنَا بِكَثِيْرٍ، فَهٰذَا أَيْضًا كَافِرٌ مِمَّنْ قَالَ اللهُ فِيْهِمْ: ﴿سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَ يَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ كُلَّمَا رُدُّوْآ اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْآ اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَ يَكُفُّوْآ اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُبِيْنًا﴾[81]

"نواقض اسلام (یعنی اسلام کو ختم کر دینے یا اسلام سے خارج کر دینے والی چیزوں) میں سے تیسرے نمبر پر یہ ہے کہ: جو شخص عقیدۂ توحید کو پہچان لیتا ہے، اس سے محبت بھی کرتا ہے، مزید براں وہ شرکیہ عقیدے کو بھی پہچان لیتا ہے۔ اس عقیدے سے کنارہ کشی بھی اختیار کر لیتا ہے۔ لیکن وہ اہل توحید کو ناپسند کرتا ہے اور مشرکین سے محبت کرتا ہے۔ ایسا شخص بلاشبہ کافر ہے ایسے ہی شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ سورۂ محمد کی آیت: ۹ میں ارشاد فرماتے ہیں: "یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ چیز سے ناخوش ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے (بھی) ان کے اعمال ضائع کر دیے۔"

نواقض اسلام میں سے چوتھے نمبر پر یہ ہے کہ: جو شخص بالفرض مذکورہ بالا تمام چیزوں سے سلامت رہتا ہے۔ لیکن اس کے شہر اور علاقے کے دوسرے باشندے واضح طور پر عقیدۂ توحید سے عداوت رکھتے ہیں۔ اہل شرک کی پیروی اختیار کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف جنگ و قتال کے لیے ہمہ وقت سرگرم رہتے ہیں۔ (یہ شخص ان لوگوں کے درمیان رہتا ہے اور اس علاقے کو خیر باد نہیں کہتا ہے) اس کے پاس یہ عذر ہے کہ میرے لیے وطن کو چھوڑنا انتہائی دشوار ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ وہ اپنے اہل علاقہ اور اہل شہر کے ساتھ مل کر اہل

[81] المورد العذب الزلال في كسف شبهة أهل الضلال: 103

توحید سے لڑنے بھی لگ جاتا ہے۔ اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ نام نہاد ''دہشت گردی'' کے خلاف جہاد شروع کردیتاہے۔ تو یہ بھی کافر ہے۔

شیخ عبدالرحمن بن حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کافروں کے ساتھ مل کر کسی کلمہ پڑھنے والے نام نہاد مسلمان کا مسلمان ہی کے خلاف ''جہاد'' کرنا جبکہ وہ جانتا بھی ہے کہ وہ کفار، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین برحق ''اسلام'' کا قلع قمع کرنا چاہتے ہیں. سابقہ گفتگو میں ذکر کردہ صورت حال سے کئی لحاظ سے بڑا گناہ ہے۔
دین اسلام ختم کرنے کے لیے کوشاں ان کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شرکت کرنے والا یہ نام نہاد کلمہ گو مسلمان ''کافر'' ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں اللہ رب العزت سورۃ النساء کی آیت:۹۱ میں فرماتے ہیں:
''تم کچھ اور لوگوں کو ایسا بھی پاؤ گے، جن کی بظاہر خواہش ہے کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں۔ لیکن جب کبھی فتنہ انگیزی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تو اوندھے منہ اس میں ڈال دیے جاتے ہیں پس اگر یہ لوگ تم سے (لڑائی میں) کنارہ کشی نہ کریں تمہاری اطاعت نہ کریں اور (کافروں کے ساتھ لڑائی کے وقت یہ لوگ) اپنے ہاتھ تم سے روک کر نہ رکھیں تو آپ ان کو پکڑیں اور جہاں کہیں بھی پائیں ان کو قتل کردیں۔ ان لوگوں کے خلاف ہم نے تم کو کھلی حجت دے دی ہے۔''

عرب کے چار جید علماء کی وضاحت:

عرب کے چار شیوخ :(۱) شیخ محمد بن عبداللطیف (آل شیخ)،(۲) شیخ سلیمان بن سمحان،(۳) شیخ صالح بن عبدالعزیز اور (۴) شیخ محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہم سے دو خارجی ٹائپ فرقوں ''(۱) العجمان اور (۲) الدویش کے متعلق سوال کیا گیا۔ یہ دونوں فرقے ایسے تھے کہ انہوں نے مسلمانوں کے شہر سے خروج کرتے ہوئے بغاوت کی تھی۔ باجود اس بات کے کہ یہ اپنے آپ کو سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے پیروکار ظاہر کرتے تھے۔ سیدنا جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں کی شان ومنزلت سے کون آگاہ نہیں۔ یہ وہ عظیم لوگ تھے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ اپنے آپ کو ان عظیم ہستیوں کی طرف منسوب کرکے دراصل یہ گمراہ، خارجی اور مرتد قسم کے لوگ اپنا دفاع کرتے تھے۔ کافروں کے ساتھ مل کر یہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتے اور مسلمانوں پر کفر کے فتوے صادر کرتے تھے۔ ان کے

بارے میں مذکورہ بالا چار علماء عرب سے سوال کیا گیا کہ یہ کیسے لوگ ہیں اور قرآن وسنت کے مطابق ان کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے جواب دیا:

”هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ ذَكَرَهُمُ السَّائِلُ وَهُمُ الْعَجْمَانُ وَالدَّوِيْشُ وَمَنْ تَبِعَهُمْ لَا شَكَّ فِيْ كُفْرِهِمْ وَ رِدَّتِهِمْ لِاَنَّهُمْ انحَازُوا اِلٰى أَعْدَاءِ اللهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَطَلَبُوْا الدُّخُوْلَ تَحْتَ وَلَايَتِهِمْ وَاسْتَعَانُوْا بِهِمْ ، فَجَمَعُوْا بَيْنَ الْخُرُوْجِ مِنْ دِيَارِ الْمُسْلِمِيْنَ وبَيْنَ اللُّحُوْقِ بِأَعْدَاءِ المِلَّةِ وَتَكْفِيْرِهِمْ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ وَاسْتِحْلَالِ دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ۔“[82]

”سوال کرنے والے نے جن لوگوں کے بارے میں سوال کیا ہے، یعنی (۱) عجمان اور (۲) دویش[83] فرقوں کے بارے میں اور ان کے پیروکاروں کے بارے میں۔ ان کے بارے میں یاد رکھیے کہ ان لوگوں کے کافر اور مرتد ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے خود کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں (کلمہ نہ پڑھنے والے کافروں) کی طرف مائل کیا ہے۔ کافروں کی مدد، تعاون اور تسلط کی کے زیر سایہ مسلم علاقوں میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ کافروں سے انہوں نے مدد اور تعاون کیا ہے۔ اس طرح گویا ان کے اندر بیک وقت چار بڑے بڑے کفریہ جرائم جمع ہوگئے ہیں۔

1. اسلامی ممالک میں مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرنا۔
2. ملت اسلامیہ کے دشمنوں کے ساتھ مل جانا۔
3. اہل اسلام کو کافر کہنا۔
4. مسلمانوں کے خون اور مال کو اپنے لیے حلال اور مباح سمجھ لینا۔ (کہ ان کا خون بہانا جائز ہے اور ان کا مال غصب کرنا اور ان کے اکاؤنٹس منجمد کرنا درست ہے۔)

تاتاریوں سے جاملنا بھی باعث کفر ہے:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ”الِاخْتِيَارَاتُ الفِقهِيَّة“ میں فرماتے ہیں:

---

82 الدرر السنیۃ فی الاجوبۃ النجدیۃ: 7/433

83 عجمان اور درویش دو ایسے گمراہ قبیلے اور فرقے تھے جنہوں نے جزیرۂ عرب میں سر اٹھایا تھا۔ مذکورہ بالا چاروں شیوخ کرام جن سے ان کے متعلق فتوٰی طلب کیا گیا وہ ان کے دور میں باحیات تھے۔ ان دونوں گمراہ فرقوں کو پھر اس وقت کفر وارتداد کی بناء پر قتل کر دیا گیا تھا۔

"من جَنَّرَ اِلٰی مُعَسْکَرِ التُّتَرِ وَ لَحِقَ بِهِمْ ارْتَدَّ وَ حَلَّ دَمُهُ وَ مَالُهُ ، فَاِذَا كَانَ هٰذَا فِي مُجَرَّدِ اللُّحُوْقِ بِالْمُشْرِكِيْنَ فَكَيْفَ بِمَنْ اعْتَقَدَ مَعَ ذَالِكَ أَنَّ جِهَادَهُمْ وَ قِتَالَهُمْ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ دِيْنٌ يُدَانُ بِهِ ، هٰذَا أَوْلٰى بِالْكُفْرِ وَالرِّدَّةِ۔"[84]

"جو شخص تاتاریوں کے معسکر (چھاؤنی) کی طرف بھاگا بھاگا جاتا ہے اور ان سے جاملتا ہے، وہ شخص مرتد ہو جاتا ہے اور اس کا خون بہانا اور اس کا مال اپنے قبضہ میں لینا جائز ہے۔ مشرکین کے ساتھ صرف جاملنے کا یہ حکم ہے کہ وہ مرتد ہو جاتا ہے اور اس کو قتل کرنا اور اس کا مال قبضہ میں لینا جائز ہے۔ تو اس شخص کے متعلق خود غور فرمالیں کہ جو اس بات کا اعتقاد اور نظریہ رکھتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف جنگ و قتال کرنا میرے دین و مذہب میں شامل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ثانی الذکر شخص کفر وار تداد میں کہیں زیادہ آگے بڑھا ہوا ہے۔' (وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ)

موجودہ زمانے کے مرتدین اور تاتاریوں کا معاملہ:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس اور قول سے آپ کو معلوم ہوا کہ جو شخص تاتاریوں کے معسکر (ٹریننگ سنٹر) کی طرف بھاگ کر چلا جاتا ہے۔ اس کا یہ حکم ہے۔ حالانکہ تاتاری لوگ وہ تھے جو اسلام اور اسلامی شعائر کا اظہار کرتے تھے لیکن وہ اپنے باہمی اختلافات اور تنازعات کا فیصلہ اسلامی قانون کے بغیر کرتے تھے۔ ان لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو ان کی طرف جاملے اور ان کے لشکروں اور ان کی فوجوں میں شامل ہو جائے وہ مرتد ہو جاتا ہے۔ اس کا قتل جائز اور اس کے مال کو قبضہ میں لینا مباح ہے۔ اس شخص کا وہی حکم ہے جو مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما اور برسرپیکار کافروں کا حکم ہے۔ جب آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی تو اس شخص کے معاملے کو سمجھنا آسان ہو جائے گا کہ جو شخص بغیر کسی جبر واکراہ کے ، اختیاری حالت میں، دل سے چاہتے ہوئے کافروں اور مرتدوں کی فوج اور اتحادوں میں جاملتا ہے، مسلمانوں کے خلاف برپا جنگ میں وہ کافروں کا ساتھ دیتا ہے، کلمہ پڑھنے والے مسلمانوں اور مجاہدوں کو وہ پابند سلاسل کرتا ہے اور پس دیوار زنداں ڈال دیتا ہے ، مخلص مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتوں اور سزاؤں سے دوچار کرتا ہے اور ان کو قتل کرنے تک سے دریغ نہیں کرتا۔ مسلمانوں کا خون بہانے اور عزت پامال کرنے کو جائز اور مباح تصور کرتا ہے۔ وہ مال اور عزتیں جن کے حرام ہونے کے بارے قرآن وسنت کے بہت زیادہ دلائل موجود ہیں۔

84

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تاتاری کافروں کے ساتھ محض جاملنا دین سے مرتد ہو جانا ہے۔ حالانکہ تاتاری اسلام کا اظہار کرتے تھے۔ تو جو شخص کافروں کے ساتھ جاملنے کے علاوہ یہ جرم بھی کرے کہ وہ کافروں کے ہمرکاب ہو کر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شامل ہو جائے اور جنگ بھی محض دین و مذہب اور اعتقادی و نظریاتی بنیاد پر ہو تو اس شخص کے بارے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ یہ شخص واقعتا کافر اور مرتد ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اقتباس سے ان لوگوں کی بھی تردید ہو جاتی ہے جو ان جیسے لوگوں کے بارے میں توقف اور خاموشی اختیار کرتے ہیں اور ان جیسے لوگوں کے بارے میں مسلمان ہونے کا فتوٰی صادر کرتے ہیں۔ صرف اس وجہ سے کہ وہ اسلام کے بعض اسلامی شعائر پر توکاربند اور عمل پیرا ہیں۔

عوام الناس کو آگاہ کرنا نہایت ضروری ہے:

فضیلۃ الشیخ حمد بن عتیق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وَ قَدْ تَقَدَّمَ أَنَّ مُظَاهَرَةَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ دَلَالَتَهُمْ عَلٰى عَوَرَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ أَوَ الذَّبَّ عَنْهُمْ بِلِسَانٍ أَوْ رَضِيَ بِمَا هُمْ عَلَيْهِ كُلُّ هٰذِهٖ مُكَفِّرَاتٌ مِمَّنْ صَدَرَتْ مِنْهُ مَنْ غَيْرِ الْاِكْرَاهِ الْمَذْكُوْرِ ، وَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَهُوَ مُرْتَدٌّ وَاِنْ كَانَ مَعَ ذٰلِكَ يُبْغِضُ الْكُفَّارَ وَيُحِبُّ الْمُسْلِمِيْنَ ، وَ قَدْ تَقَدَّمَ ذٰلِكَ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعٍ وَ اِنَّمَا كَرَّرْنَا لِعُمُوْمِ الْجَهْلِ بِهٖ وَ شِدَّةِ الْحَاجَةِ اِلٰى مَعْرِفَتِهٖ“[85]

”یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ کفار و مشرکین کی مدد کرنا، مسلمانوں کے خفیہ راز اور پر گرام کافروں کو بتانا، اپنی زبان کے ساتھ ان کا دفاع کرنا یا کافروں کے نظریات، اقدامات اور تحفظات کو پسند کرنا کسی بھی مسلمان شخص کو کافر بنادینے والی چیزیں ہیں۔ جس شخص سے بھی یہ چیزیں سرزد ہوتی ہیں وہ کافر ہو جائے گا مگر یہ کہ وہ ایسا مجبور و بے بس ہو جس کا بیان سورۃ النحل کی آیت نمبر:۱۰۶ میں مذکور ہے۔ جس شخص سے بھی یہ چیزیں سرزد ہوں وہ مرتد ہے۔ اگرچہ وہ کافروں سے نفرت کرتا ہو اور مسلمانوں سے محبت کرتا ہو۔ یہ بات پہلے کئی بار گزر چکی ہے۔ اب ہم نے اس بات کو بار بار اس لیے بیان کیا ہے کہ عوام الناس میں اس بارے میں بہت زیادہ لاعلمی اور کم فہمی پائی جاتی ہے۔ حالانکہ اس کی طرف توجہ دلانے اور عوام الناس کو اس سے آگاہ کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔“

---

85 الدفاع عن اهل السنة والاتباع للشيخ حمد بن عتيق النجدى: 32,31

حیات دنیوی کو ترجیح دینے کا انجام:

فضیلۃ الشیخ حمد بن عتیق رحمۃ اللہ علیہ مزید وضاحت فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

" أَنْ يُوَافِقَهُمْ --أَي الْكُفَّارَ-- فِي الظَّاهِرِ مَعَ مُخَالَفَتِهِ لَهُمْ فِي الْبَاطِنِ، وَهُوَ لَيْسَ فِي سُلْطَانِهِمْ وَإِنَّمَا حَمَلَهُ عَلَى ذَالِكَ إِمَّا طَمَعٌ فِي رَيَاسَةٍ أَوْ مَالٍ أَوْ مَشَحَّةٍ بِوَطَنٍ أَوْ عِيَالٍ، أَوْ خَوْفٌ مِمَّا يَحْدُثُ فِي الْمَآلِ، فَإِنَّهُ فِي هٰذِهِ الْحَالِ يَكُونُ مُرْتَدًّا وَلَا تَنْفَعُهُ كَرَاهَتُهُ لَهُمْ فِي الْبَاطِنِ، وَهُوَ مِمَّنْ قَالَ اللهُ فِيهِمْ ﴿ذٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ [86]

"کوئی شخص کافروں سے اگر اوپر اوپر سے ہی موافقت کا اظہار کرتا ہو اور ہاں میں ہاں ملاتا ہو۔ جبکہ اس کا دل ، ضمیر اور اندرون (inner) کافروں کی مخالفت میں ہی ہو۔ حالانکہ وہ شخص کافروں کے تسلط اور کنٹرول میں بھی نہیں ہے کہ صرف جبر واستبداد کی بناء پر اس نے ایسا کیا ہو، بلکہ کسی حکومتی اور ریاستی لالچ، یا کسی مالی مفاد، یا وطن اور اہل وعیال کی محبت وجذبات سے بے بس ہو کر، یا آنے والے حوادث اور خطرات سے خوف کھاتے ہوئے اس نے کافروں سے یکجہتی اور ہم آہنگی کا اظہار کیا ہو۔ بہر حال وبہر صورت ایسا شخص مرتد ہو گا۔ دل اور ضمیر سے ان کو ناپسند کرنے کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہو گا۔ یہ شخص ان لوگوں میں شامل ہو گا جن کے بارے میں اللہ ذوالجلال والاکرام نے سورۃ النحل کی آیت: ۱۰۷ میں تذکرہ فرمایا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

"یہ اس لیے کہ انھوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ محبوب رکھا ہے۔ یقینا اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راہِ راست نہیں دکھاتا۔"

شاعرانہ انداز میں وضاحت:

شیخ سلیمان بن سمحان رحمۃ اللہ علیہ کافروں سے دشمنی اور مومنوں سے محبت کے عقیدہ کو اپنے شاعرانہ انداز میں یوں واضح کرتے ہیں:

وَمَنْ يَّتَوَلَّ الْكَافِرِيْنَ فَمِثْلُهُمْ
وَلَا شَكَّ فِيْ تَكْفِيْرِهٖ عِنْدَ مَنْ عَقَلَ

86

وَ مَنْ يُّوَالِيْهِمْ وَ يَرْكُنْ نَحْوَهُمْ
فَلَا شَكَّ فِيْ تَفْسِيْقِهٖ وَهُوَفِيْ وَجَلٍ
وَ كُلُّ مُحِبٍّ أَوْ مُعِيْنٍ وَ نَاصِرٍ
وَيُظْهِرُ جَهْرًا لِلْوَفَاقِ عَنِ الْعَمَلِ
فَهُمْ مِثْلُهُمْ فِي الْكُفْرِ مِنْ غَيْرِ رِيْبَةٍ
وَإِذَا قَوْلُ مَنْ يَدْرِ الصَّوَابَ مِنَ الزَّلَلِ

(مذکورہ اشعار کا ترتیب وار ترجمہ)

① جو کافروں سے دوستی رچاتا ہے وہ انہی کی طرح ہوتا ہے۔ عقل ودانش والے کسی شخص کے ہاں اس کے کافر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

② جو شخص کافروں سے دوستی قائم کرتا ہے اور ان کی طرف مائل ہوتا ہے اس حالت میں کہ اس کے دل میں خوف وہراس تھا تو اس کے فاسق وفاجر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

③ ہر وہ شخص جو کسی کافر سے محبت کرنے والا ہو، اس کا تعاون کرنے والا ہو اور اس کی مدد وحمایت کرنے والا ہو، وہ چاہے ظاہری طور پر ہی اپنے عمل وکردار سے کافروں کے ساتھ یکجہتی، ہم آہنگی اور موافقت کا اظہار کرنے والا ہو۔

④ بغیر کسی شک وشبہ کے وہ شخص بھی کافروں کی طرح کا کافر ہے۔ یہ بات وہ شخص کہہ رہا ہے جو صحیح اور غلط، حق اور باطل میں فرق سے اچھی طرح آگاہ وآشناہ ہے۔

نظام نہیں صرف چہرے بدلے ہیں:

قرآن وسنت کے بہت زیادہ واضح اور پختہ دلائل ذکر کرنے کے بعد ہم نے چند جید علماء اسلام کے اقوال واقتباسات بھی قلمبند کیے ہیں جن سے اس بات کی مزید تاکید اور تائید ہوتی ہے کہ:

1. جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دوستی کرے،

② اہل اسلام اور اہل توحید کے خلاف کافروں کی حمایت اور مدد کرے۔

③ کافروں کے شانہ بشانہ وہ خالص العقیدہ مجاہد مسلمانوں کے خلاف برپا جنگ میں شریک ہو جائے۔

ایسا شخص بلاشک وشبہ کافر و مرتد ہے۔ جن علماء کے ہم نے اقوال اور اقتباسات درج کیے ہیں۔ ان کے زمانہ اور دور میں جس طرح یہ اقوال اور بیانات پورے پورے فِٹ اور منطبق (Telly) ہوتے تھے۔ بالکل اسی طرح ہمارے اس دور میں بھی یہ دلائل، اقوال اوراقتباسات پورے پورے فٹ اور منطبق ہوتے ہیں۔ اس معاملے میں سابقہ ادوار اور موجودہ دور میں کوئی فرق نہیں ہے۔ صرف چہرے بدلے ہیں نظریات اور معاملات ہو بہو وہی ہیں۔ کوئی شخص یہ ہرگز گمان نہ کرے کہ یہ صرف تصوراتی ، تخیلاتی اور نظری وفکری مسئلہ ہی ہے۔ یہ واقعاتی اور عملاً پیش آنے والا مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ وہ مسئلہ ہے جو ہر زبان ومکان پر لاگو ہوتا دکھائی دیتا ہے۔"

حرام کو حلال بنانے والا عمل اور شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کا فتوٰی:

لہٰذا علماء کرام کے اقوال واقتباسات سب سے آخر میں ہم ایک ایسے عالم دین کا فتوٰی ذکر کرتے ہیں جو ہمارے موجودہ دور سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ ابھی چند سال قبل (۱۳ مئی ۱۹۹۹ء کو) ان کی وفات ہوئی ہے۔ ہماری مراد سعودی عرب کے مشہور عالم دین مفتی عالم اسلام فضیلۃ الشیخ عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ شیخ فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ اِلَى الْاِشْتَرَاكِيَةِ أَوْ الشُّيُوْعِيَّةِ أَوْ غَيْرِهِمَا مِنَ الْمَذَاهِبِ الْهَدَّامَةِ الْمُنَاقِضَةِ لِحُكْمِ الْاِسْلَامِ كُفَّارٌ ضُلَّالٌ أَكْفَرُ مِنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى لِاَنَّهُمْ مَلَاحِدَةٌ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَّجْعَلَ أَحَدٌ مِنْهُمْ خَطِيْبًا وَ اِمَامًا فِيْ مَسْجِدٍ مِنْ مَسَاجِدِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَلَا تَصِحُّ الصَّلَاةُ خَلْفَهُمْ، وَكُلُّ مَنْ سَاعَدَهُمْ عَلٰى ضَلَالِهِمْ وَحَسَّنَ مَا يَدْعُوْنَ اِلَيْهِ وَذَمَّ دُعَاةَ الْاِسْلَامِ وَلَمَزَهُمْ فَهُوَ ضَالٌّ حُكْمُهُ حُكْمُ الطَّائِفَةِ الْمُلْحِدَةِ الَّتِيْ صَارَ فِيْ رِكَابِهَا وَ أَيَّدَهَا فِيْ طَلَبِهَا، وَ قَدْ أَجْمَعَ عُلَمَاءُ الْاِسْلَامِ عَلٰى أَنَّ مَنْ ظَاهَرَ الْكُفَّارَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَ سَاعَدَهُمْ عَلَيْهِمْ بِأَيِّ نَوْعٍ مِّنَ الْمُسَاعِدَةِ فَهُوَ كَافِرٌ مِّثْلُهُمْ، كَمَا قَالَ سُبْحَانَهُ: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

"یادرکھئے!جو لوگ عوام الناس کو اشتراکیت (سوشلزم/Socialism) ، لادینیت (سیکولرازم/ Secularis) یا شیوعیت (کمیونزم / Communism) کی طرف دعوت دیتے ہیں۔یا ان کے علاوہ دیگر ایسے مذاہب وادیان کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں جو دین اسلام سے ٹکراتے ہیں اور اسلامی آئین وقوانین سے متصادم ہیں۔ان مذاہب وادیان کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والے یہود ونصاریٰ سے بھی بڑے درجے کے کافر وگمراہ ہیں۔اس لیے کہ یہ لوگ ایسے ملحد اور بے دین ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہی نہیں رکھتے ۔ان جیسے کلمہ گو نام نہاد مسلمانوں میں سے کسی کو مسلمانوں کی مساجد میں خطیب اور امام رکھنا بھی جائز نہیں اور نہ ایسے ملحدوں کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے۔

ان کے علاوہ وہ تمام لوگ جو ان ملحدوں اور بے دینوں کی مدد ومعاونت کرتے ہیں،ان کے موقف اور نظریات کو سراہتے ہیں، قرآن وسنت کی خالص اسلامی دعوت پیش کرنے والے داعیوں اور مبلغوں کی مذمت کرتے ہیں اور ان کو طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔یہ لوگ بھی کافر اور گمراہ ہیں۔ان کا معاملہ بھی بالکل ویسا ہی ہے جو ان (نام نہاد کلمہ گو) بے دینوں اور ملحدوں کا ہے۔کیونکہ یہ ان کے ہم نوالہ وہم پیالہ بنے بیٹھے ہیں۔

ملت اسلامیہ کے تمام جید علماء کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے جو شخص مسلمانوں کے خلاف کافروں کی کسی بھی نوعیت اور کسی بھی انداز کی مدد ومعاونت کرتا ہے وہ ان ہی کفار کی طرح کافر ہو جاتا ہے۔اللہ رب العزت نے سورۃ المائدہ کی آیت:۵۱ میں یہی بات یوں بیان فرمائی ہے:"اے ایمان والو!تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔یہ تو آپس ہی میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہی میں سے ہے۔ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز راہِ راست نہیں دکھاتا"اسی طرح سورۃ التوبہ کی آیت:۲۳ میں ارشاد فرمایا:"اے ایمان والو!اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھیں۔تم میں سے جو بھی ان سے محبت رکھے گا۔وہ پورا گنہگار ظالم ہے"

(شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

اس بات کے واضح ہو جانے اور پوری طرح کھل جانے کے بعد کہ کافروں سے دوستی حرام اور مسلمانوں سے دوستی واجب ہے۔اسی طرح مسلمانوں کے خلاف کافروں کی کسی بھی طرح سپورٹ کرنا حرام اور کفر وارتداد والا کام ہے۔مجاہد مسلمانوں کا خون

بہانا ایک حرام کو حلال بنانے والا عمل ہے۔لیڈروں، سیاستدانوں، پیشواؤں اور حکمرانوں میں سے کوئی یہ کام کرے یا لشکروں اور عام فوجیوں میں سے کوئی یہ کام کرے دونوں ہی ایک جیسے ہیں۔

ایک انتہائی اہم سوال اور اس کا جواب:

یہاں ایک انتہائی اہم سوال پیدا ہوتا ہے شریعت اسلامیہ کا علم رکھنے والے اکثر وبیشتر علماء موجودہ حالات میں اس کا جواب دینے میں شش وپنج کا شکار ہو جاتے اور توقف اختیار کر جاتے ہیں۔وہ سوال یہ ہے کہ:

> اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بر سر پیکار تمام لوگوں کا معاملہ کیا ایک جیسا ہے؟خواہ اس کا تعلق بڑے بڑے عہدوں پر فائز حکمرانوں اور کمان کرنے والے افسروں سے ہو یا عام فوجیوں سے ہو۔وہ عام فوجی محض کسی کی کمان اور ماتحتی میں اپنا جسمانی تعاون اور عملی مدد پیش کرتا ہے؟یا کہ کافروں کی مدد کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف فوجی آپریشن کرنے اور گرفتاریاں کرنے کی بنا پر کفر اور ارتداد کا حکم صرف بڑے بڑے لیڈروں ،حکمرانوں اور کمان کرنے والے افسروں پر ہی لاگو ہوگا اور عام فوجیوں اور معاونین کا حکم ان سے مختلف ہوگا؟آئندہ صفحات میں ہم ان شاء اللہ اس اہم سوال کا جواب پیش کرتے ہیں۔

یہاں پر بعض لوگوں نے اہل علم کے چند اقوال سے "الموالاۃ"(دوستی) کی دو قسمیں بیان کی ہیں:ان لوگوں کا کہنا ہے کہ کافروں سے موالاۃ(دوستی) کی درج ذیل دو قسمیں ہیں:

① مُوَالَاۃِ مُکَفِّرَۃ　　(کافر بنا دینے والی دوستی)

② مُوَالَاۃِ غَیْرُ مُکَفِّرۃ　(کافر نہ بنانے والی دوستی)

اس بارے میں مجھے علماء تفسیر میں سے صرف ایک قول ابن العربی کا ملا ہے جس کو علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے جاسوسی کرنے والے مسلمانوں کے متعلق نقل فرمایا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان کسی کافر کی جاسوسی کرے اور اس کا دل اپنے عقیدہ توحید اور مذہب اسلام پر قائم ہے تو اس طرح محض جاسوسی کرنے سے وہ کافر نہیں ہوگا۔اللہ کے فضل وکرم سے جاسوس کے مسئلہ کے بارے میں یہ تمام اقوال ہم اس موضوع پر مستقل کتاب کی صورت میں درج کریں گے(ان شاء اللہ)۔ابن العربی اور امام قرطبی کے اقوال کا تعلق مسئلہ موالاۃ سے بالعموم نہیں ہے۔ان کا تعلق مستقل مسئلہ "جاسوس کا حکم" سے ہے۔

موالاۃ کے مسئلہ میں گنجائش پیدا کرنے والوں نے امام رازی کے ایک اقتباس سے بھی دلیل حاصل کی ہے۔امام رازی فرماتے ہیں:

”جان لیجیے! جو مومن بھی کسی کافر سے دوستی کرتا ہے اس کی تین صورتیں ہیں:

پہلی صورت:

اگر کسی مسلمان کسی کافر سے اس کے کفر کی بناء پر دوستی کرتا ہے۔تو یہ شخص ایک ایسا کام کرتا ہے جس سے صاف طور پر قرآن وسنت میں منع کر دیا گیا ہے۔اس لیے جو شخص بھی ایسا کام کرے گا وہ گویا اس دین کی تصدیق کرنے والا اور اس کو درست قرار دینے والا ہے۔یہ اصول اور قاعدہ ہے کہ ”تَصْوِيْبُ الْكُفْرِ كُفْرٌ وَالرِّضٰى بِالْكُفْرِ كُفْرٌ“ (یعنی کفر کو درست کہنا بھی کفر ہے اور کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے) اس صورت میں اس کا مومن ہونے کی حیثیت پر برقرار اور باقی رہنا ناممکن (Impossible) ہے۔

دوسری صورت:

دنیا کے اندر رہتے ہوئے ایک خوبصورت معاشرے کے قیام میں صرف ظاہری طور پر ان کے ساتھ رابطہ اور وابستگی قائم کی جائے۔(اپنے دین اور مذہب کو، اپنے عقائد و نظریات کو، اپنی تہذیب و تمدن کو، اپنے اسلامی کلچر و ثقافت کو، حرام و حلال اور جائز و ناجائز کے فرق کو قائم اور ملحوظ رکھتے ہوئے) ایسی صورت میں باہمی میل ملاپ اور حسن معاشرت کوئی منع اور حرام نہیں ہے۔

تیسری صورت:

کافروں سے دوستی کی تیسری صورت پہلی دو صورتوں کے درمیان ہے۔وہ یہ ہے کہ اگر کافروں سے دوستی ان کی طرف مائل ہونے، ان کی مدد کرنے، ان کو سپورٹ کرنے اور ان کا تعاون کرنے کی حد تک ہو یہ جھکاؤ اور مدد بھی کسی نسبی قرابت کی وجہ سے ہو یا محبت بھرے جذبات کے سبب سے ہو لیکن عقیدے اور نظریے میں یہ بات شامل ہو کہ جس کافر سے میری دوستی ہے اس کا دین و مذہب باطل اور غلط ہے۔

اگر اس قسم کی دوستی ہو تو اس دوستی سے بندہ کافر نہیں ہو جاتا۔ مگر یاد رکھیے کہ اس سے دوستی کرنا ویسے ممنوع، ناجائز اور حرام ہے۔اس لیے کہ صرف اس حد تک دوستی بھی آہستہ اس مقام پر لے جائے گی کہ وہ ان کے طریقہ کار اور طرز حیات کو پسند

کرنے لگ جائے اور بالآخر ان کے دین اور مذہب کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے لگ جائے۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر وہ اس حد تک پہنچ گیا تو پھر یہ دوستی اس کو اسلام سے خارج کر کے کافر و مرتد بنا دے گی۔ دوستی کی یہی تو وہ صورت ہے جس کے بارے میں اللہ رب العزت نے ڈانٹتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ﴾ (آل عمران=28:3)

"مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔ اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی کسی حمایت میں نہیں ہوگا۔"[87] (امام رازی کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

امام رازی کے موقف کی تین وجوہات سے تردید:

اس اقتباس سے کچھ لوگوں نے یہ مسئلہ نکالنا چاہا ہے کہ: کفر تک لے جانے والی دوستی وہ ہے جس کا تعلق رضاء قلب اور اعتقاد باطن سے ہو۔ یعنی اگر کوئی شخص دل سے کسی کافر کے مذہب کو پسند کرتا ہے اور اندرون خانہ ان کافروں والا عقیدہ بھی رکھتا ہے تو پھر وہ کافر ہو گا۔ اگر کوئی شخص کافر سے دوستی کرے لیکن اس کا عقیدہ و مذہب اپنی جگہ بر قرار اور باقی ہے تو کافر نہیں ہو گا۔ اس باطل اور فاسد نظریے کا ہم ان شاء اللہ درج ذیل تین وجوہات کی بنا پر ردّ ذکر کرتے ہیں۔ (وَاللّٰهُ هُوَ الْمُوَفِّقُ وَ وَلِيُّ الصَّوَابِ)

وجہ اول:

اگر یہ کہا جائے کہ کافر بنانے والی دوستی کا تعلق صرف اور صرف دل کے ساتھ ہی ہے تو یہ بات دو چیزوں میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہو گی۔ حالانکہ وہ دونوں چیزیں ہی محال اور ناممکن ہیں۔

① کافروں سے دوستی کرنے والا کوئی بھی پھر اس وقت تک کافر قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک وہ اپنی زبان سے واضح طور پر کسی کافر عقیدے پر ہونے کا اعلان نہ کر دے یا کسی کافر کے دین کو پسند کرنے کی وضاحت نہ کرے۔ یہ بات واضح

[87] التفسیر الکبیر للامام الفخر الرازی/ تفسیر سورۃ آل عمران=28:3

ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلم معاشرے میں رکھنا چاہے اور مسلمان بھی کہلوانا چاہے ایسا شخص اتنی بڑی جرأت کا ارتکاب کبھی نہیں کر سکتا (کہ وہ صاف ہی کہہ دے کہ مجھے اسلام کی بجائے عیسائیت، یہودیت، یا ہندومت زیادہ پسند ہیں۔ ایسی جرأت کوئی مسلمانوں کے درمیان رہتے ہوئے ہرگز نہیں کر سکتا۔)

(۲) اس وقت تک پھر کسی کافر سے دوستی کرنے والے مسلمان کو کافر قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک اس کے دل کے معاملے سے خوب مطلع نہ ہو جائیں۔ اگر تو ہم اس کے دل کو پھاڑ اور چیر کر دیکھ لیں کہ واقعتاً اس کے دل میں کافروں کے دین کی محبت اور پسندیدگی نہیں تو ہم اس کو کافر کہیں گے ورنہ نہیں۔ یہ بھی ایک ناممکن چیز ہے۔ ہماری جس کتاب کے چھٹے باب کی تفہیم و تشریح آپ اپنے ہاتھوں میں لیے پڑھ رہے ہیں۔ اس کتاب کے دوسرے باب میں ہم نے تفصیل سے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے اور علماء کا اجماع اس بارے میں نقل کیا ہے کہ کسی بھی حکم کا تعلق ظاہری اقوال وافعال سے ہوتا ہے۔ اندرونی باتوں، درپردہ حالات اور قلبی معاملات پر دین میں حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ خفیہ اعمال واقوال کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اگر کوئی شخص خفیہ اور پوشیدہ باتوں پر حکم لگانے لگ جائے گا تو وہ کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور اجماع امت کی خلاف ورزی کا ارتکاب کرے گا۔ علاوہ ازیں یاد رہے کہ اس کے ساتھ ساتھ اس کا موقف ایک بہت ہی گمراہ اور باطل فرقے "مرجیہ" کے ساتھ موافقت کر جائے گا۔ کیونکہ ان کا بھی یہی نظریہ وعقیدہ ہے کہ "فقط ظاہری اعمال سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔ کافر اس وقت ہوتا ہے جب دل سے وہ کفر کو پسند کرے اور کفر کا عقیدہ رکھے۔"

وجہ ثانی:

امام رازی نے اپنی گزشتہ گفتگو میں جو موقف اختیار کیا ہے۔ اس پر قرآن مجید سنت رسول ﷺ اور اجماع امت سے کوئی صحیح دلیل پیش نہیں کی۔ یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ ہر وہ بات جس کے پیچھے کسی صحیح اور شرعی دلیل کی سپورٹ نہ ہو وہ بات بیکار اور فضول ہوتی ہے۔ خاص طور پر کفر اور ایمان کے مسائل میں تو بغیر دلیل کے کوئی بات کہی ہی نہیں جا سکتی۔

اس کے برعکس صورت حال یہ ہے کہ امام رازی کے موقف کے خلاف ہم نے گزشتہ ساری گفتگو میں قرآن مجید کی بہت زیادہ آیات بیان کی ہیں۔ پھر ان آیات کے تحت وہ تفسیری اقتباسات بھی بیان کیے ہیں جو مستند مفسرین نے اپنی اپنی تفسیری کاوشوں میں درج کیے ہیں۔

وجہ ثالث:

امام رازی نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ اس میں انھوں نے تمام اہل علم اور اجماع امت کی مخالفت کی ہے جو اجماع امت ہم نے گزشتہ گفتگو میں علماء، فقہاء، محدثین اور مفسرین سے نقل فرمایاہے۔ اس کی واضح مثال وہ ہے جو ہم نے شَیْخُ الْمُفَسِّرِیْن امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری اقتباس کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ یہ اقتباس باترجمہ پہلے گزر چکا ہے ۔ تاہم بطور دہرائی (Revision) کے نقل کیے دیتے ہیں۔

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾

"مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی حمایت میں نہیں۔ مگر یہ کہ ان کے شر سے کسی طرح بچاؤ مقصود ہو۔ اور اللہ تعالیٰ خود تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔"

(امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:)

"اس آیت کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو منع کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ کافروں کو اپنا حمایتی اور مددگار نہ بناؤ وہ اس طرح کہ ان کے دین ومذہب کی بنیاد پر ان سے دوستیاں رچانے لگ جاؤ۔ مسلمانوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنے کے درپے ہو جاؤ اور کافروں کو مسلمانوں کے خفیہ راز اور درپردہ معلومات فراہم کرنے لگ جاؤ۔ جو شخص ایسا رویہ اختیار کرے گا ﴿فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ﴾ یعنی اس طرح کرنے سے وہ اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ اس سے لاتعلق ہو جائے گا۔ اس وجہ سے کہ وہ اسلام سے مرتد ہو چکا ہے اور کفر میں داخل ہو چکا ہے۔"[88] (امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

---

[88] تفسیر الطبری: 6/313، نیز دیکھیے تفسیر القرطبی: 4/57

آپ ذرا امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ پر غور فرمائیں کہ "وہ اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ اس سے لا تعلق ہو جائے گا۔ اس وجہ سے کہ وہ اسلام سے مرتد ہو چکا ہے اور کفر میں داخل ہو چکا ہے۔"

مذکورہ بالا الفاظ صاف طور پر امام رازی کے اقتباسات سے ٹکرا رہے ہیں۔ یہ بات دین میں سوجھ بوجھ رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ جب امام ابن جریر طبری اور امام رازی کا موقف ایک دوسرے کے مخالف ہو تو ترجیح اور برتری (preference) امام طبری کے موقف کو ہی حاصل ہو گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ شَیْخُ الْمُفَسِّرِیْن اور جید ائمہ تفسیر میں سے ہیں۔ ان کے شَیْخُ الْمُفَسِّرِیْن اور جید ائمہ تفسیر میں سے ہونے کے بارے مسلمانوں میں دو آرائ نہیں ہیں۔ جبکہ امام رازی کے بارے بہت زیادہ اہل علم نے ان کے دین کے معاملہ میں طرح طرح کی باتیں کی ہیں۔

امام رازی کے کلام اور اقتباس کو قبول کرنے کے بارے یہ صورت حال اس وقت ہو گی جب کسی آیت کی تفسیر بیان کرنے میں یا کسی حدیث کا معنی و مفہوم بیان کرے میں امام رازی اکیلے ہوں اور ان کے مقابلے میں کوئی اختلاف کرنے والا بھی ہو۔ اس وقت واقعتاً ان کے کلام کو قبول کرنے میں بہت زیادہ سوچ بچار کی ضرورت ہو گی۔ اس کی مین (Main) وجہ یہ ہے کہ انھوں نے بہت زیادہ معاملات اور مسائل میں علماء عظام اور مفسرین کرام سے اختلاف کیا ہے اور تفرد اختیار کیا ہے۔ جو شخص اس بات کی تہہ تک پہنچنا چاہتا ہے اور تصدیق کرنا چاہتا ہے وہ ان کی جمع کردہ اور ترتیب شدہ قرآن مجید کی تفسیر کا مطالعہ کر لے۔ اس تفسیر میں ایک مطالعہ کرنے والے شخص کو بہت زیادہ ایسے مسائل ملیں گے جن میں امام رازی نے "اہل سنت کے ہاں متفقہ بہت زیادہ مسائل میں اختلاف ظاہر کیا ہے۔ خاص طور پر عقیدے کے مسائل میں تو انہوں نے اہل سنت سے حد درجہ اختلاف کیا ہے۔ ان میں سے بعض بڑے بڑے مسائل ہیں اور بعض معمولی نوعیت کے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہم نے امام رازی کا کہیں بھی کوئی اقتباس درج کیا ہے تو اس سے پہلے ایسے علماء کا کلام ضرور درج کیا ہے جن کے بارے میں امت میں اتفاق ہے کہ وہ اپنے اپنے فن اور فیلڈ میں (Field) کے امام ہیں۔ امام رازی کا قول اور اقتباس ہم صرف ان کا مذہب واضح کرنے کے لیے بیان کرتے ہیں، بطور خاص معتزلہ کے مذہب کی مثال دینے کے لیے۔

بہر حال امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے جو مؤقف اور نظریہ بیان کیا ہے، اپنے اس مؤقف میں وہ تنہا و یکتا نہیں ہیں۔ بلکہ بہت زیادہ ائمہ کرام اور علماء عظام سے بھی یہی موقف منقول ہے۔ اگر یہاں طوالت کلام کا خوف لاحق نہ ہوتا تو ہم ان کو دہراتے ہوئے ضرور بیان کر دیتے۔

یہاں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ در حقیقت امام رازی نے بہت زیادہ دلائل کی مخالفت کی ہے۔ جن دلائل پر اہل علم کا اتفاق واجماع ہے۔ مزید براں انہوں نے اپنے موقف پر کوئی قابل اعتبار اور قابل اعتماد دلیلیں بھی پیش نہیں کی۔

جو موضوع ہم نے اس شخص کے بارے علماء کے اقوال واقتباسات کے حوالے سے مختص کیا تھا، وہ یہاں ختم ہوا چاہتا ہے۔ یعنی اس شخص کے بارے جو مسلمانوں کے خلاف کافروں سے دوستی قائم کرتا ہے اور اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے، اپنی تحریر سے، اپنے وسائل اور ذرائع سے وہ کافروں کی مدد و معاونت کرتا ہے۔

باب:6

مسلمان ایک دوسرے کی مدد ومعاونت میں ایک قوت ،ایک طاقت اور ایک ملت ہوتے ہیں۔ان کے مقابلے میں درباری اور سرکاری اصحاب جبہ ودستار کا کردار یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں،دین اسلام کے مسائل کو آپس میں گڈ مڈ کرکے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔وقت کے حاکموں کی تجاویز وآراء،پروگرامز اور پروجیکٹس(programs & projects)کو تحفظ اور سند جواز فراہم کرتے ہیں۔

مسلمانوں سے جنگ کرنے والے گروہ کا معاملہ ایک جیسا ہے

قرآن مجید کی آیات بیّنات سے استدلال:

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب عزیز، قرآن مجید میں فرعون، اس کے سرکردہ وزیروں اور عام فوجیوں کے لیے ایک جیسا حکم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

1...... ﴿اِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ﴾ (القصص=28:8)

”بلاشبہ فرعون، ہامان اور ان دونوں کی فوجیں (سب کے سب) خطاکار (اور جرم دار) تھے۔

2...... ﴿وَ نُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ﴾

”اور فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں (یعنی عام فوجیوں) کو ہم وہ (مرحلہ اور منظر) دکھائیں جس سے وہ ڈر رہے تھے۔“ (القصص=28:8)

3...... ایک مقام پر اللہ رب العزت نے فرعون اور اس کے فوجیوں اور سپاہیوں کی ایک جیسی سزاؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ﴾

”بالآخر ہم نے (فرعون) کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا اور دریا برد کر دیا۔ اب دیکھ لیں گنہگاروں کا انجام کیا ہوا۔“ (القصص=:28:40)

4...... اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾

”اور ہم نے انہیں ایسے امام بنادیا کہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلائیں اور آخرت کے دن بالکل مدد نہ کیے جائیں گے۔“ (القصص=28:41)

5 ...... ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾

(المومن/غافر=28:41)

"وہ عذاب ایک آگ ہے جس کے سامنے یہ تمام (فرعونی) ہر صبح وشام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہو گی (ان کے لیے ہماری طرف سے آرڈر جاری ہو گا کہ) فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈال دو۔"

دنیوی، برزخی اور اخروی سزامیں یکسانیت:

سابقہ الذکر پانچ آیات سے واضح ہو رہا ہے کہ فرعون کے زمانہ میں اس کے پیروکاروں، جیالوں اور حامیوں کا وہی حشر ہوا جو ان کے قائدین، حکام اور لیڈروں کا ہوا۔ اللہ رب العزت نے دونوں قسم کے لوگوں کو گناہ اور سزا میں برابر کا حصہ دار قرار دیا ۔ سب لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ﴾ (القصص=28:8)

"وہ سب کے سب خطاکار اور مجرم تھے۔"

- اسی طرح ان کو دنیوی سزا کے اندر بھی برابر کا حصہ دار ٹھہراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ﴾ (القصص=28:40)

"بالآخر ہم نے فرعون کو اس کے تمام لاؤ لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا۔"

- عذاب قبر کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی ان کو برابر ٹھہرایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا﴾ (المؤمن/الغافر=46:40)

"(فرعون اور اس کے تمام پیروکار اور جیالے) صبح وشام آگ پر لائے جاتے ہیں"

- یوم آخرت اور یوم حساب کی سزا کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی دونوں کے لیے ایک ہی طرح کی سزا تجویز فرمائی ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ (المومن/غافر=46:40)

”اور جس دن قیامت قائم ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آرڈر جاری ہوگا کہ تمام فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈال دو۔“

اسی طرح دوسری جگہ قیامت کے دن کی سزا کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ (القصص=41:28)

”قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔“

❁ اللہ رب العزت نے دونوں قسم کے لوگوں اور طبقوں) یعنی لیڈروں اور عام پیروکاروں) کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا:

﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ﴾ (القصص=41:28)

”ہم نے ان کو ایسے پیشوا بنادیا کہ جو لوگوں کو جہنم کی آگ کی طرف دعوت دیتے تھے۔“

حالانکہ اللہ رب العزت نے پیروکاروں اور کارکنوں کے بارے میں صرف یہ کہا ہے کہ وہ ان کا لاؤ لشکر ہیں۔ یعنی وہ لیڈر اور پیشوا نہیں تھے۔ بلکہ ماتحتی میں کام کرنے والے پیروکار تھے۔ لیکن جس گناہ اور سزا کے بڑے بڑے لیڈر اور حکام حقدار ٹھہرے اسی گناہ اور سزا کے حقدار عام پیروکار اور کارکن بھی ٹھہرے۔ اس لیے کہ وہ پیروکار اور فوجی اپنے بڑے لیڈر اور چیف کے جرم میں برابر کے شریک تھے۔ کوئی لیڈر، پیشوا، آمر اور ڈکٹیٹر اس وقت تک جرم اور گناہ کرنے پر طاقت نہیں رکھتا جب تک اس کو ایسا جتھہ اور لشکر میسر نہ آئے جو اس کی ماتحتی میں اس کی بات مانتا ہو اور اس کے پروگرام اور روڈ میپ (Road map) کو لاگو کرتا ہو۔ ہم نے جو بات عرض کی ہے بھلا کوئی عقل و دانش والا ایسا شخص ہوگا جو اس کا انکار کر سکے؟ بلکہ ایک عام شخص بھی جو معمولی سوجھ بوجھ کا مالک ہو وہ بھی اس بارے میں ہم سے اختلاف نہیں کر سکے گا (ان شاء اللہ) بلکہ یہ تو ایسا معاملہ ہے کہ جس کے بارے میں عربی زبان کا ایک جملہ عام کہا جا سکتا ہے۔

” لَا يَنْتَطِحُ فِيْهِ عَنزَانِ “

(اس بارے تو دو بکریاں بھی ایک دوسرے سے سینگ نہیں ٹکرا سکتیں)

ساری انسانی تاریخ پر ایک طائرانہ اور سرسری نگاہ دوڑائی جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ ہر زمان ومکان میں سرکش اور باغی لشکروں کا یہ طرز عمل رہا ہے۔اسی بناء پر تو کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے ؟

''لَا یَسْتَطِیْعُ فَرْدٌ وَاحِدٌ أَنْ یُّذِلَّ اُمَّۃً بِأَسْرِھَا ''

''فرد واحد کبھی ساری کی ساری امت کو ذلت ورسوائی کے گڑھے میں نہیں ڈال سکتا اس کو امت کے دیگر افراد کا ساتھ ضرور حاصل ہوتا ہے۔)

اصل ذمہ دار اور اس کا معاون سزا میں برابر:

اس بناء پر علماء کرام اور ائمہ عظام نے اپنی اپنی تالیفات وتصنیفات میں ایسی قوم کے معاملہ کو ڈسکس (Discuss) کیا ہے جس معاملہ میں بہت زیادہ لوگ شریک ہوتے ہیں ۔بعض اس معاملہ میں اصل ذمہ داران اور ایکٹوپارٹنرز (Active partners) ہوتے ہیں۔ جبکہ بعض فقط معاون، مددگار اور کارکنان ہوتے ہیں۔

عربی زبان میں ایسے معاملے میں اصل ذمہ دار کو ''المباشر'' کہا جاتا ہے اور محض مددگار اور معاون کو ''الردء'' کہا جاتا ہے ۔علماء کرام نے اس مسئلہ ''کیا دونوں قسم کے افراد نفع ونقصان میں ،ثواب وعذاب میں اور جزاء اور سزا میں برابر ہوں گے۔'' پر واضح رہنمائی فرمائی ہے۔

اس بارے میں جو راجح اور واضح موقف ہے وہ یہی ہے کہ جب کسی قوم میں بعض لوگ بعض لوگوں کی مدد ومعاونت کرتے ہیں وہ ایک ہی گروہ شمار کیا جاتا ہے۔ان کا معاملہ بالکل برابر ہوگا۔چاہے کوئی اصل ذمہ دار ہو یا اس کا معاون ومددگار۔

سنتِ رسول ﷺ اور خلفاء راشدین کا عمل اسی موقف کی تصدیق وتائید کرتا ہے بلکہ اگر گہرائی (Deeply) میں جاکر دیکھا جائے تو معاملہ اس سے کہیں آگے معلوم ہوتا ہے۔رسول اللہ ﷺ سے اگر کسی قوم کا کوئی طے کیا ہوا معاہدہ ہوتا ہے۔اس کو کچھ لوگ (یعنی بڑے بڑے لیڈر اور ذمہ داران) توڑ ڈالتے اور بعض لوگ محض خاموش تماشائی بنے رہتے۔ان خاموش تماشائیوں کی خاموشی ان کی طرف سے رضا اور اقرار پر مہر تصدیق ثبت کررہی ہوتی ۔سیدالاوّلین ولآخرین ،امام الانبیاء والمرسلین، امیرالجهاد والمجاهدین جناب محمد رسول اللہ ﷺ دونوں قسم کے افراد کے ساتھ ایک جیسا ہی معاملہ کرتے

۔حالانکہ معاہدہ توڑنے والے چند بد دیانت، خائن، سرکش اور باغی ہوتے۔ ان کی بنا پر ہی "نقض عہد" کی سزا تمام کو ملتی۔ قوم کے باقی افراد کی خاموشی ان کو سزا میں شامل کر دیتی۔[89]

آئندہ آنے والی گفتگو میں ہم ان شاء اللہ اس مسئلہ کو اور زیادہ وضاحت سے پیش خدمت کریں گے

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی مدلل و مفصل وضاحت:

مجدد ملت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وَإِذَا كَانَ الْمُحَارِبُوْنَ الْحَرَامِيَّةُ جَمَاعَةٌ ، فَالْوَاحِدُ مِنْهُمْ بَاشَرَ الْقَتْلَ ، وَالْبَاقُوْنَ لَهُ أَعْوَانٌ وَ رِدْئٌ لَهُ ، فَقَدْ قِيْلَ : اِنَّهُ يُقْتَلُ الْمُبَاشِرُ فَقَط ، وَالْجَمْهُوْرُ عَلٰى أَنَّ الْجَمِيْعَ يُقْتَلُوْنَ ، وَلَوْ كَانُوْا مِائَةً ، وَ أَنَّ الرِّدءَ وَالْمُبَاشِرَ سَوَاءٌ ، وَهٰذَا هُوَ الْمَاثُوْرُ عَنِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ ، فَاِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَتَلَ رَبِيْئَةَ الْمُحَارِبِيْنَ ، وَالرَّبِيْئَةُ هُوَ النَّاظِرُ الَّذِيْ يَجْلِسُ عَلٰى مَكَانٍ عَالٍ ، يَنْظُرُ مِنْهُ لَهُمْ مَنْ يَّجِيْئُ ، وَلِاَنَّ الْمُبَاشِرَ اِنَّمَا تَمَكَّنَ مَنْ قَتْلِهٖ بِقُوَّةِ الرِّدءِ وَ مَعُوْنَتِهٖ ، وَالطَّائِفَةُ اِذَا انْتَصَرَ بَعْضُهَا بِبَعْضٍ حَتّٰى صَارُوْا مُمْتَنِعِيْنَ فَهُمْ مُشْتَرِكُونَ فِي الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ كَالْمُجَاهِدِيْنَ، فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ﴿اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ......﴾

يَعْنِيْ أَنَّ الْجَيْشَ اِذَا مِنْهُ سَرِيَّةٌ فَغَنِمَتْ مَالًا فَاِنَّ الْجَيْشَ يُشَارِكُهَا فِيْمَا غَنِمَتْ ، لِاَنَّهَا بِظَهْرِهٖ وَ قُوَّتِهٖ تَمَكَّنَتْ لٰكِنْ تُنَفَّلُ عَنْهُ نَفْلًا ، فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ أَنْصَارُهَا مِنْهَا فِيْمَا لَهُمْ وَعَلَيْهِمْ۔"[90]

---

89 جرم کرنے والا ایک ہو مگر باقی افراد کی تائید اس کو حاصل ہو تو عذاب میں سب شریک ہوتے ہیں اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قوم ثمود کا واقعہ بیان کرتے ہوئے بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ۝﴾ (القمر=۵۴:۲۹-۳۱)

"انہوں نے اپنے ساتھی (قدار بن سالف) کو آواز دی جس نے وار کیا اور اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں۔ پس کیونکر ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ ہم نے ان پر ایک چیخ بھیجی پھر وہ ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی روندی ہوئی باڑ۔"

اسی طرح تیسویں پارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَا ۝ اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰهَا ۝ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَ سُقْيٰهَا ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰهَا ۝﴾ (الشمس=۹۱:۱۱-۱۴)

"(قوم) ثمود نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلایا۔ جب ان میں ان کا بڑا بدبخت اٹھ کھڑا ہوا۔ انہیں اللہ کے رسول (جناب صالح علیہ السلام نے فرمادیا تھا۔ کہ اللہ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری کی (حفاظت کرو)۔ ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کو جھوٹا سمجھ کر اس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں، پس ان کے رب نے ان کے گناہوں کے باعث ان پر ہلاکت ڈالی۔ پھر ہلاکت کو عام کر دیا اور اس بستی کو برابر کر دیا۔" مذکورہ بالا دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ اونٹنی کی ٹانگیں کاٹنے والا ایک شخص تھا۔ مگر باقی افراد کا اس کو تعاون، تائید اور ہلاشیری حاصل تھی۔ اس وجہ سے وہ سب کا برابر جرم سمجھا گیا اور سب پر ہی عذاب نازل ہوا۔

"جب اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے والے ﴿مُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ اور کسی شخص کو ناجائز قتل کرنے والے افراد ایک پوری جماعت اور گروہ کی شکل میں ہوں اور ایک ان میں سے اصل ذمہ دار، سرکردہ اور سرغنہ ہو۔باقی افراد اس کے معاون، مددگار اور چیلے چمچے ہوں۔ تو اس بارے میں ایک قلیل اور شاذ قسم کی رائے یہ ہے کہ صرف بڑے سرغنہ کو ہی بدلے میں قتل کیا جائے گا اور اس کے معاونین اور حامیوں کو چھوڑ دیا جائے گا۔ جبکہ علماء اسلام، فقہاء عظام اور محدثین کرام میں سے اکثر و بیشتر کا فتوٰی یہی ہے کہ وہ (سرغنہ لیڈر اور اس کے معاونین) سب کے سب قتل کر دیے جائیں گے ،اگرچہ ایک قتل میں سو افراد شریک ہوں ۔اس لیے کہ سرکردہ لیڈر و قائد اور اس کے حامی و مددگار اس بارے میں ایک دوسرے کے ساتھ جرم میں برابر کے حصہ دار ہیں۔ خلفائے راشدین سے بھی یہی موقف منقول ہے۔ خلیفہ ثانی، مرادِ رسول سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے محاربین (ڈاکوؤں اور لٹیروں) میں شامل اس شخص کو بھی قتل کروایا تھا جو کسی اونچی جگہ بیٹھ کر فقط قتل وغارت کرنے والے گروہ کو معلومات فراہم کر رہا تھا۔ اور ان کے لیے ریکی (جاسوسی) کر رہا تھا۔

"رَبِيْئَةَ" اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی بلند ٹیلے اور مقام پر بیٹھ جاتا ہے اور وہاں سے وہ تمام حالات وواقعات اور اپنے ہدف کے بارے میں معلومات جمع کرتا ہے اور اپنے گینگ کے افراد کو بدستور پہنچاتا ہے۔ تاکہ وہ اس کے مطابق اپنی منصوبہ بندی کر سکیں۔ کوئی بھی ڈاکو اور قاتل اپنے دشمن کو قتل کرنے کی قدرت اس وقت پاتا ہے جب اس کو اپنے کسی ماتحت اور جیالے کی مدد ومعاونت حاصل ہو۔

لہٰذا یاد رکھیے! یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ جب بعض لوگ بعض کا تعاون کریں اور سپورٹ فراہم کریں۔ پھر اس تعاون اور سپورٹ کے نتیجے میں وہ ایک مضبوط اور ناقابل تسخیر قوت والی جماعت اور گروہ بن جائیں۔ پھر وہ جو بھی اچھا یا برا کام سرانجام دیں گے تو اس کے ثواب وعذاب اور نفع ونقصان میں سب کے سب شریک اور پارٹنر ہوں گے اور ایک اچھے کام کو سرانجام دینے کی بات کو مجاہدین کی مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[90] مجموع الفتاوی 28...../311،312،318

(اَلْمُسْلِمُونَ تَتَكَافَأُ دِمَاءُ هُمْ: يَسْعٰى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ وَ يُجِيْرُ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ وَهُمْ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ - يَرُدُّ مُشِدُّهُمْ عَلٰى مُضْعِفِهِمْ وَ مُتَسَرِّيهِمْ عَلٰى قَاعِدِهِمْ لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ، وَلَا ذُوْ عَهْدٍ فِي عَهْدِهٖ -) [91]

① اہل اسلام کے خون برابر ہیں: یعنی سزا میں کسی کے ساتھ کوئی امتیاز نہیں برتا جائے گا۔ قانونِ اسلام کی نظر میں سب مجرم برابر ہیں۔

② معمولی مسلمان بھی کسی کافر کو امن فراہم کر سکتا ہے۔ اور اس معمولی مسلمان کے معاہدۂ امن کو پورا کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

③ اسی طرح کسی دور دراز علاقے میں رہنے والا مسلمان بھی کسی کافر کو پناہ دے سکتا ہے۔ اگرچہ اس سے قریب والا شخص بھی موجود ہو۔

④ اپنے مخالفین کے مقابلے میں مسلمان یکمشت اور متحد ہوتے ہیں۔

⑤ جس شخص کی سواریاں طاقتور اور تیز رفتار ہوں وہ اس شخص کو اپنے ساتھ لے کر چلے جس کی سواریاں کمزور اور سست رفتار ہوں۔

⑥ اسی طرح اگر کسی بڑے لشکر میں سے ایک گروہ الگ کر کے کسی کاروائی پر بھیجا جائے۔ اس گروہ میں شامل ہر شخص اپنے دشمن کے علاقہ سے جو بھی مال غنیمت حاصل کرے اس مال غنیمت میں سے اس شخص کو بھی ضرور حصہ دے جو پیچھے لشکر میں بیٹھا رہا ہے۔ اگرچہ وہ اس کاروائی میں شامل نہیں ہوا۔ جس سے یہ مال غنیمت حاصل ہوا ہے۔

---

[91] صحیح ابی داؤد=کتاب الجهاد: باب فی السرية ترد علی أهل العسكر، الحديث239 وكتاب الديات: باب أيقاد المسلم بالكافر، الحديث: 3797- صحيح سنن النسائی=كتاب القسامة: باب القود بين الاحرار والمماليك فی النفس، الحديث: -4412، 4413 وباب سقوط القود من المسلم للكافر، الحديث: 4421، 3320- صحيح ابن ماجة=كتاب الديات: باب المسلمون تتكافأ دماء هم، الحديث: 2172-2174، مسند احمد: 2/122، 119، 192، 180، 215، 211

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اگر مجاہدین اسلام کا ایک بڑا لشکر کسی بڑی کاروائی کے لیے جارہا ہے۔ پھر اس بڑے لشکر میں سے ایک چھوٹا سا جہادی قافلہ الگ کر کے کسی معمولی کاروائی کے لیے روانہ کیا جاتا ہے۔ اس کاروائی کے نتیجہ میں وہ چھوٹا قافلہ جو بھی مال غنیمت حاصل کرے۔ اس مال غنیمت میں وہ پیچھے بیٹھے ہوئے بڑے لشکر کے افراد بھی برابر کے حصہ دار اور پارٹنر ہوں گے۔ اس لیے کہ اس چھوٹے قافلے والوں کو بہر حال بڑے قافلوں والوں کے بارے میں یہ تصور اور سہارا تو تھا کہ وہ لوگ ہماری پشت پر موجود ہیں۔ ہماری کمر خالی نہیں ہے۔ اگر ہمیں کسی ناگفتہ بہ صورت حال کا سامنا ہوا بھی تو وہ ہماری پشت (Back) پر موجود ہیں۔ لہٰذا ان کی فتح وکامیابی میں ان بڑے لشکروں والوں کا بھی عمل دخل تھا۔ اس وجہ سے ان کو بھی برابر حصہ ملے گا۔ ہاں! صرف اتنی بات ہے کہ امیر لشکر اس چھوٹے قافلے والوں کو حوصلہ افزائی کرتے ہوئے بطور انعام کے کچھ زائد مال غنیمت دے سکتا ہے۔ سیدنا حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

(شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَّلَ الرُّبُعَ فِي البَدَاءَةِ وَالثُّلُثَ فِي الرَّجْعَةِ) [92]

"میں نے بعض غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کی ابتداء میں چوتھائی مال اور جہاد سے واپسی پر تہائی مال کا انعام دیا کرتے تھے۔" [93]

---

[92] صحیح ابوداؤد=کتاب الجهاد، باب فیمن قال النفل، الحدیث: 2379، 2388، صحیح ابن ماجة=کتاب الجهاد: باب النفل، الحدیث: 2302

[93] جہاد کی ابتداء میں چوتھائی مال اور واپسی پر تہائی مال کے انعام کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بڑا قافلہ لے کر کسی بڑی کاروائی کے لیے جارہے ہوتے۔ مگر اس بڑی کاروائی سے پہلے ہی جاتے جاتے کوئی چھوٹی موٹی کاروائی کرنے کی ضرورت پڑ جاتی۔ تو اس چھوٹی کاروائی کے لیے چھوٹا لشکر بڑے لشکر سے الگ روانہ کیا جاتا، فتح کے بعد وہ جو مال غنیمت حاصل کرتا، وہ مال غنیمت تمام لشکر میں برابر تقسیم ہوتا۔ مگر کل مال غنیمت کا خمس (۱/۵) نکال کر باقی مال غنیمت کا چوتھا حصہ (۱/۴) صرف ان لوگوں کو بطور انعام کے دے دیا جاتا جو اس چھوٹی کاروائی میں شامل ہوئے۔
اسی طرح اگر کوئی بڑا لشکر کسی بڑی کاروائی سے فارغ ہو کر واپس آرہا ہوتا۔ واپس آتے آتے راستہ میں کوئی کاروائی کرنے کی ضرورت پڑ جاتی تو اس کے لیے بھی اس بڑے لشکر میں سے ایک چھوٹا لشکر الگ کر دیا جاتا۔ وہ چھوٹا قافلہ فتح وکامرانی کی صورت میں جو مال غنیمت بھی اس کاروائی کے نتیجے میں حاصل کرتا۔ تمام لشکر والے اس میں برابر شریک ہوتے۔ مگر اس کل مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ (۱/۵) نکال کر پھر تہائی حصہ اس چھوٹے قافلہ والوں کی حوصلہ افزائی کے لیے انہیں دے دیا جاتا۔ اس مسئلہ سے اسلام کے انصاف پسند مزاج کی بہت بڑی دلیل سامنے آرہی ہے کہ جاتے وقت کاروائی کرنے والوں کو خمس نکال کر چوتھا حصہ دیا جاتا، واپس آتے وقت کاروائی کرنے والوں کو خمس نکال کر باقی مال غنیمت کا تیسرا حصہ دیا جاتا۔ آخر اس چوتھائی اور تہائی حصے کے فرق کی وجہ کیا ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ ایک تہائی حصہ ایک چوتھائی حصہ سے بڑا ہوتا ہے۔ کسی بڑی کاروائی کے لیے جاتے ہوئے کاروائی کرنا آسان ہوتا ہے۔ کیونکہ اس وقت اسلام کے سپاہی اور مجاہد تازہ دم ہوتے ہیں۔ جبکہ کسی بڑی کاروائی سے واپس آتے ہوئے کاروائی کرنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ اس وقت اسلام کے فوجیوں اور غازیوں کو تھکے ماندے دوبارہ کاروائی کرنی پڑتی۔ لہٰذا اگر دونوں قسم کے غازیوں اور مجاہدوں کو برابر حصہ دے دیا جاتا تو یہ عدل وانصاف کے تقاضوں کے خلاف ہوتا۔ واپسی پر کاروائی کرنے والوں کے ساتھ خواہ معمولی سہی بہر حال زیادتی ہوتی۔
اس اصول سے وہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اسلام نے عورت کے لیے مرد کے مقابلہ میں مال وراثت میں نصف حصہ کیوں مقرر کیا ہے؟ بعض فتنہ پرور اور فتنہ پرداز عناصر، نئی روشنی کی پیداوار اور مغرب کی تہذیب کی یلغار سے متأثر لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یہ عورت (صنف نازک) پر ظلم ہے، اسلام نے عورت کو مساوی حقوق دیئے ہیں۔ یہ سراسر جھوٹ اور دین اسلام سے عدم واقفیت کی علامت ہے۔ اسلام نے وراثت میں عورت کے لیے مرد سے نصف حصہ اس لیے مقرر کیا کہ جو مالی ذمہ داریاں اور اہل خانہ کی کفالت کے امور وفرائض مردوں پر لاگو ہوتے ہیں عورت پر لاگو نہیں ہوتے۔ لہٰذا اگر وراثت میں عورت کا مرد سے نصف حصہ مقرر کیا گیا ہے تو یہ بھی اسلام کے مبنی بر انصاف مزاج کے عین مطابق ہے۔ اگر دونوں حصے برابر رکھ دیے جاتے تو یہ بہر حال مردوں پر ظلم ہوتا۔
مگر چونکہ مرد بھی اللہ کی مخلوق ہیں اور عورتیں بھی اللہ کی مخلوق ہیں۔ دونوں کی بشری ضروریات اور جبلی تقاضوں کو اللہ تعالیٰ سب سے بہت جانتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری مجموعہ قوانین "دین اسلام" میں بنی نوع انسان کے لیے مبنی بر انصاف قوانین نازل فرمائے ہیں۔ جو لوگ اندھا دھند یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام نے عورت اور مرد کو بالکل برابر حقوق دیے ہیں وہ لوگ یہ بات کہتے ہوئے نہ جانے کیوں بھول جاتے ہیں کہ وراثت میں عورت کے لیے مرد سے نصف حصہ مقرر کرنا بھی اسلام ہی کا قانون ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی اس گفتگو کے آخر میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ کسی بھی مضبوط و مستحکم گروہ کے معاون ،مددگار اور عام فوجی بھی اس گروہ کے ساتھ شامل سمجھے جاتے ہیں۔جو نفع ونقصان اور جزاوسزا اس گروہ میں بڑے بڑے لیڈروں کو حاصل ہوگی وہی اس گروہ کے عام کارکنان اور ورکرز (workers) کو بھی حاصل ہوگی۔

علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

علامہ ابن قدامہ المقدسی فرماتے ہیں:

''وَحُكْمُ الرِّدْءِ مِنَ الْقُطَّاعِ حُكْمُ الْمُبَاشِرِ، وَبِهٰذَا قَالَ مَالِكٌ وَاَبُوْحَنِيْفَةَ، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: ''لَيْسَ عَلَى الرِّدْءِ اِلَّا التَّعْزِيْرُ، لِأَنَّ الحَدَّ يَجِبُ بِارْتِكَابِ المَعْصِيَةِ فَلَا يَتَعَلَّقُ بِالْمُعِيْنِ كَسَائِرِ الْحُدُوْدِ'' وَلَنَا: أَنَّهُ حُكْمٌ يَتَعَلَّقُ بِالْمُحَارَبَةِ، فَاسْتَوٰى فِيْهِ الرِّدْءُ وَالْمُبَاشِرُ كَاسْتَحْقَاقِ الْغَنِيْمَةِ، وَذَالِكَ لِأَنَّ الْمُحَارَبَةَ مُبْنِيَةٌ عَلٰى حُصُوْلِ المَنَعَةِ وَالْمُعَاضَدَةِ وَالْمُنَاصَرَةِ، فَلَا يَتَمَكَّنُ الْمُبَاشِرُ مِنْ فِعْلِهِ اِلَّا بِقُوَّةِ الرِّدْءِ بِخِلَافِ سَائِرِ الْحُدُوْدِ۔ فَعَلٰى هٰذَا اِذَا قَتَلَ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ ثَبَتَ حُكْمُ الْقَتْلِ فِيْ حَقِّ جَمِيْعِهِمْ وَاِنْ قَتَلَ بَعْضُهُمْ وَأَخَذَ بَعْضُهُمُ الْمَالَ جَازَ قَتْلُهُمْ وَصُلْبُهُمْ كَمَا لَوْفَعَلَ الْأَمْرَيْنِ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ'' [94]

''ڈاکوؤں اور لٹیروں میں جو حکم اور سزا کاروائی کرنے والے اصل افراد کی ہوگی وہی حکم اور سزا ان کو تعاون پیش کرنے والوں کی ہوگی۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی موقف ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اس بارے موقف ذرا مختلف ہے۔وہ کہتے ہیں:تعاون پیش کرنے والے کو وہ ''حد''نہیں لگے گی جو اصل ڈاکو اور لٹیرے کی ہے۔بلکہ تعاون پیش کرنے والے کو کچھ تعزیر(یعنی مناسب سزا)ہوگی۔اس لیے کہ اصل حد صرف کسی جرم کا ارتکاب کرنے والے پر ہی لگتی ہے۔کسی تعاون کرنے والے کو اصل ''حد''نہیں بلکہ کوئی مناسب سزا ہی دی جاسکتی ہے۔جس طرح تمام حدود کا معاملہ ہے۔

الغرض کسی بڑی جہادی کاروائی کے لیے جاتے ہوئے راستہ میں کوئی چھوٹی کاروائی کرنے والوں کو چھوتھائی حصہ دینا اور واپس آتے ہوئے راستہ میں کسی چھوٹی کاروائی میں حصہ لینے والوں کو تہائی حصہ دینا عدل وانصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔بلکہ دین اسلام نے جس جس کو جو حصہ اور حق دیا ہے اور جہاں جہاں رکھا ہے وہ عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کے مطابق بالکل درست اور صحیح مقام پر رکھا ہے۔

[94] المغنی:8/297، کتاب الحدود، طبعۃ عالم الکتب

اس بارے میں ہمارا موقف یہ ہے کہ ڈکیتی والا معاملہ ''محاربہ'' سے تعلق رکھتا ہے۔اس میں اصل مجرم اور معاون بالکل برابر ہیں ۔جس طرح مال غنیمت میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ اصل ذمہ دار اور معاون مال غنیمت میں برابر حصہ دار ہوتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ محاربہ (لوٹ مار کی کاروائی)میں قوت وطاقت،رعب ودبدبہ کا ہونا لازمی امر ہے ۔یہ چیزیں بغیر ایک دوسرے کی مددومعاونت کے ممکن ہی نہیں ۔جب تک کاروائی کرنے والے اصل ذمہ دار کو کسی معاون کا تعاون میسر نہیں آئے گا وہ اپنے پروگرام کو عملی جامہ پہنا ہی نہیں سکتا۔لہٰذا ہم اس معاملہ کو حدود والے معاملے پر قیاس نہیں کرسکتے۔یہی وجہ ہے کہ جب کسی شخص کو ڈاکوؤں میں سے صرف ایک آدمی ہی قتل کرڈالے سزا میں تمام ڈاکو شامل کیے جائیں گے۔اگر بعض قتل کرنے والے اور بعض مال لوٹنے والے ہوں تو ان سب کو قتل اور سولی کی سزا میں برابر سمجھا جائے گا۔بالکل ایسے جیسے ڈکیتی کی کاروائی میں ہر شخص ہی قتل کرتا اور مال لوٹتا تو ان کو سزا میں برابر سمجھا جاتا۔(ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

سعودی عرب میں فتوٰی صادر کرنے والی کمیٹی کا فتوٰی:

جب کوئی شخص کسی گروہ کی طرف منسوب ہوتا ہو اور اس کا مددگار ہو تو آیا اس کا حکم وہی ہوگا جو باقی گروہ کا حکم ہوگا؟اس متعلق سے موجودہ دور کے علماء کے فتاوٰی میں وہ فتوٰی بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے جو مملکت سعودیہ کی مستقل کمیٹی ''لُجْنَةُ الدَّائِمَةُ لِلبُحُوثِ العِلْمِيَّة وَالِافْتَاء'' نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے جاری کیا ہے۔سوال کچھ یوں ہے :اہل تشیع کے اثنا عشری رافضیوں میں سے جو عوام الناس ہیں۔علماء و قائدین نہیں ان کا کیا معاملہ اور حکم ہے؟علاوہ ازیں کوئی بھی فرقہ اور گروہ جو ملت اسلامیہ سے خارج ہے،اس کے علماء اور عوام الناس میں کفر وفسق کے اعتبار سے کوئی فرق ہوگا کہ نہیں؟افتاء کمیٹی نے اس سوال کا درج ذیل جواب ارشاد فرمایا:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ بَعْدُ : مَنْ شَايَعَ مِنَ الْعَوَامِ إمَامًا مِنْ أَئِمَّةِ الْكُفْرِ وَالضَّلَالِ وَانْتَصَرَ لِسَادَتِهِمْ وَكُبَرَاءِ هِمْ بَغْيًا وَعَدْوًا حُكِمَ لَهُ بِحُكْمِهِمْ كُفْرًا وَ فِسْقًا : قَالَ تَعَالٰی : ﴿يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا، اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَ اَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا، خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا، يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا، وَ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا، رَبَّنَاۤ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا﴾

- وَاقْرَأِ الْآيَاتِ رقم: ١٦٥، ١٦٦، ١٦٧ مِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ،
- وَالْآيَاتِ رَقَم: ٣٧، ٣٨، ٣٩ مِنْ سُورَةِ الْأَعْرَافِ،
- وَالْآيَاتِ رَقَمْ: ٢١، ٢٢ مِنْ سُوْرَةِ إِبْرَاهِيْمَ،
- وَالْآيَاتِ رَقَمْ: ٢٨، ٢٩ مِنْ سُوْرَةِ الْفُرْقَانِ،
- وَالْآيَاتِ رَقِمْ: ٦٢، ٦٣، ٦٤ مِنْ سُوْرَةِ الْقَصَصِ،
- وَالْآيَاتِ رَقَمْ: ٣١، ٣٢، ٣٣ مِنْ سُورَةِ سَبَا،
- وَالْآيَاتِ رَقَمْ: ٢٠ حتّٰى ٣٦ مِنْ سُوْرَةِ الصَّافَاتِ،
- وَالْآيَاتِ رَقَمْ: ٥٠ مِنْ سُوْرَةِ غَافِرٍ،

وَغَيْرِ ذَالِكَ كَثِيْرٌ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ- وَلِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَاتَلَ رُؤُسَآءَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ أَتْبَاعَهُمْ وَ كَذَالِكَ فَعَلَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ السَّادَةِ وَالْأَتْبَاعِ ، وَ بِاللهِ تَعَالَى التَّوْفِيْقُ ، وَ صَلَّ اللهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ-

توقیع: عَبْدُ اللهِ قَعُوْد/عَبْدُ اللهِ غَدْيَانِ/عَبْدُ الرَّزَّاق عَفِيْفِي/عَبْدُ الْعَزِيْزُ بْنُ بَاز- "[95]

"سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ درود وسلام محمد ﷺ پر، ان کی آل پر اور ان کے صحابہ پر ہو۔ حمد وثنا کے بعد! کفر وضلالت کے اماموں میں سے کسی امام اور لیڈر اگر عوام الناس میں سے کسی نے ساتھ دیا اور مدد کی، اسلام کی بغاوت کرتے ہوئے یا دشمنی کا اظہار کرتے ہوئے۔ عوام الناس میں سے پیروکاروں اور کارکنوں کا بھی کفر اور فسق میں وہی معاملہ ہوگا جو ان کے پیشواؤں کا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الاحزاب کی آیات :-٦٨ ٦٣ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے، آپ کو کیا خبر بہت ممکن ہے قیامت بالکل ہی قریب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہ کوئی حامی و مددگار نہ پائیں گے۔ اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے۔ (حسرت وافسوس سے) ہیں گے کہ کاش! ہم اللہ اور رسول ﷺ کی

[95] فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء:2/208- فتوى:9247

اطاعت کرتے۔ اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی بات مانی، جنہوں نے ہمیں راہِ راست سے بھٹکا دیا۔ پروردگار! تو انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت فرما۔"

- وَاقْرَأِ الْآيَاتِ رقم: ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷ مِنْ سُوْرَةِ البَقَرَةِ،
- وَالْآيَاتِ رَقَم: ۳۷، ۳۸، ۳۹ مِنْ سُورَةِ الْأَعْرَافِ،
- وَالْآيَاتِ رَقَمْ: ۲۱، ۲۲ مِنْ سُوْرَةِ إِبْرَاهِيْمَ،
- وَالْآيَاتِ رَقَمْ: ۲۸، ۲۹ مِنْ سُوْرَةِ الْفُرْقَانِ،
- وَالْآيَاتِ رَقِمْ: ۶۲، ۶۳، ۶۴ مِنْ سُوْرَةِ الْقَصَصِ،
- وَالْآيَاتِ رَقَمْ: ۳۱، ۳۲، ۳۳ مِنْ سُورَةِ سَبَا،
- وَالْآيَاتِ رَقَمْ: ۲۰ حتّٰی ۳۶ مِنْ سُوْرَةِ الصَّافَاتِ،
- وَالْآيَاتِ رَقَمْ: ۵۰ مِنْ سُوْرَةِ غَافِرٍ،

مذکورہ آیات کے علاوہ اور بھی زیادہ آیات میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے۔ نبی اکرم، رسول رحمت، پیغمبر جہاد محمد ﷺ نے جب مشرکین سے جنگ کی تھی تو صرف اور صرف قریشی رئیسوں اور وڈیروں سے ہی نہیں کی تھی۔ بلکہ آپ ﷺ نے مکہ کے عام پیروکاروں سے بھی جنگ کی تھی۔ نبی اکرم ﷺ کے بعد آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی طرز عمل تھا۔ انھوں نے بھی قائدین اور عام کارکنان میں کوئی فرق روا نہیں رکھا تھا۔ ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے فقط اللہ کی توفیق سے بیان کیا ہے۔ درود وسلام ہو محمد ﷺ پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر۔

1. عبداللہ بن قعود
2. عبداللہ بن غدیان
3. عبدالرزاق عفیفی
4. عبدالعزیز بن باز　　(لمملکۃ السعودیۃ کی افتاء کمیٹی کے فتوٰی کا ترجمہ مکمل ہوا)

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا مفصل ومدلل بیان:

شیخ الاسلام امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں جو معاہدہ توڑنے والے ہوں۔ ان کے ساتھ ایک جیسا سلوک روا رکھا جائے۔ خواہ وہ بذاتِ خود عہد توڑنے والے ہوں یا اس معاہدہ توڑنے پر خاموشی اختیار کرنے والے اور پسندیدگی ظاہر کرنے والے ہوں۔ سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے اس بارے روشنی ڈالتے ہوئے حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وَكَانَ هَدْيُهُ إِذَا صَالَحَ قَوْمًا فَنَقَضَ بَعْضُهُمْ عَهْدَهُ وَ صُلْحَهُ وَ أَقَرَّهُمُ الْبَاقُوْنَ وَ رَضُوْا بِهٖ غَزَا الْجَمِيْعَ وَ جَعَلَهُمْ نَاقِضِيْنَ، كَمَا فَعَلَ بِقُرَيْظَةَ وَ النَّضِيْرِ وَ بَنِيْ قَيْنُقَاعٍ، وَ كَمَا فَعَلَ فِيْ أَهْلِ مَكَّةَ، فَهٰذِهٖ سُنَّتُهُ فِيْ أَهْلِ الْعَهْدِ، وَعَلٰى هٰذَا يَنْبَغِيْ أَنْ يَّجْرِيَ الْحُكْمُ فِيْ أَهْلِ الذِّمَّةِ، كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْفُقَهَائُ مِنْ أَصْحَابِ أَحْمَدَ وَ غَيْرُهُمْ وَ خَالَفَهُمْ أَصْحَابُ الشَّافِعِيِّ۔

إِلٰى أَنْ قَالَ رَحِمَهُ اللهُ: وَ قَدْ أَفْتَيْنَا وَلِيَّ الْأَمْرِ لَمَّا أَحْرَقَتِ النَّصَارٰى أَمْوَالَ الْمُسْلِمِيْنَ بِالشَّامِ وَ دُوْرَهُمْ وَ رَامُوْا إِحْرَاقَ جَامِعِهِمُ الْأَعْظَمِ حَتّٰى أَحْرَقُوْا مَنَارَتَهُ وَكَادَ ۔۔لَوْلَا دَفْعُ اللهِ۔۔أَنْ يُّحْتَرَقَ كُلُّهٗ وَعَلِمَ بِذٰلِكَ مَنْ عَلِمَ مِنَ النَّصَارٰى وَوَطَئُوْا عَلَيْهِ وَ أَقَرُّوْهُ وَ رَضُوْا بِهٖ وَ لَمْ يُعْلِمُوْا وَلِيَّ الْأَمْرِ، فَاسْتَفْتٰى فِيْهِمْ مَنْ وَلِيَ الْأَمْرَ مَنْ حَضَرَهٗ مِنَ الْفُقَهَاءِ، فَأَفْتَيْنَاهُ بِانْتِقَاضِ عَهْدِ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ وَ أَعَانَ عَلَيْهِ بِوَجْهٍ مِّنَ الْوُجُوْهِ أَوْ رَضِيَ بِهٖ وَ أَقَرَّ عَلَيْهِ، وَ أَنَّ حَدَّ الْقَتْلِ حَتْمًا لَا تَخْيِيْرَ لِلْإِمَامِ فِيْهِ كَالْأَسِيْرِ، بَلْ صَارَ الْقَتْلُ لَهُ حَدًّا ۔۔إِلٰى قَوْلِهِ: وَ أَنَّ هَدْيَهُ وَ سُنَّتَهُ إِذَا صَالَحَ قَوْمًا وَ عَاهَدَهُمْ فَانْضَافَ إِلَيْهِم عَدُوٌّ سِوَاهُمْ، فَدَخَلُوْا مَعَهُمْ فِيْ عَقْدِهِمْ، وَ انْضَافَ إِلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُوْنَ فَدَخَلُوْا إِلَيْهِ فِيْ عَقْدِهٖ۔ صَارَ حُكْمُ مَنْ حَارَبَ مَنْ دَخَلَ مَعَهُ فِيْ عَقْدِهٖ مِنَ الْكُفَّارِ حُكْمُ مِنْ حَارَبَهُ .... الشَّرْقِ لَمَّا أَعَانُوْا عَدُوَّ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى قِتَالِهِمْ فَأَمَدُّوْهُمْ بِالْمَالِ وَالسِّلَاحِ وَ إِنْ كَانُوْا لَمْ يَغْزُوْنَا وَ لَمْ يُحَارِبُوْنَا، وَرَاهُمْ بِذٰلِكَ نَاقِضِيْنَ لِلْعَهْدِ۔"[96]

"نبی اکرم ﷺ کی سیرت وہدایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ: آپ ﷺ جس کسی قوم سے صلح کا معاہدہ کرتے۔ پھر اس قوم میں سے بعض افراد اپنے معاہدے اور صلح کو توڑ دیتے۔ جبکہ کچھ لوگ اس "نقص عہد" کی توثیق و تائید کرتے اور اس پر اپنی رضامندی ظاہر کرتے۔ نبی اکرم ﷺ ان تمام سے جنگ کرتے اوران سب ہی کو عہد توڑنے والوں کے زمرہ میں شامل کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قنیقاع کے ساتھ یہی سلوک کیا۔ یہی سلوک رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ کے ساتھ بھی روا رکھا۔ رسول اللہ ﷺ کا اپنے عہد مبارک میں یہی طریقہ و معمول تھا۔ لہٰذا ان تمام اہل ذمہ (فدیہ دینے کے معاہدے کے ساتھ اسلامی حکومت کے تحت زندگی گزارنے والے لوگوں) کے ساتھ اسی سنت وسیرت کے مطابق معاملہ کرنا چاہیے ۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں اور ان کے علاوہ دیگر فقہاء نے بھی یہی وضاحت بیان کی ہے جبکہ امام شافعی کے شاگردوں نے اس بارے میں اختلافی ریمارکس دیے ہیں۔

[96] زادالمعاد بتحقیق شعیب وعبدالقادر الارناؤط: 3/138,136

(امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:) وقت کے حکمرانوں کو ہم نے تو یہی فتوٰی دیا تھا۔ جب عیسائیوں نے شام کے اندر مسلمانوں کی جائیداد، املاک، دیہاتوں، شہروں اور گھروں کو نذر آتش کر دیا۔ انہوں نے شام کی سب سے بڑی جامع مسجد کو بھی خاکستر کرنے کی مکمل تیاری کر لی تھی۔ یہاں تک کہ اس جامع مسجد کا ایک مینار انہوں نے جلا بھی دیا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص فضل نہ ہوتا تو وہ ساری مسجد کو جلا کر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیتے۔

ملک شام کے اندر ہونے والی اس کاروائی کا جب وہاں موجود دیگر عیسائیوں کو پتہ چلا۔ انہوں نے اس کی موافقت اور تائید ہی ظاہر کی۔ اس پر خوشی کا اظہار کیا۔ لیکن اس بات کی انہوں نے وقت کے حکمرانوں کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ (معاملہ کھل جانے پر) اس وقت کے حکمران نے اس وقت کے فقہاء سے فتوٰی طلب کیا۔ ہم اس کو یہ فتوٰی دیا کہ جس جس عیسائی نے اپنے معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے معاہدہ توڑا ہے۔ حملہ آوروں کا کسی طرح تعاون کیا ہے، اس پر خوشی کا اظہار کیا ہے یا اپنے لبوں پر مہر خاموشی لگاتے ہوئے ان کی تائید کی ہے۔ ان سب معاہدہ توڑنے والوں کی سزا سوائے قتل کے اور کوئی نہیں ہے۔[97]

(امام ابن قیم مزید فرماتے ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور حیات مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی قوم سے معاہدہ و صلح کرتے پھر جن کے ساتھ آپ کا معاہدہ طے پاتا ان کے ساتھ کوئی اور دشمن قبیلہ جاملتا اور ان کے معاہدے میں شامل ہو جاتا تو وہ اس کیے ہوئے معاہدہ میں شامل سمجھا جاتا۔ اسی طرح اگر کوئی قبیلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حالتِ کفر پر ہوتے ہوئے بھی آملتا۔ تو وہ آپ کے ساتھ معاہدہ میں شامل سمجھا جاتا۔ آپ کے ساتھ معاہدے میں شامل ہونے والے کسی کافر کے ساتھ کوئی قبیلہ بدعہدی کرتے ہوئے جنگ کرتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان بدعہدی کرنے والوں کو بھی اپنا مدمقابل دشمن سمجھتے اور ان کے ساتھ جنگ کرتے۔[98]

---

97 سورۃ القتال / سورۂ محمد کی آیت: ۴ کی روشنی میں امیر لشکر کو قیدیوں کے بارے میں تین اختیارات حاصل ہیں: ﴿1﴾ ..... ان کو قتل کروادینا۔ ﴿2﴾ .... فدیہ لے کر آزاد کر دینا۔ ﴿3﴾ ..... بطور احسان بغیر فدیہ لیے معاف کر دینا۔ مگر معاہدہ توڑنے والے بدعہد قیدیوں کے بارے میں امیر کو صرف اور صرف قتل کروانے کا اختیار حاصل ہے۔ باقی دونوں اختیارات اس کو حاصل نہیں۔ لہٰذا بدعہدی اور غداری کی صورت میں صرف اور صرف قتل کرنا ہی سزا ہے۔

98 اس کی مثال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اہل مکہ سے حدیبیہ کے مقام پر صلح کا معاہدہ کیا۔ اس کے بعد قبیلۂ بنو بکر اہل مکہ کے ساتھ شامل ہو گئے اور قبیلہ بنو خزاعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آشامل ہوا۔ ایک وقت آیا کہ بنو بکر نے معاہدہ توڑتے ہوئے بنو خزاعہ پر دھاوا بول دیا۔ اہل مکہ نے بنو بکر کا پورا پورا ساتھ دیا اور معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے کے مرتکب ہوئے۔ اس کے نتیجہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری تیاری کرتے ہوئے اہل مکہ پر حملہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے مکہ کو فتح کر لیا۔ لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو خزاعہ پر حملے کو اپنے اوپر حملہ تصور کیا اور جوابی کاروائی کی۔ حالانکہ بنو خزاعہ اس وقت تک کافر قبیلہ تھا۔

مشرق کے عیسائیوں کے ساتھ جنگ کرنے کا فتوٰی شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دیا ہے۔اس لیے کہ ان مشرقی عیسائیوں نے مسلمانوں کے دشمنوں کا مسلمانوں کے خلاف مال کے ساتھ اور اسلحہ کے ساتھ بھرپور تعاون کیا تھا۔حالانکہ انھوں نے بذات خود نہ جنگ میں شرکت کی تھی نہ ہی مقابلے پر اترے تھے۔صرف تعاون کرنے سے ہی ان کو معاہدہ توڑنے والے قرار دیا گیا اور ان کے ساتھ جنگ کرنے کا فتوٰی امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جاری کیا تھا۔" (امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہما کی وضاحت سے معلوم ہوا:

توجہ فرمایئے! شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس شخص پر جو مسلمانوں سے جنگ کے موقع پر کفار کا تعاون کرتا ہے اور آلات حرب وضرب اور مال ودولت کے ساتھ ان کو سپورٹ فراہم کرتا ہے۔وہ جنگ کرنے والوں اور لڑائی کرنے والوں کے ہی حکم میں شامل ہے۔ان تعاون کرنے والوں کا بالکل وہی معاملہ ہے جو مسلمانوں کیساتھ بذات خود جنگ کرنے والوں کا ہے۔باجود اس کے کہ وہ مسلمانوں سے جنگ کرنے والوں کے ساتھ بذات خود جنگ میں شامل نہیں تھے۔

اسی طرح جن عیسائیوں نے مسلمانوں کے گھروں اور جائیدادوں کو نذر آتش کرنے والوں کی بے غیرتی پر مسرت وشادمانی کا اظہار کیا تھا۔امام ابن قیم دونوں قسم کے افراد کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ سب قتل کر دیے جانے کے مستحق ہیں ۔حاکم وقت کو یہ بھی اختیار نہیں کہ وہ ان میں سے کسی کے لیے معافی کا پروانہ جاری کر سکے۔ان کی حتمی سزا صرف اور صرف قتل ہے۔

اس سے آپ کو اس شخص کے متعلق تو بالکل واضح ہو جائے گا کہ جو کافروں کے اقدامات کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے ان کا تعاون کرتا ہے ، ان کو مالی طور پر (Financially)اور معلومات کی فراہمی (Providing for informations) کے ساتھ سپورٹ فراہم کرتا ہے۔بلکہ اس سے کہیں آگے نکل کر مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کے لیے کافروں کے ساتھ نکل کھڑا ہوتا ہے۔کافروں کے اتحاد میں شامل ہو جاتا ہے (یہ الگ بات ہے کہ اس کو لڑائی میں عملاً حصہ لینے کا موقع نہ بھی ملے)ایسے معاونین اور مددگاروں کا وہی حکم ہے جو اس جنگ میں حصہ لینے والے بڑے بڑے بدمعاشوں ، سرغنوں اور سرپرستوں کا ہے۔یہ سب کے سب اب ایک گروہ شمار ہوں گے اور ان کا ایک ہی حکم اور معاملہ ہو گا۔

علماء حق اور سرکاری ملاؤں میں زمین وآسمان کا فرق:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردِ رشید شیخ الاسلام امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے گذشتہ دونوں فتوؤں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ کے دین کے داعی حقیقی علماء اور دنیا کے بھوکے، درباری اور سرکاری ملاؤں کے موقف و نظریہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اللہ والے حقیقی علماء صرف اور صرف اللہ وحدہ، لاشریک لہ، سے ڈرتے ہیں۔ اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ ساری دنیا کے کافر ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اس حقیقت سے بھی آشنا ہیں کہ ساری دنیا کے مسلمان ایک دوسرے کی مدد ومعاونت میں ایک قوت، ایک طاقت اور ایک ملت ہوتے ہیں۔

ان کے مقابلے میں درباری اور سرکاری اصحاب جبہ ودستار کا کردار یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، دین اسلام کے مسائل کو آپس میں گڈمڈ کرکے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وقت کے حاکموں کی تجاویز وآراء، پروگرامز اور پروجیکٹس (programs & projects) کو تحفظ اور سند جواز فراہم کرتے ہیں۔ وہ پروگرام اور پروجیکٹ جو مختلف ناموں سے منظر عام پر لائے جاتے ہیں: کوئی پروگرام امن وسلامتی کے نام سے ظاہر کیا جاتا ہے، کوئی پروگرام ملکی سلامتی اور خود مختاری کے نام سے ظاہر کیا جاتا ہے، کوئی ملکی یکجہتی اور اتحاد کے نام سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

ان درباری اور سرکاری ملاؤں میں اتنی بھی اخلاقی جرأت نہیں ہوتی کہ وہ ظلم وستم اور جبر واستبداد کے ساتھ مسلم علاقوں پر قبضہ کرنے والے یہودیوں اور عیسائیوں کے متعلق ہی وہ فتوٰی صادر کرسکیں جن کے وہ مستحق اور اہل ہیں، وہ یہودی اور عیسائی جو مسلمانوں کے خلاف کینہ وبغض کی بناپر دانت پیس رہے ہیں۔ ہر جگہ مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ یہ علماء سوء ان یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں قرآن وسنت کے وہ شرعی احکام بیان کرنے سے ہی خوف کھاتے ہیں جو تقاضا کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ جنگ وقتال واجب ہے اور ان کے ساتھ بزدل بن کر اور جھک کر صلح کرنا بہر صورت حرام ہے۔

چڑھتے سورج کے پجاری سرکاری مولویوں کے فتوے:

ان درباری اور سرکاری مولویوں نے جو باطل فتوے دیے وہ صرف دنیوی مفادات اور دنیوی عیش وعشرت کے کھو جانے کے خوف سے دیے ہیں۔ جو کچھ ان کو حکمرانوں کے صدارتی محلات اور پارلیمنٹ ہاؤس کی طرف سے حکم دیا جاتا ہے، اس کے مطابق

یہ اپنے فتوے صادر کرتے ہیں۔ وہ حکمران جو روٹی کے چند ٹکڑوں (ڈالرز اور پونڈ) کے عوض اپنا دین قربان کر چکے ہیں اور اقتدار کے ایوانوں میں بزدلی کے ساتھ اپنے سر چھپائے ہوئے ہیں۔ مزید بر آں ان درباری مولویوں نے یہ بھی جسارت کی کہ مجاہدین اسلام کے خلاف خوب خوب ہرزہ سرائی کی۔ وہ مجاہدین جو اللہ کے دشمنوں کے خلاف جہادی پرچم سربلند کیے ہوئے ہیں۔ وہ اللہ کے دشمن خواہ مرتد حکمرانوں میں سے ہوں، خواہ سیکولر اور لبرل حکمرانوں میں سے ہوں۔ خواہ اسرائیل کے ظالم و جابر یہودی ہوں یا امریکہ کے قابض و غاصب عیسائی ہوں یا ان کے علاوہ مشرک پلید ہندو ہوں۔

جو شخص بھی ان سرکاری ملاؤں کے معاملے پر غور کرتا ہے اس کو یہ بات انتہائی تعجب انگیز معلوم ہو گی کہ یہ لوگ ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ایسے ایسے بیانات جاری کرتے ہیں جن سے مجاہدین کے خلاف دشمنی اور عناد ٹپک رہا ہوتا ہے۔ جو حد اعتدال سے کوسوں دور نکل جانے والے اور زمین پر فساد برپا کرنے والے بیانات ہوتے ہیں۔ یہ سرکاری مفتی تو یہ فتویٰ بھی دیتے ہیں کہ جو شخص یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ جہاد کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ ہے اس کی گردن اڑا دینی چاہیے۔ بلکہ وہ مجاہد فی سبیل اللہ کو دہشت گرد، تخریب کار اور مخالف جنگجو قرار دے کر قابل گردن زدنی قرار دیتے ہیں۔

اکثر و پیشتر یہ سرکاری علماء اس وقت فتویٰ صادر کرتے ہیں جب حکمرانوں اور بڑوں کی طرف سے ڈیمانڈ آتی ہے۔ مگر بدقسمتی سے کبھی کبھی یہ محض اپنی خوشی اور رضا اور رغبت ہی سے نمبر بنانے کے لیے فتوے دینے لگتے ہیں۔

درباری ملاؤں کا کردار اور بگڑتا ہوا معاشرہ:

- ایسے لگتا ہے کہ ان کو اپنے بڑوں، حکمرانوں اور لیڈروں کے اندر تخریب کاری اور فساد کی کوئی رمق نظر نہیں آتی۔

- ایسے لگتا ہے کہ اللہ کے حکم قانون (قرآن وسنت) کے بغیر فیصلے کرنے اور اپنے خود ساختہ self made قوانین کے ساتھ عدالتی نظام چلانے میں ان درباری علماء کو کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔

۞ ایسے لگتا ہے کہ ان مولویوں کے ہاں یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر کافروں سے بہر صورت دوستایاں رچانے کے عمل کو ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر تسلیم کرلینا چاہیے حکومتی پالیسیوں کے نتیجے میں ہر سو پھیلے ہوئے دنگا فساد، اور مسلمانوں کے خلاف لوٹ مار کو ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر تسلیم کرلینا چاہیے۔

۞ ایسے لگتا ہے کہ اجنبیوں کے سامنے عورتوں کے بے پردہ اورآراستہ وپیراستہ ہو کر نکلنے میں انہیں کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔ کھلے چہرے، کھلے گریبان، ننگے سر، ننگے بازواور نیم برہنہ بدن کے ساتھ سڑکوں اور بازاروں میں گھومتے پھرتے ہوئے دیکھ کر انہیں کوئی بے غیرتی، بے حمیتی اور خرابی محسوس نہیں ہوتی۔

۞ ایسے لگتا ہے کہ ہر سو پھیلی ہوئی بدکاری اور زنا کی منکرات، رقص وسرور کی مجلسیں، شراب وشباب کی تقریبات (Functions)، سود اور جوا کے معاملات اور پھر ہر بے دین این جی اوز (NGOs) کی زبان پر شخصی آزادی کا نعرہ جیسے امور ایسے حقائق کو بغیر کسی تردّد کے تسلیم کرلینا چاہیے۔

۞ آج ہر کافر کے ساتھ ذلت ورسوائی پر مبنی معاہدے طے پارہے ہیں، کافروں کے ہاتھوں اپنی قیمتی املاک اور ادارے فروخت کیے جارہے ہیں، بلکہ مسلم علاقوں اور شہروں کو کافروں کے کنٹرول اور تسلط میں دیا جارہا ہے۔ اپنی گردنوں میں کافروں کی غلامی کے طوق پہنائے جارہے ہیں مگر یہ اصحاب جبہ ودستار، صاحبان مرتبہ وفضیلت مفتیان اوراکابر علمائے واسکالرز ان حالات میں بھی مسلم عوام کو بیدار کرنا جرم عظیم تصور کرتے ہیں۔

درباری مولویوں کی مثال قرآن مجید سے:

ان شُيُوخُ الضَّلَالَةِ، عُلَمَاءُ السَّلَاطِين اور حکمرانوں کی خواہشات (Requirements) کے مطابق فتوٰی دینے والے مفتیان کا معاملہ بالکل ویسا ہی ہے جن کے بارے اللہ رب العزت اپنی لاریب کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِيٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ، وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (الاعراف=7:175، 176)

”اور ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنایئے! جس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا۔ سو وہ گمراہ لوگوں میں شامل ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ (عطا) کر دیتے۔ لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا۔ اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا۔ سو اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی۔ کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تو تب بھی ہانپے اور اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے۔ یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا سو آپ اس حال کو بیان کر دیجئے! شاید وہ لوگ کچھ سوچیں۔“

درباری ملاؤں کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتوٰی اور نصیحت:

اسی بنا پر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے عالم دین کے بارے میں فرماتے ہیں، جو کتاب وسنت کی کھری دعوت جانتے ہوئے بھی ترک کر دیتا ہے اور حق کی مخالفت کرتے ہوئے حکام وقت کی خواہش کی پیروی کرتا ہے، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

” وَمَتٰی تَرَكَ الْعَالِمُ مَا عَلِمَهُ مِنْ كِتَابِ اللهِ وَ سُنَّةِ رَسُوْلِهٖ صلی اللہ علیہ وسلم وَاتَّبَعَ حُكْمَ الْحَاكِمِ الْمُخَالِفِ لِحُكْمِ اللهِ وَ رَسُوْلِهٖ كَانَ مُرْتَدًّا كَافِرًا يَسْتَحِقُّ الْعَقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ ، قَالَ تَعَالٰی : ﴿الٓمّٓصٓ، كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَ ذِكْرٰی لِلْمُؤْمِنِيْنَ، اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ وَ لَوْ ضُرِبَ وَ حُبِسَ وَ أُوْذِيَ بِأَنْوَاعِ الأَذٰی لِيَدَعَ مَا عَلِمَهُ مِنْ شَرْعِ اللهِ وَ رَسُوْلِهِ الَّذِيْ يَجِبُ اتِّبَاعُهُ وَاتَّبَعَ حُكْمَ غَيْرِهٖ كَانَ مُسْتَحِقًّا لِعَذَابِ اللهِ، بَلْ عَلَيْهِ أَنْ يُّصْبِرَ وَ اِنْ أُذِيَ فِي اللهِ فِي الْأَنْبِيَاءِ وَ أَتْبَاعِهِمْ ، قَالَ تَعَالٰی : ﴿الٓمّٓ، اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ، وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ لَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ﴾ وَ قَالَ تَعَالٰی ﴿وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ وَ نَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ﴾، وَ قَالَ تَعَالٰی ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰی يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰی نَصْرُ اللهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللهِ قَرِيْبٌ﴾ “[99]

”جب ایک عالم دین کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے ہوئے بھی برحق موقف ترک کر دے اور حاکم وقت کے ایسے حکم کی پیروی کرنے لگ جائے جو حکم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے صریحاً خلاف ہو

[99] مجموع الفتاوی: 35/373,372

۔ایسا عالم دین مرتد اور کافر ہو جاتا ہے اور دنیا و آخرت میں سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔اللہ تعالیٰ سورۃ الاعراف:۱-۳میں فرماتے ہیں:

"الٓمّٓصٓ (حروف مقطعات میں سے ہے)۔یہ ایک کتاب ہے جو آپ کے پاس اسلیے بھیجی گئی ہے کہ آپ اس کے ذریعے سے (لوگوں کو)ڈرائیں،سو آپ کے دل میں اس سے بالکل تنگی نہ ہو اور یہ ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے۔تم لوگ اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے۔اوراللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کی پیروی مت کرو۔تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو۔اگر بالفرض اس عالم دین کو مارا پیٹا جائے اس کو پس زندان کر دیا جائے یا اس کو طرح طرح کی اذیتوں اور تکلیفوں سے دوچار کیا جائے،اس وجہ سے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی شریعت کو چھوڑ دے۔جس شریعت کی پیروی کرنا واجب ہے۔اللہ اور اس کے رسول کے حکم اور قانون کی بجائے وہ کسی اور حکم اور قانون کی پیروی کرنے لگ جائے۔تو یہ عالم اگر ان مصائب وآلام کو سامنے دیکھ کر دین کی کھری دعوت سے باز آجاتا ہے تو بھی یہ شخص اللہ کی طرف سے سزا کا مستحق قرار پائے گا۔اس عالم دین پر فرض عائد ہوتا تھا کہ وہ تکلیفوں اور اذیتوں کے وقت صبر وبرداشت کا مظاہرہ کرتا۔کیونکہ یہ سب کچھ اس نے اپنے اللہ کے لیے برداشت کیا تھا۔انبیاء کرام اور ان کے پیروں کاروں (followers) میں اللہ تعالیٰ کی سنت اور طریقہ یہی ہے کہ وہ مصائب وآلام کے ساتھ آزماتا ہے۔اللہ تعالیٰ سورۃ العنکبوت کی آیات:۱-۳ارشاد فرماتے ہیں:

① ....."الٓمّٓ (حروف مقطعات میں سے ہے)۔کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف دعوے پر کہ ایمان لائے ہیں،ہم انہیں بغیر آزمائے ہی چھوڑ دیں گے۔ان سے پہلے لوگوں کو بھی ہم نے خوب جانچا،یقینا اللہ تعالیٰ انہیں بھی جان لے گا جو سچ کہتے ہیں اور انہیں بھی معلوم کرلے گا جو جھوٹے ہیں۔"

② .....اسی طرح سورۂ محمد کی آیت:۳۱ میں فرمایا:"یقینا ہم تمہارا امتحان کریں گے تاکہ تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو معلوم کرلیں،اور ہم تمہاری (حالتوں خبروں) کی بھی جانچ کریں گے۔"

③ .....اسی طرح سورۃ البقرہ کی آیت:۲۱۴ میں ارشاد فرمایا:"کیا تم یہ گمان کیے بیٹھے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے،حالانکہ اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے۔جو تم سے اگلے لوگوں پر آئے تھے۔انہیں بیماریاں

اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ یہاں تک جھنجھوڑے گئے کہ رسول اور اس کے ساتھ ایمان والے بھی کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی؟ آگاہ رہو کہ اللہ کی مدد قریب ہی ہے۔"

(شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

باب:7

مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ساری جماعت اور گروہ کا ایک ہی حکم اور معاملہ ہے ۔اس بارے میں تکبر و غرور میں ڈوبے ہوئے قائدین اور معاشرے کے کمزور ماتحت عام فوجیوں، سپاہیوں اور ہرکاروں میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ صحیح اور واضح موقف یہی ہے کہ ان تمام کی ایک ہی سزا ہو گی۔بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مرتدین کے مقتولین کے بارے میں دوزخ کی آگ کی گواہی بھی دی ہے۔

جنگ زبان سے بھی ہوتی ہے اور عمل سے بھی

مشورہ دینا تعاون کی (سب سے) بڑی صورت ہے:

علامہ ابن قدامہ ﷫ اپنی تصنیف ''المغنی'' کی کتاب الجہاد میں ان اقسام و اصناف کا تذکرہ کرتے ہیں جن کو میدان میں قتل کرنا منع ہے۔ مثلاً خواتین، بوڑھے افراد، لنگڑے اور معذور افراد، مذہبی پیشوا اور بچے وغیرہ۔ عام طور پر یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو جنگ نہیں کرتے۔ اس قسم کے افراد کا تذکرہ کرنے کے بعد رقمطراز ہے:

وَمَنْ قَاتَلَ مِمَّنْ ذَكَرْنَا جَمِيْعَهُمْ جَازَ قَتْلُهُ لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَتَلَ يَوْمَ قُرَيْظَةَ امْرَأَةً أَلْقَتْ رَحًى عَلٰى مَحْمُوْدِ بْنِ مَسْلَمَةَ وَ مَنْ كَانَ مِنْ هٰؤُلَاءِ الرِّجَالِ الْمَذْكُوْرِيْنَ ذَا رَأْيٍ يُعِيْنُ فِي الْحَرْبِ جَازَ قَتْلُهُ ، لِأَنَّ دُرَيْدَ بْنَ الصِّمَّةِ قُتِلَ يَوْمَ حُنَيْنَ وَ هُوَ شَيْخٌ لَا قِتَالَ فِيْهِ وَكَانُوْا خَرَجُوْا يَتَيَمَّنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَعِيْنُوْنَ بِرَأْيِهِ ، فَلَمْ يُنْكِرِ النَّبِيُّ ﷺ قَتْلَهٗ، وَلِأَنَّ الرَّأْيَ مِنْ أَعْظَمِ الْمَعُوْنَةِ فِي الْحَرْبِ۔'' [100]

''ہم نے پہلے جن افراد (عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور لاغروں وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے ان تمام اقسام کے افراد کو قتل کرنا اس وقت جائز ہے جب یہ خود لڑائی میں حصہ لیں۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ نے غزوۂ بنی قریظہ کے دن ایک عورت کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا، جس نے سیدنا محمود بن مسلمہ پر چکی کا پاٹ گرا دیا تھا۔[101] اسی طرح جو

100　المغنی لابن قدامۃ=کتاب الجهاد: 8/ 478 ۔ مطبوعۃ عالم الکتب

101　زیادہ درست بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ غزوۂ بنی قریظہ کے دن جو صحابیٔ رسول ﷺ چکی کے پاٹ سے شہید ہوئے تھے وہ سیدنا خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن صامت خزرجی ؓ تھے۔ سیدنا محمود بن مسلمہ ؓ غزوۂ بنی قریظہ کے دن شہید نہیں ہوئے تھے۔ حافظ ابن کثیر ﷫ ابن اسحاق سے نقل کرتے ہیں -- ابن اسحاق کہتے ہیں: مجھے یہ حدیث محمد بن جعفر بن زبیر نے بیان کی ہے۔ محمد بن جعفر، عروہ بن زبیر سے بیان کرتے ہیں۔ عروہ بن زبیر اپنی خالہ ام المومنین سیدہ عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں: لَمْ يُقْتَلْ مِنْ نِسَآءِ هِمْ اِلَّا امْرَأَةٌ وَّاحِدَةٌ -- قَالَتْ وَاللهِ اِنَّهَا لَعِنْدِيْ تُحَدِّثُ مَعِي تَضْحَكُ ظَهْرًا وَ بَطْنًا وَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قَتَلَ رِجَالُهَا فِي السُّوْقِ۔ اِذْ هَتَفَ هَاتِفٌ بِاسْمِهَا: أَيْنَ فُلَانَةٌ ؟ قَالَتْ: اَنَا وَاللهِ! قَالَتْ: قُلْتُ لَهَا: وَيْلَكِ مَالَكِ؟ قَالَتْ: أُقْتَلُ: قُلْتُ: وَلِمَ؟ قَالَتْ لِحَدَثٍ اَحْدَثْتُهُ۔ قَالَتْ: فَانْطَلِقَ بِهَا فَضُرِبَتْ عُنُقُهَا۔ وَ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُوْلُ : فَوَاللهِ اِمَا اَنْسٰى عَجَبًا مِنْهَا طِيْبَ نَفْسِهَا وَ كَثْرَةِ ضِحْكِهَا وَ قَدْ عَرَفَتْ اَنَّهَا تُقْتَلُ۔ (البدایۃ والنهایۃ=3/ 144، صحیح ابی داؤد=کتاب الجهاد: باب فی قتل النساء، الحدیث:2325)

''بنو قریظہ کی خواتین میں سے سوائے ایک خاتون کے کسی کو قتل نہیں کیا گیا۔ سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں: وہ میرے پاس تھی اور میرے ساتھ باتیں کرتی رہی۔ باتوں کے دوران ہنستے ہوئے وہ دائیں بائیں اور آگے پیچھے لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔ ادھر رسول اللہ ﷺ اس کے خاندان کے مردوں کو (بدعہدی اور غداری کی سزا کے طور پر) قتل کر رہے تھے۔ اچانک ایک آواز دینے والے نے اس کا نام لے کر آواز دی: فلاں عورت کہاں ہے؟ وہ فوراً بولی: اللہ کی قسم! میں ہوں۔ سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں: میں نے اس سے پوچھا: تیری بربادی ہو، تیرا کیا معاملہ ہے؟ تیرا نام لے کر تجھے کیوں آواز دی گئی ہے؟ اس نے کہا: میں عنقریب قتل کر دی جاؤں گی۔ سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں: میں نے پوچھا آخر کس لیے؟ اس نے کہا: اس لیے کہ میں نے ایک 'انوکھا کام'' کیا ہے۔ سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں: اس کو پھر لے جایا گیا اور اس کی گردن تن سے جدا کر دی گئی۔ سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں: مجھے اُس کا معاملہ کبھی نہیں بھولتا۔ اُس کا معاملہ بڑا عجیب تھا۔ بالکل خوش باش تھی۔ کھلکھلا کر مسکرا رہی تھی۔ جبکہ اس کو معلوم تھا کہ تھوڑی دیر بعد مجھے قتل کیا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا عورت کے بارے میں ابن اسحاق فرماتے ہیں: ''یہی وہ عورت تھی جس نے چکی کا پاٹ ایک چھت سے گرا کر سیدنا خلاد بن سوید ؓ کو قتل کر دیا تھا۔ پھر خلاد بن سوید کے بدلے رسول اللہ نے اس کو قتل کروایا تھا۔'' (حوالہ کے لیے دیکھیے البدایۃ والنهایۃ=3/ 144) جبکہ سنن ابی داؤد کے شارح امام خطابی ﷫ اس مذکورہ بالا عورت کے بارے میں فرماتے ہیں: ''کہا جاتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے آپ کو گالیاں دیا کرتی تھی'' یہی وہ ''انوکھا کام'' تھا جو اس نے سرانجام دیا ہوا تھا (حوالہ کے لیے دیکھیے معالم السنن للخطابی 4/ 14)

شخص مذکورہ افراد(معذور اور خواتین وغیرہ)میں سے ہوں مگر صاحب الرائے ہو۔یعنی ایک اچھی رائے اور کارگر مشورہ کے ساتھ وہ جنگ میں کافروں کی مدد کرتا تو اس کو قتل کرنا بھی جائز ہے۔یہی وجہ ہے کہ جو ہوازن قبیلہ کے ایک بوڑھے سردار اورانتہائی زیرک ومعاملہ فہم شخص دُرید بن صِمّہ کو جنگ حنین میں قتل کیا گیا تھا۔حالانکہ وہ بہت بوڑھا آدمی تھا۔اس میں لڑنے کی ذرا بھی سکت نہ تھی۔لیکن جب بنوہوازن رسول اللہ ﷺ کے مدمقابل نکلے تو وہ اپنے اس بوڑھے شخص کو باعث برکت سمجھتے اور اس کی جنگی واقفیت سے اس کا تعاون حاصل کرتے تھے۔جب اس کو قتل کیا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے قتل پر کوئی تنقید اور انکار ظاہر نہیں فرمایا تھا۔[102] حالت جنگ میں رائے اور مشورہ دینا تعاون اور مدد کی سب سے بڑی صورت ہے۔"

الغرض مذکورہ بالا دونوں اسباب میں سے کوئی بھی سبب ہو۔یہ بات تو واضح ہے کہ اس عورت کو بلاوجہ قتل نہیں کیا گیا تھا۔اس نے قولاً یا فعلاً مسلمانوں کے خلاف حصہ لیا، تو اس کو قتل کیا گیا تھا۔اگر وہ باقی عورتوں کی طرح کسی طرح جنگ میں پارٹی سیپیٹ (Prticipate) نہ کرتی تو اس کو باقی عورتوں کی طرح قتل نہ کیا جاتا۔

اس موقع پر دوسری وضاحت یہ ہے کہ علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ کہا ہے کہ "بنو قریظہ کی . عورتوں میں سے صرف ایک عورت کو قتل کیا گیا تھا۔اس لیے کہ اس نے سیدنا محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے اوپر چکی کا پاٹ گرا کر قتل کر دیا تھا۔علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہاں "خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ کی جگہ محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا جو تسامح ہوا ہے۔اس کی وجہ کچھ یوں سمجھ آتی ہے کہ دراصل محمود بن مسلمہ بھی چکی کے پاٹ ہی سے شہید ہوئے تھے۔مگر ان کے اوپر چکی کا پاٹ غزوۂ بنی قریظہ میں نہیں بلکہ غزوۂ خیبر میں گرا گیا تھا۔اس کی تفصیل اس طرح ہے:

رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا والد اور متعصب یہودی حیی بن اخطب کسی جانور کی کھال میں بہت زیادہ خزانہ ڈال کر بنو قریظہ کی جلاوطنی کے ساتھ مدینہ سے ساتھ لایا تھا۔وہ خزانہ کنانہ بن ابوالحقیق کے پاس تھا۔غزوۂ خیبر میں جب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے فتح ہو چکی تو رسول اکرم ﷺ نے یہودی سردار کنانہ بن ابوالحقیق سے پوچھا: وہ بنونضیر والا خزانہ کدھر ہے؟ اس نے وہ خزانہ ایک نامعلوم مقام پر چھپایا ہوا تھا۔مگر رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ اسے خزانے کے بارے میں کوئی علم ہے۔اس کے بعد ایک یہودی نے آکر بتایا کہ میں کنانہ کو روزانہ ایک ویرانے میں چکر لگاتے ہوئے دیکھتا تھا۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے کنانہ سے فرمایا: یہ بتاؤ کے اگر ہم نے یہ خزانہ تمہارے پاس سے برآمد کر لیا، پھر تو ہم تجھے قتل کرنے میں حق بجانب ہوں گے نا؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے ویرانہ کھودنے کا حکم دیا۔وہاں سے کچھ خزانہ برآمد ہو گیا۔پھر باقیماندہ خزانے کے بارے میں آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا۔اس نے پھر جھوٹ بولا اور کچھ بتانے سے انکار کر دیا۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے اسے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا اور فرمایا: اسے سزا دو۔یہاں تک کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ سب کچھ ہمیں حاصل ہو جائے۔سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے پر چقماق پتھر کی چند ضربیں لگائیں (چقماق وہ پتھر ہے جس کو رگڑنے سے آگ نکلتی ہے) یہاں تک کہ اس کی جان پر بن آئی۔مگر وہ اپنے جھوٹ، ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہا۔بقول شاعر

جھوٹ بولا ہے تو اس پر قائم بھی رہو غالب

آدمی کو صاحب کردار ہونا چاہیے

بالآخر رسول اللہ ﷺ نے اسے یہودی طاغوت کعب بن اشرف کو قتل کرنے والے مشہور صحابی رسول ﷺ سیدنا محمد بن مسلمہ کے حوالے کر دیا۔سیدنا محمد بن مسلمہ نے اپنے بھائی محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے بدلے اس کی گردن ماری دی۔اس لیے کہ سیدنا محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سایہ حاصل کرنے "" قلعہ ناعم "کی دیوار کے نیچے بیٹھے تھے کہ کنانہ بن ابوالحقیق نے ان پر چکی کا پاٹ گرا کر شہید کر دیا۔

یہودیوں کے خیبر میں آٹھ بڑے بڑے اور مضبوط قلعے تھے، جن میں وہ سکونت پذیر تھے۔ان میں سے سب سے بڑا اور مضبوط قلعہ "قلعہ ناعم" تھا۔یہودیوں کے آٹھ قلعوں میں سے یہ پہلے نمبر پر تھا۔یہ قلعہ اپنے محل وقوع کی نزاکت اور اسٹریٹیجی کے لحاظ سے یہود کی پہلی دفاعی لائن (front line) کی حیثیت رکھتا تھا۔یہی قلعہ مرحب نامی اس شہ زور اور جانباز یہودی کا تھا۔جسے ایک ہزار مردوں کے برابر مانا جاتا تھا۔(حوالہ کے لیے دیکھیے الرحیق المختوم صفحہ :204، 598) تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس وجہ سے غزوۂ بنی قریظہ کے ضمن میں محمود بن مسلمہ کا نام لے لیا کہ انھیں بھی چکی کے پاٹ سے شہید کیا گیا تھا۔یہ تو بجا ہے مگر غزوۂ بنی قریظہ میں شہید ہونے والے صحابی رسول ﷺ کا نام خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ ہے اور غزوۂ خیبر میں چکی کے پاٹ سے شہید ہونے والے کا نام محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ہے۔(وَاللهُ أَعْلَمُ وَعِلْمُهُ أَتَمُّ وَأَصْوَبُ)

[102] حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند البزار کے حوالے سے حسن سند کے ساتھ درید بن صمہ کے قتل کا واقعہ یوں بیان کیا ہے: جب مشرکین شکست کھا چکے تو درید بن صمہ بھی چھ سو(۶۰۰)افراد کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا۔یہ لوگ ایک پہاڑی ٹیلے پر کھڑے تھے کہ اچانک انہوں نے ایک فوجی دستہ اپنی طرف آتے دیکھا۔بوڑھا درید بن صمہ بولا: ان لوگوں کو میری طرف آنے دو۔میں ان کو سنبھال لوں گا۔قریب آنے پر اس نے دیکھا تو کہنے لگا: یہ تو بنو قضاعہ قبیلہ کے لوگ ہیں۔ان سے کوئی خطرہ نہیں۔اس کے بعد ان لوگوں نے ایک اور فوجی دستہ اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو درید بن صمہ نے کہا: یہ تو بنو سلیم کے لوگ ہیں۔پھر اس نے ایک شہسوار کو اپنی طرف آتے دیکھا تو اس نے کہا: اس کو میری طرف آنے دو، میں اس کا مقابلہ کروں گا۔اس کے ساتھیوں نے بتایا یہ آنے والا شہسوار اپنے سر پر سیاہ پگڑی باندھے

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں وضاحت کرتے ہیں:

”وَ أَمَّا مَنْ لَّمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْمُمَانِعَةِ وَ الْمُقَاتِلَهِ كَالنِّسَاءِ وَالصِّبْيَانَ وَالرَّاهِبِ وَالشَّيْخِ الْكَبِيْرِ وَ الْاَعْمٰى وَ الزَّمِنِ وَ نَحْوِهِمْ فَلَا يُقْتَلُ عِنْدَ جمْهُوْرِ الْعُلَمَاءِ اِلَّا أَنْ يُّقَاتِلَ بِقَوْلِهٖ أَوْ فِعْلِهٖ۔[103]

”جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو مسلمانوں کے رکاوٹ بننے والے اور جنگ میں شرکت کرنے والے نہ ہوں ۔مثلاً: عورتیں ،بچے ،مذہبی پیشوا،(پادری اور پوپ وغیرہ)بوڑھے ،لاغر،معذور اور ان جیسے دیگر افراد کے متعلق اکثر وبیشتر علماء اسلام کا موقف یہی ہے کہ ان کو جنگ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ہاں !اگر وہ اپنے قول وفعل سے جنگ میں شریک ہوتے ہیں تو ان کو قتل کیا جائے گا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

اسی طرح ایک اور مقام پر امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مزید وضاحت کرتے ہیں:

” وَلَا تُقْتَلُ نِسَاؤُهُمْ اِلَّا أَنْ يُّقَاتِلْنَ بِقَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ[104]

” کافروں کی خواتین کو قتل نہیں کیا جائے گا۔مگر یہ کہ وہ اپنے قول اور عمل سے یعنی زبان اور ہاتھ سے جنگ میں شریک ہوں۔اس بات پر تمام علماء اسلام کا اتفاق ہے۔“

صاحب السیف والقلم امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مزید تحریر فرماتے ہیں:

” وَالْمُحَارَبَةُ نَوْعَانِ: مُحَارَبَةٌ بِالْيَدِ، وَ مُحَارَبَةٌ بِاللِّسَانِ .... اِلٰى قَوْلِهٖ رَحِمَهُ اللهِ: وَ كَذٰلِكَ الْاِفْسَادُ قَدْ يَكُوْنُ بِالْيَدِ وَ قَدْ يَكُوْنَ بِاللِّسَانِ، وَمَا يُفْسِدُهُ اللِّسَانُ مِنَ الْاَدْيَانِ أَضْعَافٌ مَا تُفْسِدُهُ الْيَدُ۔“[105]

ہوئے ہے۔تو درید بن صمہ نے کہا: یہ سیاہ پگڑی والا زبیر بن عوام (رضی اللہ عنہ) ہے۔یہ شخص تمہارا کام تمام کر دے گا اور تم کو اس جگہ سے نکال کر ہی دم لے گا۔جب سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اس شکست خوردہ گروہ کو اس پہاڑی ٹیلے پر دیکھا تو (اپنے ساتھیوں سے) کہنے لگے: یہ لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ پھر وہ ان کی طرف چل پڑے۔مسلمانوں کی ایک مختصر سی جماعت بھی ان کے ساتھ ہولی۔مقابلہ خوب ہوا۔مجاہدین کی مختصر جماعت نے مشرکین کے اس گروہ میں سے تین سو کافر جہنم واصل کیے۔درید بن صمہ ،جو لڑنے کے قابل نہ تھا فقط اپنی قوم کے ساتھ آیا ہوا تھا۔سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس کا سر کاٹ ڈالا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر پیش خدمت کر دیا۔“ (حوالہ کے لیے دیکھیے فتح الباری :8/24، کتاب المغازی: باب غزوۃ اوطاس، حدیث:4223 کی شرح)

[103] مجموع الفتاوی:254/28

[104] مجموع الفتاوی:414/28

"جنگ دو طرح کی ہوتی ہے :(۱)ہاتھ سے جنگ (۲)زبان سے جنگ .(امام ابن تیمیہ مزید فرماتے ہیں :) کبھی کبھار تو اس میں ہاتھ کا عمل دخل ہوتا ہے ۔(۲) کبھی کبھار اس میں زبان کا دخل ہوتا ہے ۔البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ جو فساد دینوں اور مذہبوں کی طرف سے زبان کے ساتھ پھیلایا جاسکتا ہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے جو ہاتھ کے ساتھ پھیلانا ممکن ہے۔"

ہم نے مذکورۃ الصدر موضوع پر تمام علماء اسلام کے جو اقتباسات نقل کیے ہیں اور واضح کیا ہے کہ اس موقف پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ "جو شخص بھی اپنے قول سے یا اپنے عمل سے مسلمانوں کے خلاف برپا جنگ میں شریک ہو،اس کی سزا اسلام کی رو سے قتل ہے۔" سابقہ گفتگو سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنگ صرف اور صرف ہاتھ اور عمل سے ہی نہیں لڑی جاتی بلکہ جنگ زبان اور قول سے بھی لڑی جاتی ہے۔علاوہ ازیں یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شخص مسلمانوں کے خلاف ہونے والی جنگ میں کافروں کو مدد فراہم کرے گا یا ان کا تعاون کرے گا،اس مدد اور تعاون کرنے والے شخص کا بھی وہی معاملہ ہوگا جو اس جنگ کرنے والے گروہ کا ہوگا ۔وہ مدد اور تعاون چاہے کوئی اپنے ہاتھ سے کرے یا اپنی زبان سے کرے۔دونوں قسم کے لوگوں میں کوئی فرق نہیں سمجھا جائے گا ۔بلکہ یہ بات تجربہ اور مشاہدہ میں آئی ہے کہ کبھی کبھی تو زبان کے تیر ایسے گہرے زخم لگاتے ہیں کہ کمان کے تیر بھی وہ زخم نہیں لگاسکتے بلکہ زبان کے ساتھ لڑی جانے والی جنگ دلوں کی مضبوطی اور استحکام میں زیادہ بڑا کردار ادا کرتی ہے اور دلوں کو قوت اور طاقت بخشتی ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ غزوۂ احد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس بارے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایہ والنہایہ میں غزوۂ احد کا تذکرہ کرتے ہوئے ہند بنت عتبہ کا جو قولی کردار پیش کیا ہے وہ ایک بہت بڑی مثال ہے جنگ احد میں جب مسلمان اور کافر ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے۔دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے بالکل قریب آگئیں تھیں۔عین اس نازک گھڑی میں ہند بنت عتبہ (جو اس وقت حالتِ کفر پر تھیں)دیگر خواتین کے جھرمٹ میں کھڑی ہوئیں۔اپنے ہاتھوں میں دف (ہلکا پھلکا ساز بجانے کا ایک آلہ) پکڑا،مردوں کے پیچھے وہ دف بجاتیں ہوئیں انہیں جنگ پر برانگیختہ کرنے لگیں۔اس وقت ہند نے جو اشعار پڑھے ان میں سے ایک شعر یہ بھی تھا۔

وَيْهَا بِنِيْ عَبْدِ الدَّارِ

[105] الصارم المسلول:358

وَيْهَا حُمَاةَ الأَدبَارِ

(ترجمہ :)

دیکھو! بنی عبدالدَّار
دیکھو! پشت کے پاسدار
خوب کرو شمشیر کا وار

شاہ سے بڑھ کر شاہ کے وفادار:

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ عورت بھی جنگجوؤں میں شامل ہو گی جب وہ اپنے قول سے یا فعل سے جنگجوؤں کا تعاون کرے گی۔ یا وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھار رہی ہو۔ اسی طرح وہ بوڑھا جو اگرچہ اپنے اندر لڑنے کی سکت نہیں رکھتا تھا لیکن وہ اپنی رائے اور مشورہ سے جنگ میں تعاون پیش کرتا ہے وہ بھی قتل کر دیا جائے گا۔ اس بارے درید بن صِمّہ کا واقعہ مشہور و معروف دلیل ہے۔ اسی طرح جب پوپ، پادری، پنڈت، پروہت اور گرو قسم کے لوگ لڑنے والے لوگوں کے ساتھ میل جول قائم رکھے ہوئے ہوں۔ خواہ ان مذہبی پیشواؤں کا میدان میں لڑنے والوں کو صرف زبانی کلامی (رائے اور مشورہ) تعاون ہی حاصل ہو تو ان کا حکم بھی عورتوں اور بوڑھوں کی طرح وہی ہو گا جو لڑنے والوں کا ہے۔

غور کیجیے! جب جنگ میں زبانی تعاون پیش کرنے والی عورتوں، بوڑھوں اور مذہبی پیشواؤں کا یہ معاملہ ہے۔ حالانکہ ان لوگوں کا تعلق ان اقسام سے ہے جن کو شریعت اسلامیہ نے قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ جی ہاں! جب ایسے لوگ بھی رائے اور مشورہ کے ساتھ جنگ میں تعاون کریں تو وہ قتل کر دیے جائیں گے۔ اس سے ہی جان لیجیے کہ ان لوگوں کے بارے میں شریعت اسلامیہ میں کیا حکم ہو گا جو بڑے بڑے طاغوتوں اور کافروں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کرتے ہیں، مسلمانوں کو قتل کرنے پر ابھارتے ہیں، مسلمانوں کے خلاف کتابیں تصنیف کرتے ہیں، لمبے مقالات احاطۂ تحریر میں لاتے ہیں، بڑی بڑی تقریبات کا انعقاد کرتے ہیں اور بڑے بڑے عوامی اجتماع اور جلسے منعقد کرتے ہیں، ان کا معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوتا بلکہ جب بھی مسلمانوں کے خلاف دنیا کے بڑے طاغوتوں کا حملہ اور اٹیک ذرا سرد پڑتا ہے تو یہ "شاہ سے بڑھ کر شاہ کے وفادار" اس جلتی پر تیل چھڑک کر آگ کو مزید بھڑکا دیتے ہیں۔

عوام الناس کو گمراہ کرنے والے مشائخ، جرائم پیشہ مصنفین اور ہر دستر خوان کی رونق بننے والے شعراء کا ہو بہو یہی گھناؤنا کردار ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ان کا جرم یہ ہے کہ بذات خود عملاً مسلمانوں کے خلاف بھڑکائی ہوئی جنگ میں شرکت اختیار کرتے ہیں۔ یہ سب لوگ دراصل ایک ہی گروہ ہے۔ یہ سب لوگ دراصل اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کے خلاف برسر پیکار ہیں۔ ان کو قتل کرنا اور اچانک چھاپہ مار کاروائی سے ان کو ختم کرنا جائز ہے، بلکہ بعض حالات میں تو واجب ہے۔ خاص طور پر ایسے شخص کے لیے یہ کاروائی تو بہت ضروری ہے جو مسلمانوں کے لیے درد سر بنا ہوا ہو۔ اس بارے شریعت اسلامیہ سے چند مثالیں اور دلائل ذکر کیے جاتے ہیں:

پہلی مثال: دشمن رسول ابورافع یہودی کا قتل:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "الجامع الصحیح" میں درج ذیل واقعہ نقل کیا ہے۔ یہ مثال ایک بہت بڑے اسلام دشمن اور رسول دشمن ابورافع یہودی کے بارے میں ہے۔ وہ رسول اکرم ﷺ سے خوب خوب دشمنی رکھتا تھا اور بقیہ لوگوں کو بھی رسول اللہ ﷺ سے دشمنی کرنے پر ابھارتا تھا۔ صحیح بخاری میں اس بارے میں جو واقعہ ہے، سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ اس کو یوں بیان فرماتے ہیں:

بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أَبِيْ رَافِعِ الْيَهُوْدِيِّ رِجَالًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَتِيْكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَانَ أَبُوْرَافِعٍ يُؤْذِيْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُعِيْنُ عَلَيهِ وَكَانَ فِي حِصْنٍ لَّهُ بِأَرْضِ الْحِجَازِ، فَلَمَّا دَنُوْا مِنْهُ وَقَدْ غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَرَاحَ النَّاسُ بِسَرْحِهِمْ فَقَالَ عَبْدُاللهِ لِأَصْحَابِه: اِجْلِسُوْا مَكَانَكُمْ فَإِنِّيْ مُنْطَلِقٌ وَمُتَلَطِّفٌ لِلْبَوَّابِ لَعَلِّيْ أَنْ أَدْخُلَ، فَأَقْبَلَ حَتّٰى دَنَا مِنَ الْبَابِ ثُمَّ تَقَنَّعَ بِثَوْبِهٖ كَأَنَّهُ يَقْضِيْ حَاجَةً وَقَدْ دَخَلَ النَّاسُ، فَهَتَفَ بِهِ الْبَوَّابُ: يَا عَبْدَ اللهِ إِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ أَنْ تَدْخُلَ فَادْخُلْ فَإِنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ أُغْلِقَ الْبَابَ، فَدَخَلْتُ فَكَمَنْتُ۔

فَلَمَّا دَخَلَ النَّاسُ أَغْلَقَ الْبَابَ ثُمَّ عَلَّقَ الْأَغَالِيْقَ عَلٰى وَتِدٍ، قَالَ: فَقُمْتُ إِلَى الْأَقَالِيْدِ فَأَخَذْتُهَا فَفَتَحْتُ الْبَابَ، وَكَانَ أَبُوْ رَافِعٍ يُسْمَرُ عِنْدَهُ وَكَانَ فِيْ عَلَالِيَّ لَهُ، فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْهُ أَهْلُ سَمَرِهِ صَعِدْتُ إِلَيْهِ فَجَعَلْتُ كُلَّمَا فَتَحْتُ بَابًا أَغْلَقْتُ عَلَيَّ مِنْ دَاخِلٍ، قُلْتُ: إِنِ الْقَوْمُ نَذِرُوْا بِيْ لَمْ يَخْلُصُوْا إِلَيَّ حَتّٰى أَقْتُلَهُ، فَانْتَهَيْتُ إِلَيهِ فَإِذَا

هُوَفِيْ بَيْتٍ مُظْلِمٍ وَسطَ عِيَالِهِ لَا أَدْرِيْ أَيْنَ هُوَمِنَ الْبَيْتِ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا رَافِعٍ! فَقَالَ: مَنْ هٰذَا؟ فَأَهْوَيْتُ نَحْوَ الصُّوْتِ فَأَضْرِبُهُ ضَرْبَةً أَثْخَنْتُهُ: وَلَمْ أَقْتُلُه، ثُمَّ وَضَعْتُ ظُبَةَ السَّيْفِ فِيْ بَطْنِهِ حَتّٰى أَخَذَ فِيْ ظَهْرِهٖ فَعَرَفْتُ أَنِّيْ قَتَلْتُهُ۔ فَجَعَلْتُ أَفْتَحُ الْأَبْوَابَ بَابًا بَابًا حَتّٰى انْتَهَيْتُ إِلٰى دَرَجَةٍ لَهُ فَوَضَعْتُ رِجْلِيْ وَأَنَا أُرٰى أَنِّيْ قَدِ انْتَهَيْتَ إِلَى الْأَرْضِ فَوَقَعْتُ فِيْ لَيْلَةٍ مُقْمِرَةٍ فَانْكَسَرَتْ سَاقِيْ فَعَصَبْتُهَا بِعِمَامَةٍ ثُمَّ انْطَلَقتُ حَتّٰى جَلَسْتُ عَلَى الْبَابِ، فَقُلْتُ: لَا أَخْرُجُ اللَّيْلَةَ حَتّٰى أَعْلَمَ أَقْتَلْتُهُ، فَلَمَّا صَاحَ الدِّيْكُ قَامَ النَّاعِيْ عَلَى السُّوْرِ فَقَالَ: أَنْعِيْ أَبَا رَافِعٍ تَاجِرَ أَهْلِ الْحِجَازِ فَانْطَلَقْتُ إِلٰى أَصْحَابِيْ فَقُلْتُ: النَّجَاءَ فَقَدْ قَتَلَ اللهُ أَبَا رَافِعٍ فَانْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ: ((أُبْسُطْ رِجْلَكَ)) فَبَسَطْتُّ رِجْلِي فَمَسَحَهَا فَكَأَنَّمَا لَمْ أَشْتَكِهَا قَطُّ))[106]

"رسول اللہ ﷺ نے ابورافع یہودی (کے قتل) کے لیے چند انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور سیدنا عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ ابورافع یہودی رسول اکرم ﷺ کو تنگ کیا کرتا تھا اور آپ ﷺ کے دشمنوں کی مدد کیا کرتا تھا۔ سرزمین حجاز میں اس کا ایک قلعہ تھا اور وہیں سکونت پذیر تھا۔ جب وہ اس قلعے کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ لوگ اپنے مویشی لے کر (اپنے گھروں کو) واپس ہو چکے تھے۔ سیدنا عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم لوگ یہیں ٹھہرے رہو! میں (اس قلعہ پر) جارہا ہوں اور دربان پر کوئی تدبیر کروں گا۔ تاکہ میں اندر جانے میں کامیاب ہو جاؤں۔ چنانچہ وہ (قلعہ کے پاس) آئے اور دروازے کے قریب پہنچ کر انھوں نے خود کو اپنے کپڑوں میں اس طرح چھپالیا جیسے کوئی قضائے حاجت کر رہا ہو۔ قلعہ کے تمام آدمی اندر داخل ہو چکے تھے۔ دربان نے آواز دی۔ اے اللہ کے بندے! اگر اندر آنا ہے تو جلدی آجا۔ میں اب دروازہ بند کر دوں گا۔ (سیدنا عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے کہا:) چنانچہ میں بھی اندر چلا گیا اور چھپ کر اس کی حرکات وسکنات دیکھنے لگا۔

جب سب لوگ اندر آگئے تو اس نے دروازہ بند کیا اور کنجیوں کا گچھا ایک کھونٹی پر لٹکا دیا۔ سیدنا عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اب میں ان کنجیوں کی طرف بڑھا اور انہیں اٹھالیا۔ پھر میں نے قلعہ کا دروازہ کھول لیا۔ ابورافع کے پاس رات کے وقت داستانیں بیان کی جارہی تھیں۔ اور وہ اپنے خاص بالاخانہ میں تھا۔ جب رات کے وقت قصہ گوئی کرنے والے (داستان گو) اس کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے تو میں اس کے مخصوص کمرے

[106] صحیح البخاری=کتاب المغازی: باب قتل أبی رافع عبد اللہ بن ابی الحقیق ویقال: سلام بن ابی الحقیق کان بخیبر ویقال: فی حصن لہ بأرض الحجاز، الحدیث: 4039

(Specific Room) کی طرف بڑھنے لگا۔اس تک پہنچنے کے لیے اس دوران میں جتنے دروازے کھولتا تھا انہیں اندر سے بند کر تا جاتا تھا۔میرا مطلب یہ تھا کہ اگر قلعے والوں کو میرے متعلق علم ہو بھی جائے تو اس وقت تک یہ لوگ میرے پاس نہ پہنچ سکیں جب تک میں اسے قتل نہ کر لوں۔آخر میں اس کے قریب پہنچ ہی گیا۔اس وقت وہ ایک تاریک کمرے میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ (سورہا) تھا۔مجھے کچھ اندازہ نہ ہو سکا کہ وہ کہاں ہے؟اس لیے میں نے آواز دی:ابورافع!وہ بولا کون ہے؟اب میں نے آواز کی طرف بڑھ کر تلوار کی ایک ضرب لگائی۔اس وقت میرا دل دھک دھک کر رہا تھا،یہی وجہ ہوئی کہ میں اس کا کام تمام نہیں کر سکا۔جب وہ چیخا تو میں کمرے سے باہر نکل آیااور تھوڑی دیر تک باہر ہی ٹھہرا رہا۔پھر دوسری مرتبہ اندر گیا۔میں نے پھر آواز بدل کر پوچھا:ابورافع یہ آواز کیسی تھی؟وہ بولا تیری ماں غارت ہو۔ابھی ابھی مجھ پر کسی نے تلوار سے حملہ کیا ہے۔(سیدنا عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:)میں نے پھر (آواز کی طرف بڑھ کر) تلوار کی ایک ضرب لگائی۔اگرچہ میں اس کو خوب لہولہان تو کر چکا تھا مگر وہ ابھی مرا نہیں تھا۔اس لیے میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر دبائی جو اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی۔مجھے اب یقین ہو گیا کہ میں اسے قتل کر چکا ہوں۔

چنانچہ میں نے ایک ایک کر کے دروازے کھولنے شروع کیے۔بالآخر ایک زینے پر پہنچا۔میں یہ سمجھا کہ میں زمین پر پہنچ چکا ہوں،(لیکن میں ابھی میں پہنچا ہی نہ تھا)اس لیے میں اس پر پاؤں رکھ دیااور نیچے گر پڑا۔چاندنی رات تھی۔اس طرح گر پڑنے سے میری پنڈلی زخمی ہو گئی۔میں نے اس کو اپنی پگڑی سے باندھ لیا اور آخر دروازے پر بیٹھ گیا۔میں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک یہ معلوم نہ کرلوں کہ آیا میں اسے قتل کر چکا ہوں یا نہیں؟جب مرغ نے اذان دی تو اسی وقت قلعہ کی فصیل (دیوار) پر ایک آواز دینے والے نے کھڑے ہو کر آواز دی:لوگو!میں اہل حجاز کے تاجر ابورافع کی موت کا اعلان کرتا ہوں۔تب میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان سے کہا چلنے کی جلدی کرو۔اللہ تعالیٰ نے ابورافع کو (میرے ہاتھوں) قتل کرا دیا ہے۔

پھر میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو ابورافع کے قتل کی اطلاع دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنا پاؤ آگے کرو۔" میں نے اپنا پاؤں آگے کیا تو آپ ﷺ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا میرا پاؤں فوراً اتنا اچھا ہو گیا جیسے کبھی اس میں مجھ کو تکلیف ہوئی ہی نہ تھی"[107]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ابورافع یہودی کے قتل کے بارے میں مذکورہ بالا حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ایسے لوگوں پر اچانک چھاپہ مار کاروائی کی جاسکتی ہے۔ جس سے مسلمانوں کو انتہائی درجہ کی اذیتیں لاحق ہو رہی ہوں۔[108]

دوسری مثال: یہودی طاغوت کعب بن اشرف کا قتل:

اسی طرح کی ایک مثال کعب بن اشرف یہودی طاغوت کے قتل کی بھی ہے۔ یہ شخص بھی عوام الناس کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ پر ابھارتا اور برانگیختہ کیا کرتا تھا۔ اس پر مسلمانوں کی طرف سے قاتلانہ کاروائی کی مفصل روداد سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ؟ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللهَ وَرَسُوْلَهُ» فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمَةَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ قَالَ: «نَعَمْ» قَالَ فَأْذَنْ لِي أَنْ أَقُوْلَ شَيْئًا۔ قَالَ: «قُلْ» فَأَتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا صَدَقَةً وَإِنَّهُ قَدْ عَنَّانَا وَقَدْ إِنِّي قَدْ أَتَيْتُكَ أَسْتَسْلِفُكَ، قَالَ: وَأَيْضًا وَاللهِ لَتَمَلُّنَّهُ قَالَ: إِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَدَعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى أَيِّ شَيْءٍ يَصِيْرُ شَأْنُهُ، وَقَدْ أَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسَقًا أَوْ وَسْقَيْنِ۔

(وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو غَيْرَ مَرَّةٍ فَلَمْ يَذْكُرْ: وَسَقًا أَوْ وَسَقَيْنِ۔ فَقُلْتُ لَهُ: فِيهِ وَسَقًا أَوْ وَسَقَيْنِ؟ فَقَالَ: أُرٰى فِيْهِ: وَسَقًا أَوْ وَسَقَيْنِ)

---

107 امام بیہقی فرماتے ہیں: ایک دوسری حدیث میں ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے اس پر وار کیا تھا۔ لیکن کام تمام کرنے والے سیدنا عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ ابورافع کے قتل کے موضوع پر جتنی بھی روایات ہیں سب میں یہ بات مشترک ہے کہ اس کو موت کے گھاٹ اتارنے کا سہرہ بہر حال سیدنا عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کے سر ہی ہے۔ یہ بات بھی تمام روایات میں مشترک ہے کہ گرنے سے جن کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی وہ بھی سیدنا عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ (حوالہ کے لیے دیکھیے السنن الکبری للبیہقی=کتاب السیر: باب قتل النساء والصبیان فی التبییت والغارۃ من غیر قصد وما ورد فی اباحۃ التبییت: الحدیث: 18101) (128/9)۔

108 فتح الباری: 345/7

۔۔۔فَقَالَ نَعَمْ ۔ اِرْهَنُونِی ۔ قَالُوا: ایَّ شَیْئٍ تُرِیْدُ؟ قَالَ : اَرْهَنُوْنِیْ نِسَاءَ کُم۔ قَالُوْا کَیْفَ نَرْهَنُكَ أَبْنَاءَ نَا فَیُسَبُّ أَحَدُهُمْ ۔ فَیُقَالُ : رُهِنَ بِوَسَقٍ أَوْ وَسْقَیْنِ؟ هَذَا عَارٌ عَلَیْنَا۔ وَلٰکِنَّا نَرْهَنُكَ "اللَّامَةَ" (قَالَ سُفْیَانُ : یَعْنِی السَّلَاحَ)

فَوَاعَدَهُ أَنْ یَّاتِیْهِ ۔ لَیْلًا وَ مَعَهُ اَبُوْ نَائِلَةَ وَهُوَ أَخُو کَعْبٍ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَدَعَاهُمْ اِلَی الْحِصْنِ فَنَزَلَ اِلَیْهِمْ فَقَالَتْ لَهُ اِمْرَأَتُهُ : أَیْنَ تَخْرُجُ هَذِهِ السَّاعَةَ؟ فَقَالَ : اِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَ أَخِیْ أَبُوْ نَائِلَةَ۔

وَقَالَ غَیْرُ عَمْرٍو : قَالَتْ : اَسْمَعُ صَوْتًا کَأَنَّهُ یَقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ۔ قَالَ أَخِیْ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَ رَضِیْعِی أَبُوْ نَائِلَةَ۔

۔۔۔اِنَّ الْکَرِیْمَ اِذَا دُعِیَ اِلٰی طَعْنَةٍ بِلَیْلٍ لَأَجَابَ ۔ قَالَ وَیَدْخِلُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ مَعَهُ رَجُلَیْنِ ۔ قِیْلَ لِسُفْیَانَ: سَمَّاهُمْ عَمْرٌو؟ قَالَ سَمّٰی بَعْضُهُمْ۔ قَالَ عَمْرٌو: جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَیْنِ وَ قَالَ غَیْرُ عَمْرٍو : ابوعَبَسَ بْنُ جَبْرٍ وَالْحَارِثُ ابْنُ أَوْسٍ وَ عَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ ۔ قَالَ عَمْرٌو: جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَیْنِ فَقَالَ : اِذَا مَا جَاءَ فَاِنِّیْ قَائِلٌ بِشَعْرِهٖ فَأَشُمُّهُ فَاِذَا رَأَیْتُمُوْنِی اسْتَمْکَنْتُ مِنْ رَأْسِهٖ فَدُوْنَکُمْ فَاضْرِبُوْهُ۔ وَقَالَ مَرَّةً ثُمَّ أُشِمُّکُمْ۔

فَنَزَلَ اِلَیْهِمْ مُتَوَشِّحًا وَهُوَ یَنْفَحُ مِنْهُ رِیْحُ الطِّیْبِ۔ فَقَالَ مَا رَأَیْتُ کَالْیَوْمِ رِیْحًا أَیْ أَطْیَبَ۔ وَقَالَ غَیْرُ عَمْرٍو : قَالَ عِنْدِیْ أَعْطَرُ نِسَاءِ الْعَرَبِ وَأَکْمَلُ الْعَرَبِ۔ قَالَ عَمْرٌو: فَقَالَ أَتَاذَنُ لِیْ أَنْ أَشُمَّ رَأْسَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ فَلَمَّا اسْتَمْکَنَ مِنْهُ قَالَ دُوْنَکُمْ فَقَتَلُوْهُ۔ ثُمَّ اَتَوُا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوْهُ) [109]

"رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا؟ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو بہت زیادہ ستا رہا ہے۔" اس پر سیدنا محمد بن مسلمہ انصاری کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر ڈالوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں مجھے یہ پسند ہے۔ انہوں نے عرض کیا: کیا آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں گے کہ بقدر ضرورت اس سے جو مناسب سمجھوں بات کرلوں؟ (خواہ ظاہراً وہ بری اور ناجائز ہی ہو) آپ ﷺ نے فرمایا: اجازت ہے۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور اس سے کہا: یہ شخص (اشارہ رسول اکرم ﷺ کی جانب تھا) ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے اور اس نے ہمیں مشقت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اس لیے میں تم سے قرض لینے آیا

---

[109] صحیح البخاری=کتاب المغازی: باب قتل کعب بن الأشرف، الحدیث: 4037، و کتاب الجهاد: باب الکذب فی الحرب، الحدیث: 3031 و باب الفتك بأهل الحرب، الحدیث: 3032، صحیح مسلم=کتاب الجهاد: باب قتل کعب بن الاشرف طاغوت الیهود، الحدیث: 1801

ہوں ۔اس پر کعب بن اشرف بولا اور کہنے لگا:ابھی آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا۔اللہ کی قسم !تم بالکل اکتاجاؤ گے۔سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا:چونکہ اب ہم نے اس کی اطاعت کرلی ہے۔اس لیے جب تک یہ معاملہ کھل نہ جائے کہ ان کا انجام کیاہوتاہے۔انہیں چھوڑنا بھی مناسب نہیں۔میں تم سے ایک وسق (ایک وسق ساٹھ(۶۰)صاع کے برابر ہوتاہے جو تقریباً ایک سو تیس کلو کے برابر بنتاہے) یا(راوی نے بیان کیا کہ)دووسق غلّہ بطور قرض لینے آیاہوں۔

حدیث کے ایک راوی سفیان کہتے ہیں:ہم سے حدیث کے ایک راوی عمرو بن دینار نے یہ حدیث کئی مرتبہ بیان کی۔لیکن ایک وسق یا دووسق غلے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔میں نے ان سے پوچھا۔کیا حدیث میں ایک وسق یا دووسق غلے کا بھی ذکر ہے ؟انھوں نے کہا!میرا بھی خیال ہے کہ حدیث میں ایک وسق یادووسق کاذکر آیاہے)

کعب بن اشرف نے کہا:ہاں! میرے پاس کوئی چیز گروی رکھ دو۔محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا:کونسی چیز تم گروی چاہتے ہو؟کعب بن اشرف نے کہا:اپنی عورتوں کو گروی رکھ دو۔سیدنا مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا:تم عرب کے نہایت خوبصورت مرد ہو،ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں کل کلاں انہیں اسی بات پر گالیاں اور طعنے دیے جائیں گے کہ یہ تو وہی ہے نا کہ جسے ایک وسق یادووسق غلّے کے بدلے گروی رکھا گیا تھا۔یہ تو ہمارے لیے بہت بڑی ذلت ہوگی۔البتہ ہم تمہارے پاس اپنے "لائمہ "گروی رکھ دیتے ہیں (حدیث کے ایک راوی سفیان کہتے ہیں:لائمہ سے مراد ہتھیار اور اسلحہ تھا۔)

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ ملاقات(Meeting)کرنے کا وعدہ کیا۔(کچھ دنوں کے بعد)وہ رات کے وقت کعب بن اشرف کے پاس آئے۔ان کے ساتھ ابونائلہ رضی اللہ عنہ بھی تھے اور وہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے۔پھر اس کے قلعہ کے پاس جاکر انھوں نے آواز دی۔وہ باہر آنے لگا تو اس کی بیوی نے کہا:اس وقت (اتنی رات گئے)باہر کہاں جارہے ہو؟کعب بن اشرف نے کہا:باہر محمد بن مسلمہ اور میرے رضاعی بھائی ابونائلہ ہیں۔

ویسے بھی ایک بہادر، معزز اور شریف آدمی کو اگر رات کے وقت نیزہ بازی کے لیے بلایا جائے تو وہ نکل پڑتا ہے ۔ عمرو بن دنیار نے بیان کیا کہ جب سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اندر گئے تو ان کے ساتھ دو آدمی اور تھے ۔ سفیان سے پوچھا گیا: کیا عمرو بن دینار نے ان کے نام بھی لیے تھے ؟ انھوں نے بتایا کہ عمرو بن دینار نے بعض کا نام لیا تھا۔ عمرو بن دینار کے علاوہ دوسرے راوی سفیان بن عیینہ نے ابو عبس بن جبر، حارث بن اوس اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہم اپنے ساتھ دو آدمی اور لائے تھے ۔ اور انہیں یہ ہدایت کی تھی کہ جب کعب ہماری طرف آئے گا تو میں اس کے بال اپنے ہاتھوں میں لے لوں گا اور انہیں سونگھوں گا۔۔ جب تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ میں نے اس کا سر پوری طرح اپنے قبضے میں لے لیا ہے تو پھر تم تیار ہو جانا اور اسے قتل کر ڈالنا۔ عمرو بن دنیار نے ایک دفعہ یہ بیان کیا کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر میں اس کا سر تمہیں بھی سنگھاؤں گا۔

بالآخر کعب بن اشرف چادر لپیٹے ہوئے باہر آیا۔ اس کے سر سے خوشبو پھوٹ رہی تھی ۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آج سے زیادہ عمدہ خوشبو میں نے پہلے کبھی نہیں سونگھی ۔ عمرو کے سوا دوسرے راوی سفیان بن عیینہ نے بیان کیا: کعب بن اشرف اس بات پر بولا: میرے پاس عرب کی وہ عورت ہے جو ہر وقت عطر میں بسی رہتی ہے اور حسن وجمال میں بھی اس کا کوئی نظیر نہیں ۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں: محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تمہارے سر کو سونگھنے کی مجھے اجازت ہے ؟ اس نے کہا سونگھ سکتے ہو ۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کعب بن اشرف کا سر سونگھا اور ان کے بعد ان کے ساتھیوں نے بھی سونگھا ۔ پھر دوسری دفعہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے سر کو سونگھنے کی اجازت مانگی ۔ اس نے دوسری دفعہ بھی اجازت دے دی ۔ پھر جب محمد بن مسلمہ نے پوری طرح اسے اپنے قبضہ میں کر لیا تو اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ انھوں نے اسے قتل کر دیا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اس کامیاب قاتلانہ کاروائی کی اطلاع دی ۔[110]

---

[110] کعب بن اشرف ایک مالدار یہودی سردار تھا۔ یہ بد طینت اور شیطان صفت انسان لوگوں کو خاص طور پر قریش مکہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے پر ابھارتا اور برانگیختہ کیا کرتا تھا۔ ہمیشہ اس ٹوہ میں لگا رہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح دھوکے سے پیغمبر آخر الزمان جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرادے ۔ فتح الباری میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ اس نے اس غرضِ فاسد کے تحت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دعوت پر بھی مدعو کیا تھا مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے جبریل علیہ السلام کے ذریعہ بروقت آگاہ کر دیا اور آپ بال بال بچ گئے ۔

کعب بن اشرف کی ان حرکات سیّئہ کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کروانے کا خیال ظاہر کیا۔ جس پر محمد مسلمہ رضی اللہ عنہ نے آمادگی ظاہر کی ۔ کعب بن اشرف کی سرکوبی اور اس پر قاتلانہ حملہ کرنے والے گروہ کے امیر سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تھے ۔ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ تو کر لیا مگر کئی دن اس کی پروگرامنگ (programming) کے بارے میں فکر مند رہے ۔

ایک دن اپنے گہرے دوست اور صحابی رسول سیدنا ابونائلہ کے گھر آئے ۔ وہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے ۔ بعد ازاں انھوں نے عباد بن بشر، حارث بن اوس، اور ابو عبس بن جبر رضی اللہ عنہم کو بھی پروگرامنگ اور مشاورت میں شامل کیا۔ پھر یہ سب کے سب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس حاضر ہوئے اور عرض کیا: ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم بقدر ضرورت اور بوقت ضرورت آپ کے بارے (فقط

تیسری مثال: فتح مکہ کے روز کچھ مجرموں کا خونِ رائیگاں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ کو کفار ومشرکین کے ہاتھوں آزاد کرایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اہل مکہ کے لیے آزادی کا پروانہ جاری کر دیا۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس سے پہلے مسلمانوں کو بہت پریشان کر رکھا تھا۔ خواہ وہ اپنے عمل اور کردار سے پریشان کر رہے تھے یا اپنے قول اور گفتار سے پریشان کر رہے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز تصنیف فتح الباری شرح صحیح البخاری میں، مشہور مؤرخ اسلام علامہ ابن ہشام نے اپنی معروف تالیف "سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کامل" میں اور دورِ حاضر کے عظیم مصنف فضیلۃ الشیخ صفی الرحمن مبارک پوری نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر اپنی عالمی شہرت یافتہ کتاب "الرحیق المختوم" میں ان افراد کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ مختلف کتب تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے روز عام معافی کے اعلان کے باوجود جن کا خون رائیگاں قرار دیا گیا تھا وہ کل تیرہ افراد تھے۔ جن میں سے ۹ مرد اور ۴ عورتیں تھیں اور وہ درج ذیل تھے:

1. ......عبدالعزّٰی بن خطل
2. ......حارث بن نفیل: تاریخ میں شاید ان کا یہ دوسرا نام "حویرث بن نقید بن وہب بن عبد بن قصی" مذکور ہے۔ کیونکہ دونوں قسم کے ناموں کے تحت ذکر کردہ جرم اور کیفیت وسزا ایک جیسی مذکور ہے۔
3. ......مقیس بن صبابہ کنانی
4. ......حارث بن طلاطل خزاعی
5. ......عبدالعُزّٰی بن خطل کی دو لونڈیوں میں سے ایک، جس کا نام ارنب اور غالبًا اس کی کنیت ام سعد تھی۔
6. ......عبداللہ بن سعد ابی سرح (رضی اللہ عنہ)
7. ......عکرمہ بن ابی جہل (رضی اللہ عنہ)
8. ......ہبار بن اسود (رضی اللہ عنہ)
9. ......کعب بن زہیر (رضی اللہ عنہ)

حیلہ سازی کے لیے) کوئی ناپسندیدہ کلمات کہہ سکیں۔ جو موقع محل کے لحاظ سے ہم مناسب سمجھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس چیز کی اجازت مرحمت فرمائی۔ رات کے وقت جب یہ لوگ مدینہ منورہ سے کاروائی کرنے کے لیے روانہ ہوئے تو سید الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین نے بنفس نفیس ان کو جنت البقیع (اصل نام بقیع الغرقد) تک آکر الوداع کیا۔ یہ سن تین ہجری تھا۔ ربیع الاوّل کا مہینہ تھا۔ چاندنی رات تھی۔ مجاہدین کی اس مختصر سی چھاپہ مار گوریلا ٹیم کو رخصت کرتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جاؤ! اللہ تمہاری مدد کرے۔"

⑩......وحشی بن حرب (رضی اللہ عنہ)

⑪......ہند بن عتبہ (رضی اللہ عنہا)

⑫......عبد العزّیٰ بن خطل کی لونڈیوں میں سے، یہ مسلمان ہو گئی تھی۔

⑬......بنی عبد المطلب میں سے کسی شخص کی ایک لونڈی جس کا نام "سارہ" یا "ام سارہ" تھا۔

مذکورہ بالا فہرست میں سے اوّل الذکر پہلے پانچ تو اس اعلان کے مطابق قتل کر دیے گئے۔ چاہے ان میں سے کوئی کعبہ کے پردوں کے ساتھ بھی لٹکا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گستاخیاں اور آپ کو اذیتیں ان کی طرف سے انتہاء کو پہنچی ہوئی تھیں۔ گویا اپنے قول اور فعل سے پریشان کرتے تھے۔ جبکہ پہلے پانچ کے بعد بقیہ آٹھ افراد کا جرم قدرے کم تھا۔ انہوں نے اپنے جرائم سے توبہ کی، معافی کی خواہستگار ہوئے اسلام قبول کیا اور اسلام میں رہتے ہوئے اچھا کردار اور رویہ پیش کیا۔ لہٰذا ان کو معاف کر دیا گیا۔[111]

کفار کے معاونین: کالم نگاروں، شعراء، مولویوں اور فوجی اہلکاروں کا حکم:

مذکورہ بالا تمام مثالوں، دلیلوں اور واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ بات کہتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو اسلام کے خلاف اور مسلمانوں کے خلاف ہونے والی جنگ میں اپنے قول یا اپنے فعل سے شریک ہو گا، مجاہدین اسلام کے خلاف اپنے ہاتھ یا زبان سے کافروں کی مدد کرے گا وہ کافر اور مرتد ہے۔ ایسے شخص کو قتل کرنا ہر اس شخص پر واجب ہے جس کے پاس اس کام کی استطاعت موجود ہے۔

اس بارے میں وہ تمام افراد برابر ہیں جنھوں نے مسلمانوں کے ناک میں دم کر رکھا ہے اور جینا دوبھر کیا ہوا ہے۔

- چاہے وہ بڑے بڑے حکمران اور لیڈر ہوں۔
- چاہے حکمرانوں کے وزیر اور مشیر ہوں۔
- چاہے ان کی حمایت میں آرٹیکلز (Articles) لکھنے والے کالم نگار ہوں۔

---

[111] فتح الباری: 40/6160۔ زادالمعاد: 3/411 ۔ سیرۃ النبی کامل لابن ھشام: 2/458۔ الرحیق المختوم: 655

- چاہے وہ شُیُوْخُ الضَّلَالَۃ (گمراہ کرنے والے مولوی) ہوں جو مسلمانوں کے خلاف برپا جنگ میں عام لوگوں کو کافروں کا ساتھ دینے کی دعوت اور تبلیغ کرتے ہوں۔
- چاہے وہ افواج اور انتظامیہ سے تعلق رکھنے والے عام فوجی اور اہلکار ہوں۔
- چاہے وہ کافروں کے لیے اپنا قولی اور فعلی تعاون کرنے والے مفسرین، شعراء مفکرین، اخبار نویس اور اخباری رپورٹر ہوں۔
- چاہے کافروں کو اپنا جانی اور مالی تعاون پیش کرنے والے اسلام دشمن عناصر ہوں۔ الغرض یہ تمام لوگ درحقیقت ایک گروہ اور جماعت ہیں، کفر وارتداد کے احکام اور جنگ وقتال کے معاملہ میں ان سب کا ایک ہی حکم ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ وضاحت فرماتے ہیں:

”وَكَذَالِكَ الْأَثَرُ الْمَرْوِيُّ «إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قِيْلَ: أَيْنَ الظَّلَمَةُ وَأَعْوَانُهُمْ؟ أَوْ قَالَ: وَأَشْبَاهُهُمْ؟ فَيُجْمَعُوْنَ فِيْ تَوَابِيْتَ مِنْ نَارٍ ثُمَّ يُقْذَفُ بِهِمْ فِي النَّارِ» وَقَدْ قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ السَّلَفِ: «أَعْوَانُ الظَّلَمَةِ مَنْ أَعَانَهُمْ، وَلَوْ أَنَّهُ لَاقَ لَهُمْ دَوَاةً، أَوْ بَرَى لَهُمْ قَلَمًا، وَمِنْهُمْ مَنْ كَانَ يَقُوْلُ: ''بَلْ مَنْ يَّغْسِلُ ثِيَابَهُمْ مِنْ أَعْوَانِهِمْ، وَأَعْوَانُهُمْ هُمْ مِنْ أَزْوَاجِهِمْ الْمَذْكُوْرِيْنَ فِي الْآيَةِ، فَإِنَّ الْمُعِيْنَ عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى مِنْ أَهْلِ ذَالِكَ، وَالْمُعِيْنُ عَلَى الْإِثْمِ وَالعُدْوَانِ مِنْ أَهْلِ ذٰلِكَ، قَالَ تَعَالٰى: ﴿مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّه، نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا وَكَانَ اللهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا﴾ وَالشَّافِعُ الَّذِيْ يُعِيْنُ غَيْرَهُ فَيَصِيْرُ مَعَهُ شَفَعًا بَعْدَ أَنْ كَانَ وِتْرًا، وَلِهٰذَا فُسِّرَتْ الشَّفَاعَةُ الْحَسَنَةُ بِإِعَانَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الجِهَادِ، وَالشَّفَاعَةُ السَّيِّئَةُ بِإِعَانَةِ الْكُفَّارِ عَلٰى قِتَالِ الْمُؤْمِنِيْنَ كَمَا ذَكَرَ ذَلِكَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَأَبِيْ سُلَيْمَانَ۔“ [112]

”جب قیامت کا دن ہوگا آواز دی جائے گی: ظالم وجابر اور ان کے مددگار ومعاون کہاں ہیں؟ انہیں آگ کے صندوقوں میں جمع کردیا جائے گا۔ پھر ان سب کو جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ اسی وجہ سے سلف صالحین میں سے بہت زیادہ افراد کا یہ موقف ہے کہ: ظالموں اور جابروں کے مددگاران لوگوں کے حکم ہی میں

[112] مجموع الفتاوی: 7/64

شامل ہیں جن کا وہ تعاون کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ ظالموں کے لیے محض دوا دارو اور علاج معالجہ کا ہی بندوبست کریں یا محض ان کو قلم تراش کر ہی پیش کریں۔“

بعض سلف نے تو یہاں تک کہا ہے کہ: ظالموں کے کپڑے دھونے والا بھی ان کے ساتھ ہو گا۔ جس جس میدان میں کوئی کسی کو تعاون پیش کرتا ہے وہ اس میدان میں اصل ذمہ دار کے گناہ یا ثواب میں برابر کا شریک ہوتا ہے ۔اگر کوئی کسی کا نیکی اور تقوٰی کے معاملات میں تعاون کرتا ہے تو وہ اس نیکی اور تقوٰی میں ثواب میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔اسی طرح اگر کوئی گناہ اور زیادتی کے معاملات میں کسی کا تعاون کرتا ہے تو وہ اس گناہ اور زیادتی کی سزا میں برابر شریک ہوتا ہے۔اسی بات کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی فرمایا ہے:[113]

نیز اللہ تعالیٰ سورۃ النساء کی آیت:۸۵ میں فرماتے ہیں:”جو شخص کسی نیکی یا بھلے کام کی سفارش کرے اسے بھی اس(نیکی اور بھلے کام کے اجر)کا کچھ حصہ ملے گا اور جو برائی اور بدی میں سفارش کرے اس کے لیے بھی اس (برائی اور بدی کے گناہ اور سزا)میں ایک حصہ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔“

عربی زبان میں ایک لفظ ”الشفع“ ہے اور ایک لفظ ”الوتر“ ہے۔طاق عدد کو ”الوتر“ کہتے ہیں جبکہ جفت عدد کو ”الشفع“ کہتے ہیں۔”الشافع“(سفارشی)وہ ہوتا ہے کہ جو کسی کی سفارش کر کے اس کی معاونت اور مدد کرتا ہے تو وہ اس کے ساتھ مل کر شفع(یعنی ڈبل)ہو جاتا ہے جبکہ سفارش سے پہلے وہ ”وتر“(یعنی سنگل)ہوتا ہے۔
یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں مذکورہ سورۃ النساء کی آیت:۸۵ میں جو (شَفَاعَةً حَسَنَةً)کا تذکرہ آیا ہے ۔مفسرین کرام نے اس سے ”مومنوں کی جہاد پر مدد“کرنا مراد لیا ہے۔اسی آیت کریمہ میں جو (شَفَاعَةً سَيِّئَةً)کا تذکرہ آیا ہے اہل تفسیر نے اس سے مومنوں کے خلاف جنگ میں کافروں کی مدد کرنا“مراد لیا ہے ۔امام ابن جریر طبری اور امام ابو سلیمان نے اپنی اپنی تفاسیر میں یہ تفسیر بیان فرمائی ہے۔“
(امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

[113] اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:﴿وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ (المائدۃ=2:5)
”نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کا تعاون کرتے رہو، گناہ اور ظلم وزیادتی میں ایک دوسرے کا تعاون نہ کرو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔“

فرعون کو" صاحب اوتاد" کیوں کہا گیا ہے:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں طاغوتوں اور کافر حکمرانوں کے لشکروں کو "اوتاد" کہا ہے۔ لفظ "اوتاد" جمع ہے۔ اس کا واحد "وَتِدٌ" ہے۔ "وَتِدٌ" کا معنی میخ اور کھونٹی ہے۔ کیل اور میخ کسی چیز کو مستحکم کرنے کے لیے ٹھوکا جاتا ہے۔ طاغوتوں اور کافر حکمرانوں کے فوجیوں اور لشکروں کو قرآن میں "اوتاد" اسی لیے کہا گیا ہے کہ وہ اپنے اپنے حکمرانوں کے اقتدار اور حکومت کو مضبوط اور مستحکم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ، الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ، فَاَکْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ﴾ (الفجر=89:10-12)

"اور (بھلا کیا سلوک کیا تیرے رب نے) فرعون کے ساتھ جو میخوں والا (یعنی لشکروں والا) تھا۔ ان سب (لشکروں) نے شہروں میں سر اٹھار کھا تھا۔ اور بہت زیادہ فساد مچار کھا تھا۔"

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اللہ جل ثناؤہ، ارشاد فرماتے ہیں کہ تیرے رب نے "صاحب اوتاد" فرعون کے ساتھ جو حشر کیا، کیا آپ نے اس کو دیکھا؟۔ اہل تفسیر کا "ذی الأوتاد" کی تفسیر میں کچھ اختلاف ہے۔ اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ فرعون کو "ذی الأوتاد" کا لقب کیوں دیا گیا؟ اس بارے میں بعض مفسرین کا موقف یہ ہے کہ "ذی الأوتاد" کا معنی "ذی الجُنُود" ہے۔ "ذی الجُنُود" کا اردو میں معنی "لشکروں والا" ہے۔ لہٰذا لفظ اوتاد سے وہ افراد لشکر، افواج اور انتظامیہ مراد ہے جو اس کی حکومت واقتدار کو طاقت اور قوت بخشتے تھے۔ مفسرین کے ایک گروہ کے موقف کے مطابق مذکورہ آیات میں لفظ "اوتاد" دراصل "لشکروں" کے معنی میں ہے۔"[114]

(امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

---

[114] تفسیرالطبری:20/197

مذکورہ بحث سے لشکروں کو ''اوتاد'' کہنے کی وجہ اور سبب بھی معلوم ہو گیا کہ وہ چونکہ کفر کی بادشاہت اور حکومت کو استحکام اور تسلط فراہم کرتے ہیں اس لیے وہ اوتاد (یعنی میخیں اور کیل) ہیں۔ اگر ان طاغوتوں اور حکمرانوں کو ان لشکروں اور افواج کی سپورٹ حاصل نہ ہوتی تو ان کا کفر اور باطل اقتدار بہت جلد زمین بوس ہو جاتا۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیات اور امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ تفسیر اس شخص کے دماغ کی کھڑکیاں کھولنے کے لیے کافی ہے جو ان حکمرانوں کی ماتحتی میں اپنے فرائض منصبی ادا کرنے والے عام فوجیوں اور اہلکاروں کا دفاع کرتا ہے کہ یہ لوگ ناچار اور بے بس ہیں۔ ان کو اوپر سے جو حکم ملتا ہے یہ اسی پر عمل کرتے ہیں۔ ان کے اپنے اختیار میں کچھ نہیں۔ لہٰذا یہ بالکل بے قصور اور بے گناہ ہیں یا پھر اسی طرح کے دیگر عذر اور اسباب بیان کرتے ہیں۔ جبکہ اپنی ان باتوں پر وہ قرآن مجید کی کوئی آیت یا کوئی مستند اور صحیح حدیث پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

طلیحہ اسدی کے پیروکاروں کا وفد خدمت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں:

عہد صدیقی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع اور اتفاق ہو چکا تھا کہ مرتدین میں سے بڑے بڑے اماموں اور سرداروں کا جو حکم ہے وہی ان کے معاونین اور حامیوں کا ہے۔ مثلاً نبوت کا جھوٹا دعوٰی کرنے والے مسیلمہ کذاب اور طلیحہ اسدی کے پیروکاروں اور مددگاروں کو اسی سزا کا مستحق سمجھا گیا جس کا مستحق جھوٹے نبیوں کو سمجھا گیا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سے بھی گویا اس موقف کو تقویت ملتی ہے کہ جو حکم کفار اور مرتدین کا ہے وہی ان کے انصار و معاونین کا ہے۔ اس موضوع کی مناسبت سے طارق بن شہاب نے ایک اثر روایت کیا ہے، جو اس طرح ہے:

جَاءَ وَفَدَ منْ أَسَدٍ وَ غَطفَانَ اِلٰی أَبِی بَکْرٍ یَسَأَلُوْنَهُ الْصُلْحَ ، فَخَیَّرَهُمْ بیْنَ الْحَرْبِ الْمُجْلِیَةِ أَوِ السِّلْمِ الْمُخْزِیَةِ ، فَقَالُوْا: یَا خَلِیْفَةَ رَسُوْلِ اللهِ! هٰذِهِ الْمُجْلِیَةُ قَدْ عَرَفْنَا فَمَا الْمُخْزِیَةُ؟ قَالَ: نَنْزِعُ مِنْكُمُ الْحَلَقَةَ وَالْكَرَاعَ ، وَنَغْنَمُ مَا أَصَبْنَا مِنْكُمْ وَتَرُدُّوْنَ عَلَیْنَا مَا أَصَبْتُمْ مِنَّا وَتَدُوْنَ قَتْلَانَا وَلَا نَدِیْ قَتْلَاكُمْ ، وَتَكُوْنُ قَتْلَاكُمْ فِی النَّارِ ، وَتَتْرُكُوْنَ أَقْوَامًا تَبْتَغُوْنَ أَذْنَابَ الْاِبِلِ حَتّٰی یُرِیَ اللهُ خَلِیْفَةَ رَسُوْلِهِ وَالْمُهَاجِرِیْنَ أَمْرًا یَعْذَرُوْنَكُمْ بِهِ ، فَعَرَضَ أَبُوْبَكْرٍ مَا قَالَهُ عَلَی الْقَوْمِ ، فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ: قَدْ رَأَیًا وَ سَنُشِیْرُ عَلَیْكَ:

”أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنَ الْهَرَبِ الْمُجْلِيَةِ وَالسِّلْمِ الْمُخْزِيَةِ فَنِعْمَ مَا ذَكَرْتَ ، وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ تَدُوْنَ قَتْلَانَا وَ تَكُوْنُ قَتْلَاكُمْ فِي النَّارِ فَإِنَّ قَتْلَانَا قَاتَلَتْ فَقُتِلَتْ عَلٰى أَمْرِ اللهِ، أُجُوْرُهَا عَلَى اللهِ لَيْسَ لَهَا دِيَاتٌ ، قَالَ : فَتَتَابَعَ الْقَوْمُ عَلٰى مَا قَالَ عُمَرُ[115] وَالْحَدِيْثُ أَصْلُهُ فِي الْبُخَارِيّ))[116]

”بزاخہ خاندان کی دوذیلی شاخوں بنو اسد اور بنو غطفان کا ایک مشترکہ وفد خلیفہ اوّل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وفد کے افراد نے آپ رضی اللہ عنہ سے نقض عہد کے بعد تجدید صلح کی درخواست کی۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں دو باتوں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا: جلاوطنی پر مبنی جنگ چاہتے ہو یا ذلت آمیز صلح وفد کے ارکان کہنے لگے: جلاوطنی پر مبنی جنگ کی تو ہم کو سمجھ میں آ گئی ہے البتہ ذلت آمیز صلح کی سمجھ نہیں آئی۔ یہ کیا چیز ہے؟ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ذلت آمیز صلح کی یہ وضاحت فرمائی:

① ہم تمام اسلحہ اور گھوڑے تم سے چھین لیں گے۔

② جو کچھ ہم نے تم سے حالت جنگ میں مال حاصل کیا ہوا ہے وہ ہمارے پاس غنیمت کے طور پر رہے گا۔ جب تک کہ تم نے جو مال ہم سے حاصل کیا ہوا ہے وہ تم ہمیں واپس کرو گے۔

③ تم لوگ ہمیں مقتولین) اور شہداء) کا فدیہ دو گے جب کہ ہم تمہارے مقتولین) اور مرداروں (کا فدیہ ادا نہیں کریں گے۔ بلکہ تمہارے مقتولین جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں گے۔

④ ہم تمہیں ایسی حالت میں زندہ رہنے دیں گے کہ تم) غریب رعیت کی طرح) اونٹوں کی دموں کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے فقط اونٹ چراتے رہو۔ (تاکہ تم معاشرے میں باوقار، خود مختار اور سرکردہ افراد کی حیثیت اختیار نہ کر سکو) تمہیں اس حالت میں اس وقت تک باقی رکھا جائے گا جب تک اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے خلیفہ اور مہاجرین کو کوئی ایسی صورت حال واضح نہ کر دے جس سے وہ تمہارا) بدعہدی، غداری اور بغاوت والا) جرم معاف نہ کر دیں۔[117]

---

115 فتح الباری: 13/210، نیل الاوطار: 8/22۔ اس کو امام برقانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پر روایت کیا ہے۔

116 صحیح البخاری= کتاب الاحکام: باب الاستخلاف، الحدیث: 7221

117 یعنی تمہارے قول و فعل سے، کردار اور گفتار سے، رہن سہن سے اور بود و باش سے یہ واضح نہ ہو جائے کہ اب تم نے صحیح معنوں میں توبہ کر لی ہے اور آئندہ تم اس قسم کی بدعہدی اور باغیانہ روش کے مرتکب نہیں پائے جاؤ گے۔ اس وقت تک نہ تو ہتھیار اور گھوڑے تمہارے پاس ہوں گے، نہ مال کی فراوانی تمہارے پاس ہو گی، بلکہ اسلامی حکومت اور اسلامی معاشرے میں رہتے ہوئے کوئی بھی متحرک، باعزت، آزادانہ اور معزز کردار ادا کرنے کی تمہیں ہرگز اجازت نہیں ہو گی۔ بفحوائے قرآن ﴿وَهُمْ صَاغِرُوْنَ﴾ ”وہ ذلیل و پست ہو کر زندگی گزارنے والے ہوں گے۔“

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا وہ قوم پر پیش کیا: تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے :اے خلیفۂ رسول! آپ نے جو رائے دی سو دی۔ ہم بھی آپ کی خدمت میں کچھ باتیں بطور مشورہ کے عرض کرنا چاہتے ہیں: آپ نے جلاوطنی پر مبنی جنگ اور ذلت آمیز صلح کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اس بارے میں آپ نے جو فرمایا ہے بلاشبہ بہت خوب فرمایا ہے۔ آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ تم ہمارے شہداء کی دیت دو گے اور تمہارے مقتولین جہنم میں جائیں گے۔ اس بارے میں صرف اتنی گزارش ہے کہ جب ہمارے شہداء نے اللہ کے حکم کی بناء پر جنگ اور جہاد کیا ہے، پھر اس کے نتیجہ میں وہ اگر قتل (یعنی شہید) بھی ہوئے ہیں تو ان کا اجر وثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ ہمارے ان شہداء کے لیے خون بہا نہیں ہونا چاہیے۔ اس واقعہ کو بیان کرنے والا راوی کہتا ہے کہ لوگوں نے بھی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مشورہ اور رائے کی تائید کی۔ یہ مکمل روایت اگرچہ بخاری شریف میں نہیں البتہ اس حدیث کا اصل مفہوم اور مین پوائنٹ (Main Point) بہرحال بخاری شریف میں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا اثر کو امام برقانی کی روایت سے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد اس اثر کی تشریح اور تصریح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اثر کا صرف آخری تھوڑا سا حصہ ہی بیان کیا ہے۔ یعنی تَتْبَعُوْنَ أَذْنَابَ الْإِبِلِ حَتّٰى يُرِيَ اللهُ خَلِيْفَةَ رَسُوْلِهٖ وَالْمُهَاجِرِيْنَ أَمَرًا يَعْذِرُوْنَكُمْ تک الفاظ ہی نقل فرمائے۔ تاہم امام برقانی نے اپنی سند سے اس "اثر" کو پوری تفصیل سے نقل کیا ہے۔ جس کا فقط تھوڑا سا حصہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ یہ جانی پہچانی بات ہے کہ خاندان "بزاخہ" کے مذکورہ افراد "طلیحہ اسدی" کذاب کی قوم کے لوگ تھے، جنہوں نے طلیحہ کذاب کی اطاعت گزاری کی اور اس کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کی۔

جب سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی اور ان کو بدترین شکست سے دوچار کیا تو ان لوگوں نے اپنا ایک وفد تشکیل دے کر خلیفہ اوّل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانب روانہ کیا۔(تاکہ وہ اسلام لانے کے بعد اپنی بدعہدی کرنے اور ایک جھوٹے نبی کا ساتھ دینے پر معذرت اور معافی کی درخواست پیش کریں۔)[118]

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بیان کی تشریح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ بالا اثر میں سے چند درج ذیل الفاظ کے معنی اور شرح بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

① اَلحَرْبُ المُجْلِيَة: تمام مال اور جائیداد سے بے دخل کر دینے والی جنگ۔

② السِّلمُ المُخْزِيَة: لفظ "المُخْزِيَة" خِزْيٌ سے مشتق ہے۔ الخِزْیٌ کا معنی ہے "ذلت ورسوائی کے اوپر بر قرار رکھنے والی صلح"

③ الحَلَقَة: آلاتِ حرب وضرب، ہتھیار

④ الكُرَاعُ: تمام قسم کے گھوڑے

⑤ وَ نَغْنَمُ مَا أَصَبْنَا مِنْكُمْ: یعنی جو ہم نے تم سے مال غنیمت حاصل کیا ہے وہ مستقل طور پر ہماری دسترس میں رہے گا۔ہم اس کو شرعی فریضہ کے طور پر اپنے درمیان تقسیم کریں گے اس میں سے کوئی چیز بھی تمہاری طرف واپس نہیں کریں گے۔

⑥ وَتَرُدُّوْن عَلَيْنَا مَا اَصِبْتُم مِنَّا: یعنی جو مال تم نے مسلمانون کے لشکر) یعنی مجاہدین اسلام) سے حالت جنگ میں لوٹا ہوا ہے وہ تم ہماری طرف واپس کرو گے۔

⑦ تَدُوْنَ: ہمارے شہداء اور مقتولین کی دیتیں اور خون بہا تم ہمیں ادا کرو گے۔

⑦ قَتْلَاكُمْ فِي النَّارِ: یعنی تمہارے مقتولین آخرت میں جہنم کے اندر داخل ہوں گے یعنی وہ دوزخی ہیں۔ہم ان کی دیت ادا نہیں کریں گے۔ اس لیے کہ وہ اپنے کفر، ارتداد اور شرک پر مرے ہیں وہ کوئی ناحق اور ناجائز قتل نہیں کیے گئے۔اس وجہ سے دنیا میں ان کی کوئی دیت (خون بہا) ادا نہیں کی جائے گی۔

---

[118] فتح الباری:13/210-211

⑨ تَتبَعُوْنَ أَذْنَابَ الْبَقرِ: یعنی تم ایک غریب رعایا کی طرح فقط اونٹ چرانے والے بن کر زندگی گزاروگے۔ معاشرے میں تمیں موثر اور ایکٹو رول (Active Role) ادا کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی ۔جب تک تمہاری توبہ کی حقیقت واضح نہ ہو جائے۔ کیونکہ جب ان سے اسلحہ سلب کر لیا جائے گا تو وہ دیہات کے عام باشندے بن کر رہ جائیں گے۔ ان کو زندگی کی فقط وہی آسائشیں حاصل ہوں گی جو ان کے اونٹوں کی کمائی سے ان تک پہنچ سکیں گی۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی بیان کی مزید تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"بزاخہ خاندان کے عہد شکن مرتدین سے اسلحہ چھین لینے کا مقصد یہ تھا کہ ان کی شان وشوکت اور دبدبہ وہیبت ختم ہو جائے۔لوگ ان کی طرف سے بہر حال بے خوفی اور امن محسوس کریں۔[119]

علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

طلیحہ اسدی کذاب کی اطاعت قبول کرنے والے اور اس کا ساتھ دینے والے "خاندان بزاخہ" کے لوگ پہلے اسلام میں داخل ہوئے۔ بعد ازاں مرتد ہوگئے۔ ارتداد کے بعد انہوں نے اپنے جرم کی معافی کے لئے اپنے قاصدوں کا ایک وفد تشکیل دے کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جانب روانہ کیا۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کا اس وقت تک فیصلہ کرنا پسند نہ کیا جب تک ان کے بارے اپنے دیگر ساتھیوں "أَهْلُ الحَلِّ وَالْعَقد" سے مشورہ طلب نہ کر لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ سناتے ہوئے انہیں فرمایا کہ تم صرف جنگلوں میں رہتے ہوئے اونٹوں کی دُمیں پکڑ کر کھیتی باڑی کر کے یا مال مویشی پال کر اپنی گزر اوقات کر سکتے ہو۔[120]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

(حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ خاندان بزاخہ کے بارے مزید فرماتے ہیں)

[119] فتح الباری:13/210-211

[120] فتح الباری:13/210-211

''سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خاندانِ بذاخہ کو مہلت اور ڈھیل دی تھی اس کا مقصد وحید صرف یہ تھا کہ پتہ چل جائے کہ وہ اپنے جرم وگناہ کی توبہ، معذرت اور معافی میں کس حد تک مخلص ہیں۔ نیز یہ بات کھل جائے گی کہ انہوں نے مذہب اسلام کے حسن وجال کو قبول کرنے کے لحاظ سے کس قدر دوستی پیدا کی ہے۔'' [121]

خلاصہ کلام:

وفد بزاخہ کے واقعہ پر غور کنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ے ان تمام مرتدین کے بارے میں متفقہ فیصلہ کرلیا تھا کہ یہ سب کے سب سزا کے حق دار ہیں۔ خواہ وہ ان لوگوں کے ورثاء، پیشوا، لیڈر اور بڑے بڑے سردار تھے یا عام رعایا اور کارکنان سب کے ساتھ ایک جیسا معاملہ کیا گیا، دنیا وآخرت میں ان پر ایک جیسے احکام لاگو کیے جائیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ے ابتدائی دور کا یہ واقعہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے، جس کو تسلیم کیے بغیر چارۂ کار نہیں ہے کہ مسلمانوں کے خلاف بر سر پیکار ساری جماعت اور گروہ کا ایک ہی حکم اور معاملہ ہے۔ اس بارے میں تکبر وغرور میں ڈوبے ہوئے قائدین اور معاشرے کے کمزور ماتحت عام فوجیوں، سپاہیوں اور ہرکاروں میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ صحیح اور واضح موقف یہی ہے کہ وہ سب کے سب اسلام کے خلاف اور کفر کی حمایت میں جنگ کرنے میں اکٹھے تھے۔ پھر اسی کفر پر ہوتے ہوئے وہ قتل کیے گئے۔ لہٰذا بدیہی طور پر ان سب کا حکم بھی ایک ہی ہونا تھا۔

- اللہ کرے کہ ہم ان لوگوں میں سے ہوں، جن کا سینہ خلاّق عالم نے نور ہدایت کے لیے منور کر دیا ہے۔
- اللہ کرے کی ہمارا شمار ان لوگوں میں سے ہو، جن کے سینے میں خواہش نفس کی پیروی کا کوئی عمل دخل نہیں۔
- اللہ کرے کہ ہم اس چیز کو مضبوطی سے تھامنے والے بن جائیں، جس چیز پر ایسے بہترین لوگوں نے متفقہ فیصلہ دے دیا۔ جن لوگوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے بہترین گواہی ہے۔

جب آپ گزشتہ بحث پر غور وفکر کریں گے تو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ جو شخص بھی مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے کے لیے نکلتا ہے اور جو شخص بھی ان لڑنے والوں کے ساتھ کسی بھی طرح شریک ہوتا ہے وہ سب لوگ سزا کے مستحق اور سزا میں

[121] فتح الباری:13/210-211

برابر ہیں ۔دنیا وآخرت میں ان پر ایک جیسے احکام لاگو ہوں گے ۔اس بارے حکمران اور حکمرانوں کے ماتحت عام فوجی سب برابر شریک ہوں گے کوئی فرق نہیں ہو گا۔(وَاللهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ)

باب:8

مشکلات اور سخت حالات میں جو کلمہ حق سربلند کرتا ہے اللہ اس پر رحم فرمائے۔ ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ قوموں میں سربلندیاں اور رفعتیں عطا فرماتا ہے اور لوگ بھی ان کا نام لیتے ہوئے رحمۃ اللہ علیہم پڑھتے ہیں یعنی ان کے لیے اللہ سے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں جبکہ اس کے برعکس درباری، سرکاری اور پیٹ کے پجاری مولویوں کا کہیں تذکرہ ہوتا ہے تو لوگ ان پر، لعنتیں ہی بھیجتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

کسی شرعی ضرورت کے تحت کفار کا ساتھ دینا

قبل ازیں یہ بحث گزر چکی ہے کہ کافروں سے دوستی کرنا، ان کی مدد کرنا اور ان کو تقویت پہنچانا بہت بڑا جرم ہے۔ یہ ایسا جرم ہے کہ جو ایک مسلمان کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔ لہٰذا کسی بھی مسلم شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کافروں اور مسلمانوں کے درمیان ایک ذریعہ، واسطہ (وچکولا)، اور سفارشی ہونے کا کردار ادا کرے۔ نہ ہی یہ جائز ہے کہ وہ کافروں کی اتحادی افواج کے ساتھ اپنا اتحاد قائم کرے۔ چہ جائیکہ وہ باقاعدہ کافروں کا ساتھ دیتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے درپے ہو جائے۔ ایک مسلمان سے مسلمان ہوتے ہوئے اس چیز کی امید نہیں کی جا سکتی۔

اب اس بحث میں ہم اس مسئلہ کو ایک اور زاویہ سے پیش کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان کسی شرعی ضرورت اور جائز ضرورت کے تحت کافروں اور مسلمانوں کے درمیان ذریعہ، واسطہ اور بظاہر معاون کا کردار ادا کرتا ہے تو یہ شخص کافروں کے مددگاروں اور معاونین کے حکم میں داخل نہیں ہو گا۔ وہ اس طرح کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص کوئی ایسا کام کرے جس میں مسلمانوں کی مصلحت اور خیر خواہی مقصود ہو۔ مثلاً کسی سر چڑھے طاغوت کو، کسی بہت بڑے فسادی کو اور مسلمانوں کو اذیتیں اور تکلیف دینے والے کسی شخص کو قتل کرنا مقصود ہو۔ یا اس کے علاوہ کوئی اور شرعی مصلحت پیش نظر ہو، جس کو شریعت واقعتاً مصلحت قرار دیتی ہو تو ایسی صورت میں کسی کافر کا ساتھ دینا، مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ایک رابطے کا کردار ادا کرنا جائز اور درست ہے۔ ایسی صورت میں یہ عمل کرنے والا ہر گز کافر نہیں ہو گا۔ جس شخص کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا معاملہ اس طرح کا ہے تو اس کے ساتھ کافروں والا سلوک نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اس طرح کا کردار ادا کرنے والا ایک مسلم مجاہد کا کردار ادا کرتا ہے۔ اس موضوع پر ہم سیرت رسول ﷺ اور سیرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے چار واقعات پیش خدمت کرتے ہیں:

پہلا واقعہ: سیدنا فیروز الدیلمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسود عنسی کا قتل:

سب سے پہلا واقعہ سیدنا فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے۔ یہ واقعہ اس طرح ہے کہ اسود عنسی نے نبوت کا جھوٹا دعوٰی کر ڈالا۔ اہل یمن کی ایک بہت بڑی جماعت دینِ اسلام سے پھر گئی اور مرتد ہو گئی۔ اس مرتد جماعت کے افراد نے اسود عنسی کی پیروی اختیار کر لی۔ نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ اسود عنسی "صنعاء" شہر پر غالب آ گیا۔ اس وقت صحابیٔ رسول سیدنا فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے اسود عنسی کے سامنے ظاہر کیا کہ گویا وہ اس کے خاص لوگوں میں شامل ہے اور بہترین معاونین میں سے ہے۔ لیکن دل کے

اندر ایک پروگرام تھا کہ میں نے اسے قتل کرنا ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا فیروز الدیلمی کے واقعہ کو اپنی "الجامع الصَّحِیْحُ" میں بیان فرمایا ہے۔ایک تابعی عبید اللہ بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں نے صحابی رسول اور حِبْرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کے بارے میں دریافت کیا جس کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کسی بیان کرنے والے نے مجھے وہ خواب یوں بیان کیا ہے (دوسری روایت میں اس بیان کرنے والے کا نام سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ منقول ہے) کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

«بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُرِيْتُ أَنَّهُ وُضِعَ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَفَظِعْتُهُمَا وَ كَرِهْتُهُمَا - فَأُذِنَ لِي فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ» فَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ اَحَدُهُمَا الْعَنْسِيّ، اَلَّذِيْ قَتَلَهُ فَيْرُوْزُ وَالْآخِرُ مُسَيْلَمَةُ الْكَذَّابُ"[122]

"مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا کہ میرے ہاتھوں پر سونے کے دو کنگن رکھ دیے گئے ہیں۔میں ان سے بہت گھبرایااور میں نے دونوں کنگنوں کوناپسند۔پھر مجھے حکم ہوااور میں نے انہیں پھونک ماری تو وہ دونوں کنگن اڑ گئے۔میں نے اس خواب کی یہ تعبیر کی ہے کہ نبوت کے دو جھوٹے دعویدار عنقریب نکلنے والے ہیں۔"روایت بیان کرنے والے تابعی جناب عبید اللہ بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نبوت کے ان دو جھوٹے دعویداروں میں سے ایک اسود عنسی تھا جسے سیدنا فیروز الدیلمی رضی اللہ عنہ نے یمن میں قتل کیا تھا۔اور دوسرا مسیلمہ کذاب تھا۔"

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ ذیل حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

«ثُمَّ خَرَجَ فَيْرُوْزُ الدَّيْلِمِيُّ عَلَى الأَسْوَدِ الْعَنْسِيِّ وَ جَآءَ الْخَبَرُ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِهِ وَهُوَ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ ، فَخَرَجَ فَأَخْبَرَ أَصْحَابَهُ بِذَالِكَ وَ قَالَ :«قُتِلَ الْأَسْوَدُ الْعَنَسِيُّ اللَّيْلَةَ قَتَلَهُ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنْ صَالِحِيْنَ» وَقِصَّتُهُ مَشْهُوْرَةٌ[123]

"پھر سیدنا فیروز الدیلمی رضی اللہ عنہ اسود عنسی کذاب کا قصہ تمام کرنے کے لیے نکلے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مرض الموت میں مبتلا تھے کہ بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کے قتل کی خبر پہنچ گئی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے باہر تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو یہ خوشخبری سناتے ہوئے

122 صحیح البخاری=کتاب المغازی: باب قصۃ الاسود العنسی، الحدیث:4379

123 الجواب الصحیح فیمن بدل دین المسیح: 1/109

فرمایا: آج اسود عنسی کا قصہ تمام ہو چکا ہے اور نیک لوگوں میں سے ایک نیک شخص نے اس کو قتل کیا ہے۔" اسود عنسی کے قتل کا واقعہ مشہور و معروف ہے۔

سیدنا فیروز الدیلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا فیروز کے واقعہ میں اپنی سند کے ساتھ ضحاک بن فیروز سے بیان کیا ہے۔ ضحاک بن فیروز اپنے والد فیروز سے بیان کرتے ہیں:

«قَدِمَ عَلَيْنَا وَبْرُ بْنُ يَحْنُسٍ بِكِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا فِيهِ بِالْقِيَامِ دِينِنَا وَالنُّهُوضِ فِي الْحَرْبِ وَالْعَمَلِ فِي الْأَسْوَدِ إِمَّا مُصَادَمَةٌ، وَأَنْ نُبَلِّغَ عَنْهُ مَنْ رَّأَيْنَا أَنَّ عِنْدَهُ نَجْدَةً وَدِينًا فَعَمِلْنَا فِي ذَالِكَ»[124]

"سیدنا وبر بن یخنس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ گرامی (خط) لے کر ہمارے پاس آئے۔ اس خط میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہمارے لیے یہ حکم تھا کہ (1)....تم اپنے دین "اسلام" پر قائم اور ڈٹے رہنا۔ (2). دشمنانِ اسلام کے خلاف جنگ میں بر سرپیکار رہنا ہے۔ (3)....اسود عنسی کذاب کا کام تمام کرنا ہے۔ چاہے کسی خفیہ پلاننگ سے وہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچے یا پھر دوبدو جنگ سے اور (4)....ہر وہ شخص جس کے پاس جرأت وبہادری اور پرہیز گاری اور دینداری کے جذبات ہیں اس تک میرا یہ پیغام پہنچادیں۔ سیدنا فیروز فرماتے ہیں: ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم نامہ پر پورا پورا عمل کیا۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

"أَنَّ فَيْرُوْزَ وَمَنْ مَعَهُ احْتَالُوْا عَلَى الْأَسْوَدِ وَأَظْهَرُوْا مُتَابَعَتَهُ حَتّٰى تَمَكَّنُوا مِنْ قَتْلِهٖ، وَقَدْ أَثْنَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَيْرُوْزَ"[125]

"سیدنا فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے اور ان کے ساتھیوں نے بڑی کامیابی کے ساتھ اسود عنسی کذاب کے قتل کے لیے منصوبہ بندی اور حیلہ سازی کی۔ انھوں نے بڑی فہم وفراست سے اسود عنسی کے سامنے اپنی پیروی اور اطاعت

124 تاریخ الطبری: 2/247-257، فتح الباری: 8/93

125 تاریخ الطبری: 2/247-257، فتح الباری: 8/93

کا اظہار کیا۔ یہاں تک کہ سیدنا فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے لیے اس کذاب و مرتد کو قتل کرنا ممکن ہو گیا۔ اس عظیم اور کامیاب مشن کو پورا کرنے پر ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیروز رضی اللہ عنہ کے لیے تعریفی کلمات ارشاد فرمائے۔"

دوسرا واقعہ: سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کعب بن اشرف کا قتل:

کافروں کو دھوکہ دینا جائز ہے اور اپنا ٹارگٹ اور مقصد پورا ہونے تک کافروں کی موافقت ظاہر کرنا بھی جائز ہے۔ اس مسئلہ میں وہ واقعات بھی بطور دلیل پیش کیے جاسکتے ہیں جو کعب بن اشرف، ابن ابی الحقیق اور خالد بن سفیان ہذلی کے قتل کے بیان میں کتب احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔ کعب بن اشرف کو دھوکے کے ساتھ اچانک قتل کرنے کا واقعہ امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ؟ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللهَ وَرَسُوْلَه» فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمَةَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! اَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ قَالَ:

«نَعَمْ» قَالَ فَأْذَنْ لِيْ أَنْ اَقُوْلَ شَيْئًا۔ قَالَ: «قُلْ»، فَأَتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ اِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا صَدَقَةً وَاِنَّهُ قَدْ عَنَّانَا وَقَدْ اِنِّيْ قَدْ أَتَيْتُكَ أَسْتَسْلِفُكَ......»

"کعب بن اشرف کا کون کام تمام کرے گا؟ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ستا رہا ہے۔ اس پر سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں اسے قتل کر آؤں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں" مجھے یہ پسند ہے۔ سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کیا آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں گے کہ اس سے کچھ (بظاہر نازیبا) باتیں کرلوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور اس سے کہنے لگے: یہ شخص (اشارہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا) ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے اور اس نے ہمیں تنگ کر رکھا ہے۔ اس لیے میں تجھ سے کچھ قرض لینے آیا ہوں......."

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں اس واقعہ سے متعلق درج ذیل پانچ روایات بیان کرتے ہیں:

1. وَفِيْ مُرْسَلِ عِكْرِمَةَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلَمَةَ: اِئْذَنْ لَنَا أَنْ نُصِيْبَ مِنْكَ فَيَطْمَئِنَّ اِلَيْنَا، قَالَ: صلی اللہ علیہ وسلم ((قُوْلُوْا مَا شِئْتُمْ))

2. وَرَوَاهُ ابْنُ اِسْحَاقَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ وَ فِيْهِ: أَنَّ النَّبِيَّ مَشٰى مَعَهُمْ اِلٰى بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ ثُمَّ وَجَّهَهُمْ فَقَالَ: صلی اللہ علیہ وسلم ((اِنْطَلِقُوْا عَلَى اسْمِ اللهِ، اَللّٰهُمَّ أَعِنْهُمْ))

3. وَقَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ رَحِمَهُ اللهُ: وَعِنْدَ الْوَاقِدِيِّ أَنَّ كَعْبًا قَالَ لِأَبِيْ نَائِلَةَ: أَخْبِرْنِيْ مَا فِيْ نَفْسِكَ؟ مَا الَّذِيْ تُرِيْدُوْنَ فِيْ أَمْرِهٖ؟ قَالَ خُذْلَانَهُ وَالتَّخَلِّيَ عَنْهُ، قَالَ: سَرَرْتَنِيْ

4. قَالَ ابْنُ حَجَرٍ رَحِمَهُ اللهُ: وَفِيْ مُرْسَلِ عِكْرِمَةَ فَأَصْبَحَتْ يَهُوْدُ مَذْعُوْرِيْنَ، فَأَتَوا النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالُوْا قُتِلَ سَيِّدُنَا غِيْلَةً، فَذَكَرَهُمُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم صَنِيْعَهُ وَمَا كَانَ يُحَرِّضُ عَلَيْهِ وَيُؤْذِي الْمُسْلِمِيْنَ)

5. زَادَ ابْنُ سَعْدٍ ((فَخَافُوْا فَلَمْ يَنْطِقُوْا)) [126]

(مندرجہ بالا روایات کا ترتیب وار ترجمہ)

① عکرمہ سے مرسل روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم آپ کے بارے میں جو کہنا چاہیں) بقدر ضرورت اور بوقت ضرورت) کہہ لیں تا کہ وہ پوری طرح ہماری طرف سے مطمئن ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو تم کہنا چاہتے ہو کہہ لو۔ تمہیں اجازت ہے۔“

② ابن اسحاق نے حسن درجہ کی سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے اس میں یہ بات بھی مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع الغرقد (جنت البقیع) تک ان کے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کعب بن اشرف کی طرف روانہ کرتے ہوئے الوداع کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اللہ کا نام لے کر اپنے مشن پر چل پڑو۔ یا اللہ! ان مجاہدین کی مدد فرما۔“

---

[126] فتح الباری 7:/336-340، صحیح البخاری=کتاب الجهاد: باب الكذب في الحرب، الحديث: 3031- وباب الفتك بأهل الحرب، الحديث: 3032

③ علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: کعب بن اشرف نے سیدنا ابونائلہ رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے بتا! تیرے دل میں کیا بات ہے؟ آخر کس کام کے لیے تم میرے پاس آئے ہو اور تم اس (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا چاہتے ہو؟ تو سیدنا ابونائلہ رضی اللہ عنہ نے (بظاہر دھوکہ دینے کے انداز میں اور اس کی موافقت کے انداز میں) فرمایا: ہم اس کو ذلیل ہوتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں اور اس سے اپنی جان چھڑانا چاہتے ہیں۔ تب کعب بن اشرف (اپنے نتھنے پھلاتا ہوا) بولا: تونے میرا دل خوش کردیا۔

④ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے مرسل روایت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: (جب کعب بن اشرف کو کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجی ہوئی چھاپہ مار ٹیم نے قتل کردیا تو) یہودی اس کے بعد خوفزدہ اور دہشت زدہ ہوگئے۔ بعد ازاں یہودیوں کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے سردار کے قتل کی شکایت لے کر آیا اور کہنے لگا: ہمارے سردار کو اچانک خفیہ طور پر دھوکہ سے قتل کردیا گیا ہے اور آپ کے ساتھیوں نے اس کو قتل کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کرتوتیں اس وفد کے سامنے پیش کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کیا کہ وہ لوگوں کو میرے خلاف ابھارتا تھا۔ میرے قتل کے منصوبے بناتا تھا اور اس نے مسلمانوں کے ناک میں دم کررکھا تھا۔

5 ابن سعد نے اپنی تاریخ میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب سن کر خوفزدہ ہوگئے اور اُنھوں نے جواب میں کچھ بھی نہ کہا۔

(حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”مَعْنَاهُ ائْذِنْ لِيْ أَنْ أَقُوْلَ عَنِّيْ وَعَنْكَ مَا رَأَيْتُهُ مَصْلِحَةً مِنَ التَّعْرِيْجِ وَغَيْرِهِ فَفِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى جَوَازِ التَّعْرِيْضِ وَهُوَ أَنْ يَّاتِيَ بِكَلَامٍ بَاطِنُهُ صَحِيْحٌ وَيَفْهَمُ مِنْهُ الْمُخَاطَبُ خَيْرَ ذَالِكَ، فَهَذَا جَائِزٌ فِي الْحَرْبِ وَغَيْرِهَا مَا لَمْ يُمْنَعْ بِهِ حَقًّا شَرْعِيًّا“[127]

[127] صحیح مسلم مع شرح النووی: 12/136

"(سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو فرمایا تھا کہ آپ ہمیں اجازت دیں کہ آپ کے بارے میں ہم اگر کچھ کہنا چاہیں تو کہہ سکیں) اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مجھے اجازت مرحمت فرمادیں کہ میں اپنے بارے اور آپ کے بارے "تعریض وتوریہ" کرتے ہوئے جو کہنا چاہوں کہہ لوں۔ اس حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دلیل بھی معلوم ہوگئی تعریض اور توریہ کرنا جائز ہے۔ "تعریض اور توریہ" یہ ہے کہ انسان کوئی ایسی بات کرے جس بات کرنے والے کے دل میں جو معنی ومطلب ہو وہ درست ہی بنتا ہو جبکہ مخالف اور سامع اس خفیہ مطلب کے علاوہ کوئی اور مطلب سمجھے۔ اس کو تعریض اور توریہ کہتے ہیں: اس طرح کلام اور گفتگو لڑائی اور جنگ وغیرہ میں جائز ہے، جب تک شریعت کی طرف سے واضح ممانعت ثابت نہ ہو۔"

(امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

آپ نے غور فرمایا کہ کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ کتنی واضح دلیل ہے بطور خاص کہ کسی ایسے کافر کو دھوکے کے ساتھ قتل کرنا جائز ہے جس کے ساتھ مسلمان حالت جنگ میں ہوں۔ اس کو قتل کرنے کے لیے کوئی بھی ممکن طریقہ اختیار کیا جائے تو درست ہے۔ یہاں تک کہ اس کافر پر پوری طرح قابو پالیا جائے اور اس کو قتل کر دیا جائے۔ اس مشن کی خاطر خواہ کافر کو یہ ظاہر کرنا بھی پڑے میں تیرے اقدامات و نظریات کا پورا پورا حامی ہوں۔ جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو اور ان کی ٹیم کے دیگر ساتھیوں کو اجازت مرحمت فرمائی کہ آپ میرے بارے اور اپنے بارے جو مناسب سمجھیں کہہ سکتے ہیں۔ بلکہ ان کو رخصت فرماتے وقت ان کی کامیابی اور کامرانی کے لیے دعا بھی فرمائی۔

مذکورہ بالا واقعہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے فیصلہ کر لیجیے کہ جو شخص اس بات کا دعویدار ہو کہ "اس طرح کی کاروائی دھوکہ اور فریب ہے اور یہ حرام اور ناجائز ہے اسلام اس طرح کی کاروائیوں کو حرام قرار دیتا ہے" اس کی طرح کی باتیں کرنے والا علم سے بالکل کورا ہے اور دین اسلام سے بھٹکا ہوا ہے۔ اس شخص کی یہ جہالت اور گمراہی ممکن ہے اس کو آہستہ آہستہ اس حد تک لے جائے کہ وہ قرآن وسنت کی شرعی نصوص کو جھٹلانے لگ جائے۔ یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ شرعی مقاصد کے حصول کے لیے مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار کفار کو دھوکہ دینا جائز ہے اور قرآن وسنت کے صحیح دلائل سے ثابت ہے

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل فرمایا ہے:

''وَلَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَّقُوْلَ إِنَّ قَتْلَهُ --أَيْ كَعْبَ بْنَ الْأَشْرَفِ-- كَانَ غَدْرًا، وَقَدْ قَالَ ذَالِكَ إِنْسَانٌ فِيْ مَجْلِسِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَأَمَرَبِهِ فَضُرِبَ عُنُقُهُ۔''[128]

''کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ کعب بن اشرف کے قتل کے واقعہ کو دھوکہ دہی قرار دے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مجلس میں کسی انسان نے ایسی بات کہہ ڈالی تھی تو سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فوراً اس کا سر قلم کرنے کا حکم دے دیا تھا۔''

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ایک شخص کو قتل کروانے کا مذکور بالا واقعہ واضح دلیل ہے جس کو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں درج ذیل فرمان باری تعالیٰ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اشارہ بھی فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَإِنْ نَّكَثُوْٓا أَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَآ أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ﴾ (التوبۃ=12:9)

''اگر یہ لوگ عہد وپیمان کے بعد بھی اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو تم بھی ان سرداران کفر سے ٹکرا جاؤ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔ ممکن ہے کہ اس طرح وہ بھی باز آجائیں۔''

مذکورہ آیت میں دین اسلام کے بارے میں طعنہ زنی کرنے والے کو کفر کا سردار کا کہا گیا ہے۔ لہٰذا آیت بالا کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ جو شخص بھی دین اسلام کے بارے میں طعنہ زنی کرے وہ کافر ہے اور واجب القتل ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ طعنہ زنی کیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ طعنہ زنی اس کو کہتے ہیں کہ دین اسلام کے بارے میں ایسی بات کہی جائے جو اس کے لائق اور شایانِ شان نہ ہو۔ یا طعنہ زنی یہ ہے کہ اسلام کے کسی حکم کے

[128] صحیح مسلم مع شرح النووی: 12/136

بارے میں گھٹیا اور خفت آمیز رویہ اختیار کرے۔ وہ حکم جو صحت کے اصولوں کے مطابق اور استقامت کی فروعات کے مطابق انتہائی درجہ کی مضبوط دلیل سے ثابت ہو۔

(امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:) یہ واقعہ مروی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مجلس میں کسی شخص نے یہ کہہ دیا کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنا دھوکہ اور فریب تھا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن زدنی کا حکم صادر فرما دیا تھا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بھی پیش آیا۔ اس مجلس میں کعب بن اشرف کو قتل کرنے والی ٹیم کے امیر سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ اس مجلس میں کسی نے یہ کہہ دیا کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنا دھوکہ اور فریب تھا۔ سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس مجلس سے فوراً کھڑے ہو گئے اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے: ''آپ کی مجلس میں اس طرح کی بات ہو رہی ہے اور آپ خاموش ہیں۔ اللہ کی قسم! میں آپ کے ساتھ اس چھت کے نیچے کبھی نہیں ٹھہر سکتا اگر مجھے علیحدگی میں کہیں موقع مل گیا اور یہ شخص میرے ہاتھ لگ گیا تو میں ضرور اسے قتل کر ڈالوں گا۔''

(علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں) ہمارے علماء نے یہ بات کہی ہے کہ ایسا شخص قتل کر دیا جائے گا اور اس کو توبہ کی مہلت بھی نہیں دی جائے گی اگر وہ شخص دھوکہ دہی کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتا ہے۔ یعنی یہ بات کہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکہ اور فریب کرتے ہوئے کعب بن اشرف کو قتل کروایا تھا۔ یہی بات سیدنا علی ابن ابی طالب اور سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہما اس بات کے کرنے والے شخص کے متعلق سمجھتے تھے کہ وہ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے اس طرح کی گستاخانہ بات زبان سے نکالنا بہت بڑی بے دینی اور واضح کفر وارتداد ہے۔

اگر وہ شخص دھوکہ دہی کی نسبت ان قتل کرنے والے افراد سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی طرف کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ انھوں نے پہلے کعب بن اشرف کو اعتماد دلایا، اس کو امن دلایا، مطمئن کیا پھر اس کے ساتھ دھوکہ کیا اور اس کو قتل کر دیا۔ اس کی بات کے متعلق واضح کفر اور ارتداد کا فتوٰی تو نہیں لگے گا البتہ ایسی بات کو جھوٹ اور غلط بیانی کہہ سکتے ہیں (اس لیے کہ اس خطرناک اور سازشی دشمن کو قتل کرنے کے لیے یہ حیلہ سازی ضروری تھی۔ وہ گئے ہی اس مشن پر تھے۔) البتہ ایسے

شخص کو قتل تو نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ پیغمبر اسلام جناب محمد ﷺ کی طرف دھوکہ دہی کی نسبت نہیں کر رہا بلکہ ایک امتی اور صحابی کی طرف کر رہا ہے۔

(　امام قرطبی مزید فرماتے ہیں) ہم نے جو یہ کہا ہے کہ ایسے شخص کو قتل نہیں کیا جائے گا اس کا مقصد یہ نہیں کہ اس کو بغیر کسی سزا کے چھوڑ دیا جائے گا۔ بلکہ ایسے شخص کو مناسب سزا دی جائے گی مثلاً جیل میں بند کیا جائے گا، سخت مار ماری جائے گی اور ذلیل ورسوا کیا جائے گا۔"[129]

تیسرا واقعہ: سیدنا عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ابو رافع یہودی کا قتل:

ابو رافع ابن ابی الحقیق خیبر کا متعصب یہودی تھا۔ وہ مکہ مکرمہ گیا اور قریش مکہ کو نبی اکرم ﷺ کے خلاف جنگ کے لیے آمادہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے اس کام کے لیے بہت زیادہ گروہوں اور جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر لیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا واقعہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے یوں بیان فرمایا ہے:

«بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى أَبِيْ رَافِعٍ الْيَهُوْدِيِّ رِجَالًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَتِيْكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَ كَانَ أَبُوْرَافِعٍ يُؤْذِيْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ يُعِيْنُ عَلَيهِ وَ كَانَ فِي حِصْنٍ لَّهُ بِأَرْضِ الْحِجَازِ» [130]

"رسول اللہ ﷺ نے انصار کے چند آدمی ابو رافع بن ابی حقیق یہودی کی طرف روانہ فرمائے سیدنا عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر اور سربراہ مقرر فرمایا، ابو رافع یہودی رسول اکرم ﷺ کو تنگ کیا کرتا تھا اور آپ ﷺ کے خلاف آپ کے دشمنوں کی مدد کیا کرتا تھا۔ صحابہ کرام کی یہ مختصر سی جماعت جب اس کو قتل کرنے گئی تو وہ اس وقت اپنی سرزمین حجاز والے قلعے میں تھا۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی درج ذیل الفاظ بھی نقل فرمائے ہیں:

129　تفسیر القرطبی: 8/180-181 طبع دار الحدیث

130　صحیح البخاری=کتاب المغازی: باب قتل أبی رافع عبد اللہ بن أبی الحقیق، الحدیث: 4039

«بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا إِلَى أَبِي رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَتِيْكٍ بَيْتَهُ لَيْلًا وَهُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَهُ»[131]

”رسول اللہ ﷺ نے تقریباً دس آدمیوں کے ایک وفد کو ابو رافع یہودی کا کام تمام کرنے کے لیے روانہ کیا۔ ان میں سے ایک سیدنا عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ تھے۔ سیدنا عبد اللہ بن عتیک رات کے وقت ابو رافع کے گھر میں داخل ہوئے وہ اس وقت سورہا تھا تو انھوں نے موقعہ پا کر ان کو قتل کر دیا۔“

سیدنا عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کرنے کے لیے کئی حربے اختیار کیے۔ بہر حال ان میں سے ایک حربہ اور حیلہ اختیار کرتے ہوئے وہ قلعہ میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ پھر انھوں نے یہودیوں کے گھروں کے دروازوں کو باہر سے بند کر دیا۔ اس کے بعد وہ ابو رافع یہودی کی طرف بڑھے۔ جاتے ہوئے جس دروازے سے بھی داخل ہوتے تھے اس کو بند کرتے تھے۔ وہاں پہنچ کر سیدنا عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اپنی آواز کو بدل (Change) لیا۔ تا کہ وہ پہچانے نہ جائیں۔

ابو رافع کے کے واقعہ سے حاصل شدہ چند احکام ومسائل:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مذکورہ واقعہ سے چند فوائد حاصل ہوتے ہیں، جو درج ذیل ہیں۔

”جَوَازُ اِغْتِيَالِ الْمُشْرِكِ الَّذِيْ بَلَغَتْهُ الدَّعْوَةُ وَأَصَرَّ، وَقَتْلِ مَنْ أَعَانَ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ أَوْ مَالِهِ أَوْ لِسَانِهِ، وَجَوَازُ التَّجَسُّسِ عَلَى أَهْلِ الْحَرْبِ وَتَطَلُّبِ غِرَّتِهِمْ وَالْأَخْذِ بِالشِّدَّةِ فِي مُحَارَبَةِ الْمُشْرِكِيْنَ وَجَوَازِ إِبْهَامِ الْقَوْلِ لِلْمَصْلِحَةِ وَتَعَرُّضِ الْقَلِيْلِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ لِلْكَثِيْرِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ“[132]

① ”ایسے مشرک کو اچانک دھوکے سے قتل کرنا جائز ہے جس کو اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہو پھر بھی وہ اپنے کفر پر اصرار کر رہا ہو۔

② ایسے شخص کو قتل کرنا بھی جائز ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کے خلاف اپنے ہاتھ، اپنے مال اور اپنی زبان کے ساتھ مخالفین کی مدد کرتا ہو۔

131 صحیح البخاری=کتاب المغازی: باب قتل أبي رافع عبد الله بن أبي الحقيق، الحدیث: 4038

132 فتح الباری: 345/7

③ جن لوگوں کے ساتھ مسلمان حالت جنگ میں ہوں ان کی جاسوسی کرنا اور ان کو اچانک دھوکے سے جالینا بھی جائز ہے۔

④ مشرکین کے ساتھ جاری جنگ میں ان پر سخت ہاتھ ڈالنا بھی جائز ہے۔

⑤ مصلحت کی خاطر اصل بات چھپا کر رکھنا بھی جائز ہے۔

⑥ مذکورہ واقعہ سے بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا چھوٹا سا گروہ مشرکین کے کسی بڑے جتھے کے ساتھ ٹکر لے سکتا ہے۔"

(حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

چوتھا واقعہ: سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں خالد ہذلی کا قتل:

دھوکے کے ساتھ قتل کرنے کے جواز پر ایک واقعہ خالد بن سفیان ہذلی کے بارے میں بھی مروی ہے۔ دشمنان اسلام اور دشمن رسول خالد ہذلی کو قتل کرنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانباز صحابی سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس واقعہ کو امام احمد بن حنبل، امام ابو داؤد اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے بیان کیا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ اپنی زبانی وہ واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

«دَعَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ : اِنَّہُ قَدْ بَلَغَنِیْ أَنَّ خَالِدَ بْنَ سُفْیَانَ بِنْ نَبِیْحٍ یَجْمَعُ لِیَ النَّاسَ لِیَغْزُوْنِیْ وَھُوَ بِعُرْنَۃَ ، فَأْتِہِ فَاقْتُلْہُ ، قَالَ: قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اِنْعَتْہُ لِیْ حَتّٰی أَعْرِفَہُ قَالَ الرَّسُوْلُ صلی اللہ علیہ وسلم : اِذَا رَأَیْتَہُ وَجَدْتَّ لَہُ قَشْعَرِیْرَۃً ، قَالَ : فَخَرَجْتُ مُتَوَشِّحًا بِسَیْفِیْ حَتّٰی وَقَعْتُ عَلَیْہِ وَھُوَ بِعُرْنَۃَ مَعَ ظَعْنٍ یَرْتَادُ لَھُنَّ مُنْزِلًا ، وَحِیْنَ کَانَ وَقْتُ الْعَصْرِ ۔ فَلَمَّا رَأَیْتُہُ وَجَدْتُّ مَا وَصَفَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہُ مِنَ الْقَشْعَرِیْرَۃِ ۔ فَأَقْبَلْتُ نَحْوَہُ ، وَخَشِیْتُ أَنْ یَّکُوْنَ بِیْنِیَ وَ بَیْنَہُ مُحَاوَلَۃٌ تَشْغَلُنِیْ عَنِ الصَّلَاۃِ ، وَأَنَا أَمْشِیْ نَحْوَہ، أُوْمِیْ بِرَأْسِیْ الرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ ، فَلَمَّا انْتَہَیْتُ اِلَیْہِ قَالَ: مَنِ الرَّجُلُ ؟ قُلْتُ : رَجُلٌ مِّنَ الْعَرَبِ سَمِعَ بِکَ وَ بِجُمْعِکَ لِھٰذَا الرَّجُلِ فَجَآئَکَ لِھٰذَا قَالَ : أَجَلْ أَنَا فِیْ ذَالِکَ ، قَالَ : فَمَشَیْتُ مَعَہُ شَیْئًا حَتّٰی اِذَا أَمْکَنَنِیْ حَمَلْتُ عَلَیْہِ السَّیْفَ حَتّٰی قَتَلْتُہُ ، ثُمَّ

خَرَجْتُ وَتَرَكْتُ ظَعَائِنَهُ مُكِبَّاتٍ عَلَيْهِ ، فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَآنِيْ فَقَالَ : أَفْلَحَ الْوَجْهُ ، قَالَ : قُلْتُ : قَتَلْتُهُ يَا رَسُوْلَ اللهِ! قَالَ : صَدَّقْتَ....))[133]

"رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا اور ارشاد فرمایا: "بلاشبہ مجھے یہ خبریں ملی ہیں کہ خالد بن سفیان بن صبیح ہذلی میرے خلاف لڑنے کے لیے لوگوں کو جمع کر رہا ہے۔ اس وقت وہ " عرنہ "(مکہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے) میں ٹھہرا ہوا ہے۔ تو اس کے پاس جا اور اس کو قتل کر ڈال۔ سیدنا عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کہا یا رسول اللہ! اس کے متعلق کچھ نشانیاں اور علامتیں مجھے بتا دیں۔ تاکہ میں اس کو پہچان لوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آپ اس کے پاس پہنچیں گے اور اس کو دیکھیں گے تو آپ اس کو اس حالت میں پائیں گے کہ اس پر کپکپی اور لرزش (رعشہ) طاری ہو گئی۔ سیدنا عبد اللہ بن انیس فرماتے ہیں: میں اپنی گردن میں تلوار لٹکائے اس کی طرف نکل پڑا اور اس کے پاس جا پہنچا۔ رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی اطلاع کے مطابق وہ واقعتا اس وقت "عرنہ" مقام پر موجود تھا اور اپنی بیویوں کے لیے کوئی جگہ تلاش کر رہا تھا۔

جب میں اس کے پاس پہنچا اس وقت عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ جب میں نے اس کو دیکھا وہ واقعتا ایسی حالت میں تھا جو رسول اللہ ﷺ نے حالت بتائی تھی کہ اس پر کپکپی اور لرزش طاری ہو گی۔ میں دھیرے دھیرے اس کی طرف چل پڑا۔ میرے دل میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ اگر میں اس کے پاس جاتا ہوں اور اس سے گفتگو شروع ہو جاتی ہے تو ممکن ہے "نمازِ عصر" جاتی رہے ،لہٰذا میں نے چلتے چلتے اشارے سے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ رکوع اور سجدہ کرنے کے لیے میں اپنے سر کو ذرا نیچے جھکاتا رہا۔ بالآخر میں اس کے پاس پہنچ گیا۔

اس نے مجھے دیکھ کر سوال کیا: آپ کون ہیں ؟میں نے جواب دیا میں اہل عرب سے تعلق رکھنے والا ایک فرد ہوں ۔(اس کو اعتماد میں لینے کے لیے کہنے لگے) آپ کے بارے میں سنا ہے کہ اس شخص (اشارہ رسول اللہ ﷺ تھا) کو قتل کرنے کے لیے کوئی فوج جمع کر رہے ہیں۔ اسی جذبہ کے تحت میں آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ میں بھی اس فوج میں شامل ہو جاؤں۔ دشمنِ اسلام خالد ہذلی کہنے لگا: بالکل! میں آج کل اسی منصوبے پر کام کر رہا

[133] سنن أبي داؤد=کتاب الصلوۃ/تفریع ابواب صلوۃ السفر: باب صلوۃ الطالب ، سنن البیھقی=کتاب صلوۃ الخوف: باب کیفیۃ صلوۃ شدۃ الخوف ، الحدیث: 6024، البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر :4/160-161، نیل الاوطار: 3/213، مسند احمد: 3/496، اس حدیث کی سند پر امام ابو داؤد اور امام منذری رحمۃ اللہ علیہما نے خاموشی اختیار کی ہے جبکہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔

ہوں۔ سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں کچھ دیر اس کے ساتھ چلتا رہا اور چہل قدمی کرتا رہا۔ یہاں تک جب میرے لیے ممکن ہوا، میں نے تلوار کے ساتھ اس پر بھرپور حملہ کیا اور اس کو واصل جہنم کر دیا۔ پھر میں وہاں سے نکل پڑا۔ میں نے آتے ہوا دیکھا کہ کی بیویاں اس پر (روتے ہوئے اور بین کرتے ہوئے) جھکی ہوئی تھیں۔ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھتے ہی دعائیہ انداز میں فرمایا: اللہ اس چہرے کو بامراد اور تروتازہ رکھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اس کو قتل کر ڈالا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے اپنی بات کو اور اپنے ارادے کو سچ کر دکھایا ہے۔"

مذکورہ بالا احادیث میں جو چار واقعات درج ہوئے ہیں اور ان کے علاوہ جو دیگر واقعات اس موضوع پر مروی ہیں، ان دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار پر اچانک دھوکے سے جھپٹ پڑنا جائز اور مباح ہے۔ بطور خاص وہ کافر جو مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہوں ان پر جھپٹنا ان کو قتل کرنا اور ہر ممکن طریقہ سے ان کی طرف پہنچنے کی منصوبہ بندی کرنا جائز ہے۔ یہ سارا عمل "جہاد فی سبیل اللہ" ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ سرکاری علماء، مجرم صحافی اور ملحد مصنفین ہی اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں کیونکہ وہ اس "عمل" کو جہاد فی سبیل اللہ سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

ہم اس بارے میں علماء حق کے فتاوی اور اقتباسات کعب بن اشرف کے قتل کے واقعہ میں بیان کر چکے ہیں۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلسوں میں جن لوگوں نے کعب بن اشرف کے قتل کو جہاد فی سبیل نہیں بلکہ دھوکہ دہی اور فریب پر محمول کیا تھا۔ ایسے شخص کے بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قتل کر دینے کا حکم صادر فرما دیا۔

فضیلۃ الشیخ علامہ عبدالرحمن الدّوسری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس مسئلہ میں عرب کے مشہور عالم فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن الدوسری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں وضاحت فرمائی ہے۔ علامہ عبدالرحمن الدوسری فرمان باری تعالیٰ ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے عبودیت کے مراتب کا تذکرہ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

ثُمَّ اِنَّ اِعْدَادَ الْقُوَّةَ حَسْبَ الْمُسْتَطَاعِ مِنْ وَاجِبَاتِ الدِّيْنِ وَ لَوَازِمِ اِقَامَتِهِ وَالْعَابِدُ الصَّحِيْحُ لِلّٰهِ لَا يَعْتَوِرُهُ التَّسْوِيْفُ فِيْ هٰذَا ، فَضَلًا عَنْ تَرْكِهِ أَوْ التَّسَاهُلِ فِيْهِ ، وَأَيْضًا فَالْعَابِدُ لِلّٰهِ الْمُصَمِّمِ عَلَى الْجِهَادِ يَكُوْنُ مُنَفِّذًا

لِلغِيْلَةِ فِيْ أَئِمَّةِ الْكُفْرِ مِنْ دَعَاةِ الْإِلْحَادِ وَالْإِبَاحِيَةِ ، وَ كُلِ طاعِنٍ فِي وَحْيِ للهِ أَوْ مُسَخِّرٍ قَلَمَهُ أَوْ دِعَايَتِه ضِدَّ الدِّيْنِ الْحَنِيْفِ لِأَنَّ هَذَا مُؤذٍ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِه ﷺ لَا يَجُوْزُ لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْ بُقَاعِ الْأَرْضِ مِنْ خُصُوْصٍ وَ عُمُوْمٍ أَن يَّدْعُوْهُ عَلٰى قَيْدِ الْحَيَاةِ لِأَنَّهُ أَضَرُّ مِنَ ابْنِ أَبِي الْحَقِيْقِ مِمَّنْ نَدَبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِلَى اغْتِيَالِهِمْ ، فَتَرْكُ اغْتَالِ وَرَثَتِهِمْ فِي هَذَا الزَّمَانِ تَعْطِيْلٌ لِوَصِيَّةِ الْمُصْطَفٰى ﷺ وَ اخْلَالٌ فَظِيْعٌ بِعُبُوْدِيَةِ اللهِ سَمَاحٌ صَارِخٌ شَنِيْعٌ لِلمَعَاوِلِ الْهَدَّامَةِ فِيْ دِيْنِ اللهِ لَا يَقْسُهُ صُدُوْرُهُ إِلَّا مِنْ عَدْمِ الْغَيْرَةِ لِدِيْنِ اللهِ وَالْغَضَبِ لَوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ ، وَ ذَالِكَ نَقُصٌ عَظِيْمٌ فِي حُبِّ اللهِ وَ رَسُوْلِهِ ﷺ وَ تَعْظِيْمِهَا لَا يَصْدُرُ مِنْ مُحَقِّقٍ لِعُبُوْدِيَةِ اللهِ بِمَعْنَاهَا الصَّحِيْحِ الْمَطْلُوْبِ" [134]

"بلاشبہ حسب استطاعت کافروں کے خلاف اپنی قوت تیار رکھنا بھی دین کے واجبات اور اقامت دین کے لوازمات سے تعلق رکھتا ہے صحیح معنی میں جو عابد ہوتا ہے وہ جہاد کی تیاری کے معاملے میں ٹال مٹول نہیں کرتا کہ ابھی کرلیں گے ابھی کرلیں گے۔ چہ جائیکہ وہ اس کو چھوڑ بیٹھے اور اس سے سستی اور غفلت اختیار کرے۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ صحیح معنی میں اللہ کی عبادت کرنے والا جہاد فی سبیل اللہ کا پختہ ارادہ رکھنے والا کفر کے بڑے بڑے اماموں کو دھوکے کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ وہ کفر کے امام جو لوگوں کو کفر والحاد، آزاد خیالی اور لادینیت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ان کو بری چیزوں پر لگانا چاہتے ہیں۔ کفر کے سرداروں کے علاوہ ایسے شخص کو اچانک دھوکے کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارنا ضروری سمجھتے ہیں جو اللہ کی وحی میں طعن و تشنیع کرنے والا ہو، اپنے قلم وکاغذ کو دین اسلام کے خلاف استعمال کرنے والا ہو جو اور دین حنیف کے خلاف آواز بلند کرنے والا ہو۔ ایسے لوگوں کو ختم کرنا اس لیے ضروری ہے کہ یہ لوگ بھی کعب بن اشرف اور ابورافع وغیرہ کی طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچانے والے ہیں۔ اللہ کی سرزمین کے مختلف خطوں میں سے کسی بھی خطے میں بسنے والے عام وخاص مسلمانوں کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ ان کو زندہ رہنے کے لیے چھوڑدیں۔ اس لیے کہ ایسے لوگ ابن ابی الحقیق جیسے شخص سے بھی زیادہ خطرناک ہیں اور ابن ابی الحقیق ان لوگوں میں سے ایک شخص تھا جن کو اچانک دھوکے کے ساتھ قتل کرنے کے لیے خود رسول اللہ e نے چھاپہ مار ٹیمیں روانہ کی تھیں۔ ابن ابی الحقیق وغیرہ کے وارثوں اور ان کی ناجائز ذرّیت کو موجودہ دور میں کچھ نہ کہنا اور زندہ رہنے دینا گویا محمد مصطفی ﷺ کی وصیت کو معطل اور ختم کرنے والی بات ہے

134 صفوۃ الآثار والمفاهيم من تفسير القرآن العظيم للشيخ الدوسری: 1/ 268

،اللہ کی عبادت کے متعلق انتہائی قابل نفرت بگاڑ پیدا کرنے والی بات ہے اور یہ ایسی مکروہ "درگزر" ہے جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ ہم دین الٰہی کو گرانے والی کدالوں کو سر اٹھانے کی گویا دعوت دے رہے ہیں۔ بہر حال جس کے دل میں اللہ کے دین کی غیرت موجود ہے اس سے تو اس قسم کی امید نہیں کی جاسکتی۔ البتہ جو غضب الٰہی کا مستحق ہے، اس سے تو اس رویے کی امید نہیں کی جاسکتی۔ یہ بھی یاد رکھیے کہ دین اسلام کے بارے اس طرح کی نرم اور لچکدار پالیسیاں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور اقرار عظمت کے بارے میں بڑے نقص کی آئینہ دار ہیں۔ جو صحیح معنی میں اللہ کی عبادت کو ثابت کرنے والا ہو اس شخص سے اس طرح کی نرم ولچکدار پالیسیاں صادر نہیں ہوسکتیں۔　　(علامہ الدوسری رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

علامہ الدوسری رحمۃ اللہ علیہ کی کھری کھری باتیں اور علماء سلاطین کا کردار:

شیخ عبد الرحمن الدوسری رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ تفسیر اور ان کا زور دار بیان بھی پڑھ لیں اور پھر موجودہ دور کے علماء کا طرز عمل بھی دیکھ لیں۔ آج کے دور کے سرکاری علماء بزدل بن چکے ہیں، دین کے بارے میں بہت زیادہ نرمی اور ڈگمگاہٹ کا ثبوت دے رہے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کے بارے میں ان کے دلوں سے غیرت وحمیت ختم ہو چکی ہے۔ جس طرح کی کھری کھری بات شیخ عبد الرحمن الدوسری نے کہہ دی ہے موجودہ دور کے سرکاری علماء کو کو اس طرح کی کھری کھری بات کہنے کی توفیق کہاں ؟اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان سرپرست اور آقا ان کو اجازت دیں تو وہ اس طرح کی بات کہیں۔ جب وہ ان کو اجازت نہیں دیں گے وہ کیسے ایسی کھری کھری باتیں کہہ سکیں گے۔ مشکلات اور سخت حالات میں جو کلمہ حق سربلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ قوموں میں سربلندیاں اور رفعتیں عطا فرماتا ہے اور لوگ بھی ان کا نام لیتے ہوئے رحمۃ اللہ علیہم پڑھتے ہیں یعنی ان کے لیے اللہ سے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں جبکہ اس کے برعکس درباری، سرکاری اور پیٹ کے پجاری مولویوں کا کہیں تذکرہ ہوتا ہے تو لوگ ان پر لعنتیں ہی بھیجتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

تاکہ دوسرے لوگ بھی عبرت پکڑیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ احادیث کی روشنی میں ہر اس شخص کو ہم دعوت دیتے ہیں کہ ان سرکش وباغی گروہ کو ،لوگوں کے عقائد اور دینداری کو برباد کرنے والوں کو، اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اہل اسلام کو تنگ کرنے والوں کو اور دین اسلام

میں طعن وتشنیع کرنے والے افراد کو قتل کرنے پر قدرت اور طاقت رکھتا ہے کہ وہ ضرور اس کام کو سرانجام دے۔ اللہ تعالیٰ کے اوپر اپنا توکل اور بھروسہ کرے۔ وہی اللہ اس کے لیے کافی اور مددگار ہے۔ اس مشن میں اگر اس کی اپنی جان بھی چلی جاتی ہے تو ان شاءاللہ العزیز وہ شہید ہوگا۔ جو اپنا یہ کارنامہ "فی سبیل اللہ" آخرت میں بھیج رہا ہے اس پر وہ اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔

یہ بھی ضروری ہے کہ ان طاغوتوں کو اس طریقہ سے ختم کیا جائے کہ ان جیسے دوسرے افراد بھی اپنی کرتوتوں اور خلافِ اسلام حرکتوں سے باز آجائیں۔ ایسے طریقہ سے ان طاغوتوں کا خاتمہ ہو کہ اللہ کے دین میں کیڑے نکالنے والے اور عیب جوئی کرنے والے جس شخص کو اپنا یہ عمل بہت خوبصورت اور بھلا محسوس ہوتا ہے، یا جو دین اسلام میں طعن وتشنیع کرتا رہتا ہے، یا جو اللہ کے مومن بندوں کو تنگ کرتا رہتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے بھی وہ طریقہ روک تھام اور سدباب کا سبب بن جائے اور دیگر تمام مجرمین کے لیے بھی یہ کاروائی عبرت کا نشان بن جائے۔ بالکل ایسے جیسے یہودیوں کا بڑا سردار کعب بن اشرف مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہوا تو اس سے باقی یہودی بھی سہم گئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر شکایت کرتے ہوئے کہنے لگے: ہمارا قائد و لیڈر دھوکے سے قتل کر دیا گیا ہے (اور اس کو آپ کے ساتھیوں نے قتل کیا ہے) نبی ﷺ نے ان یہودیوں کی اس شکایت کے جواب میں ان کے قائد کی بری حرکتیں اور شرارتیں بیان فرمائیں۔ نیز یہ بھی واضح کیا کہ وہ لوگوں کو میرے خلاف جنگ کرنے اور مجھے قتل کرنے پر ابھارا کرتا تھا۔ یہ سن کر وہ خوفزدہ ہوگئے اور کچھ کہے بغیر اٹھ کر چل دیے۔

جرم کیے اگر لمبا عرصہ بیت جائے تو:

یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ لمبا عرصہ اور مدت مدید گزرنے کے باوجود جنگی جرائم کی سزا ساقط نہیں ہوا کرتی۔ نبی اکرم ﷺ نے چند جنگی مجرموں کو فتح مکہ کے روز سزا سنائی اور ان کا خون رائیگاں قرار دے دیا اور فرمادیا کہ یہ لوگ جہاں بھی نظر آجائیں ان کو قتل کر دیا جائے خواہ وہ مرد تھے یا عورتیں تھیں۔ حالانکہ ان کی طرف سے مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار کیے ہوئے ایک لمبا زمانہ گزر چکا تھا۔ جب چند سالوں کے بعد اللہ رب العزت نے مسلمانوں کے ہاتھوں مکہ کو فتح کر دیا تو اس وقت ان کو ان کے ان جرائم کی سزائیں دی گئیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک گروپ روانہ کیا اور فرمایا:

((اِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَ فُلَانًا فأَحْرِقُوْهُمَا بِالنَّارِ . . . .)) .[135]

''اگر فلاں اور فلاں شخص تمہیں مل جائے تو ان کو آگ کے ساتھ جلا دینا.....''

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَ وَقَعَ فِيْ رِوَايَةِ ابْنِ اسْحَاقَ ((اِنْ وَجَدتُّمْ هِبَّار بْنَ الْاَسْوَدِ وَالرَّجُلَ الَّذِيْ سَبَقَ مِنْهُ اِلٰى زَيْنَبَ مَا سَبَقَ فَحَرِّقُوْهُمَا بِالنَّارِ)) يَعْنِيْ زَيْنَبَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَ كَانَ زَوْجُهَا أَبُوْ الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيْعِ لَمَّا أَسَرَهُ الصَّحَابَةُ ثُمَّ أَطْلَقَهُ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْمَدِيْنَةِ شَرَطَ عَلَيْهِ أَنْ يُّجَهِّزَلَهُ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ فَجَهَّزَهَا ، فَتَبِعَهَا هَبَّارُ بْنُ الْأَسْوَدِ وَ رَفِيْقُهُ فَنَخَسَا بَعِيْرَهَا فَأَسْقَطَتْ وَمَرِضَتْ مِنْ ذَالِكَ ، قَالَ الحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ فِيْ فَوَائِدِ هَذَا الْحَدِيْثِ : وَفِيْهِ أَنَّ طُوْلَ الزَّمَانِ لَا يَرْفَعُ الْعَقُوْبَةَ عَمَّنْ يَسْتَحِقُّهَا''[136]

''ابن اسحاق کی روایت میں ان لوگوں کے بارے میں کچھ وضاحت بھی آئی ہے جن کو جلانے کا حکم آپ ﷺ نے دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

''اگر تم ہبار بن اسود کو اور اس شخص کو پالو جس سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں وہ غلط حرکت سرزد ہوئی تھی۔ جو بھی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ان کو جلا کر خاکستر بنا دینا۔''

مذکورہ روایت میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا جو تذکرہ ہوا ہے۔ ان سے رسول اللہ ﷺ کی سب بڑی صاحبزادی سیدہ زینب بنت رسول ﷺ مراد ہیں۔ ان کے خاوند کا نام ابو العاص بن ربیع تھا۔ غزوۂ بدر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے اس کو گرفتار کر لیا تھا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے اس کو مدینہ سے اس شرط پر آزاد کر دیا تھا کہ وہ مکہ جا کر میری بیٹی زینب کو تیار کر کے میری طرف روانہ کر دے۔ اس نے اپنی بات کو پورا کیا اور جا کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ روانہ کر دیا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جب مکہ سے مدینہ کی طرف سفر کر رہی تھیں۔ ہبار بن اسود اور اس کا ایک ساتھی ان کے پیچھے چل پڑے۔ ان دونوں افراد نے عداوت اسلام کی بناء پر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے اونٹ کو ایک لکڑی چبھو کر بھگا دیا۔ سیدہ زینب بنت رسول ﷺ اونٹ سے گر پڑیں اور اس کی وجہ سے بیمار

---

[135] صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب لا یعذب بعذاب الله، الحدیث: 3016

[136] فتح الباری: 6/149-150

ہو گئیں۔(اور اسی جرم اور شرارت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے روز ہبار بن اسود اور اس کے ساتھی کا خون رائیگاں قرار دیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ لوگ جہاں بھی نظر آئیں ان کو قتل کر دیا جائے۔)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ کسی سزا کے مستحق سے لمبا زمانہ بیت جانے کے باوجود سزا ختم نہیں ہوتی۔" (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

مظلوم کا ہاتھ اور ظالم کا گریبان:

فتح مکہ کا یہ واقعہ ایک بہت بڑا ڈراوا ہے اس شخص کے لیے جو مسلمانوں کی عزتوں اور حرمتوں کو آج پامال کر رہا ہے۔ مسلمانوں کا بے دریغ ناحق خون بہا رہا ہے اور ان کے مال و دولت کو اپنے قبضہ میں کرتا جا رہا ہے۔ ایسے شخص کو ڈرنا چاہیے کہ زمانے کا وہ دن دور نہیں جب ان مجاہدین کے ہاتھ بھی ان کے گریبان تک جا پہنچیں گے۔ (ان شاء اللہ) یہ بھی ذہن نشین رہے کہ عام لوگ تو شاید ان مظالم اور مصائب کو بھول جائیں تو بھول جائیں لیکن مظلوم اپنے اوپر ہونے والے جبر واستبداد کو کبھی نہیں بھولتا۔ ان شاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب مظلوم اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ لیں گے اور پورا پورا قصاص وصول کریں گے۔"

جب مظلوم کا ہاتھ ظالم کے گریبان تک جا پہنچے گا اس وقت ظالم کو کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جو اس پر رحم کرے جس طرح اس سے پہلے مظلوم کی حالت تھی کہ جب مظلوم پر ظلم ہوتا تھا تو آگے بڑھ کر اس وقت ظالم کا ہاتھ نہیں پکڑتا تھا کہ ظالم کو ظلم سے روک سکے۔ اس طرح پورا پورا بدلہ اور قصاص ہو گا۔ (ان شاء اللہ)　　　(وہ چاہے دنیا میں ہو چاہے آخرت میں ہو)

باب:9

جس کو کافروں نے اپنے ساتھ زبردستی نکالا ہو اگر وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں قتل بھی ہو جائے تو قیامت کے دن اپنی نیت کے مطابق اٹھایا جائے گا۔ جبکہ ہمارے ذمہ یہ بات ہے کہ ہم اس سارے لشکر سے جنگ کریں جو ہمارے خلاف برسرپیکار ہے۔ اس میں ارادہ و قصد سے آئے ہوئے اور زبردستی لائے ہوئے کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔

مجبور کیے جانے والے شخص کا حکم

گرفتاری سے پہلے اور گرفتاری کے بعد:

اس شخص کے بارے بحث گزر چکی ہے کہ جو کافروں سے دوستی کرتا ہے اور مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے کافروں کا ساتھی بنتا ہے۔ ایسا شخص بلاشک وشبہ کافر ہے۔ جنگی امور میں اس کے ساتھ کافروں والا معاملہ ہی اختیار کیا جائے گا۔ مسلمانوں سے لڑنے والے گروہ کے تمام افراد کا یہی حکم ہے۔ اس عام حکم میں سے صرف وہ شخص مستثنیٰ قرار پائے گا جس کو کافر زبردستی اپنے ساتھ لے جائیں۔ ایسا مجبور شخص درحقیقت کافر نہیں ہوگا نہ ہی اس کے ساتھ کافروں والا معاملہ کیا جائے گا۔ البتہ ظاہراً اس کا معاملہ یوں ہوگا کہ اگر تو اس پر قابو پانے اور اس کو قیدی بنانے سے پہلے پہلے اس کی حالت کا علم ہو جائے اور وہ ہتھیار ڈال دے تو ایسا شخص دنیاوی احکام میں بھی کافر نہیں سمجھا جائے گا۔

جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے کہ جس کے اصل معاملہ کی تمیز مسلمان جنگ سے قبل نہ کر سکیں تو اس کا معاملہ بھی دنیا کے ظاہری احکام میں دیگر مخالف جنگجوؤں کی طرح ہوگا۔ یہ بات پیش نظر رہے کہ مسلمانوں پر یہ بالکل ضروری نہیں ہے کہ وہ اس بات کی چھان پھٹک کرتے پھریں کہ ہمارے خلاف برسرپیکار مخالفین میں سے کون کون دل کی خوشی سے جنگ کر رہا ہے اور کون کون زبردستی جنگ میں جھوکا گیا ہے جو بھی مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہو اور جنگ سے قبل اس پر قابو پانے یا گرفتار کرنے سے پہلے پہلے اس کے بارے میں کنفرم (Conferm) نہ ہو کہ یہ شخص زبردستی جنگ میں لایا گیا تھا تو اس کا حکم وہی ہوگا جو دیگر جنگ کرنے والوں کا ہوگا۔ اگرچہ بعد میں وہ یہ دعوٰی کرتا رہے کہ میں تو مسلمان ہوں، یا یہ دعوٰی کرے کہ "میں تمہارے خلاف جنگ میں شرکت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے تو زبردستی ہانک کر لایا گیا ہے۔" اس قسم کا کوئی عذر لنگ جنگ کے بعد یا گرفتاری کے بعد قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس بات کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((أَصَابَ الْمُسْلِمُوْنَ رَجُلًا مِنْ بَنِیْ عَقِیْلٍ فَأَتَوا بِهِ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ مُسْلِمٌ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ((لَوْ کُنْتَ قُلْتَهَا وَانْتَ تَمْلِكُ اَمْرَكَ أَفْلَحْتَ کُلَّ الْفَلَاحِ)) [137]

[137] صحیح مسلم = کتاب النذر: باب لَاوَفَاء لنذر فی معصیة الله ولا فیما لا یملك العبد، الحدیث: 1641

”مسلمانوں نے بنو عقیل قبیلہ کے ایک آدمی کو گرفتار کر لیا۔ وہ اس کو ساتھ لیے ہوئے رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے۔ نبی اکرم ﷺ کے سامنے اس نے کہا: میں تو مسلمان ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ بات تو اس وقت کہتا جب تو اپنے آپ کا مالک تھا (جب تو مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار نہیں ہوا تھا) تو تو مکمل طور پر بچ جاتا۔“ [138]

اس موضوع پر دوسری دلیل وہ ہے جو سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی گرفتاری سے متعلق ہے اور جو چند صفحات کے بعد آگے آ رہی ہے۔

ایک لشکر جو کعبۃ اللہ پر چڑھائی کرے گا:

اب ہم اس موضوع پر امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک طویل اقتباس عربی عبارت کے بغیر فقط ترجمہ کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ اس میں بیان کردہ احادیث کی اصل عبارت کو نقل کر کے ترجمہ دے دیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

جس شخص کو زبردستی مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے مجبور کیا گیا ہو اور اسے لا کر کفار کی صفوں میں کھڑا کر دیا گیا ہو تو ایسے شخص کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

[138] اس حدیث کا سیاق وسباق کچھ یوں ہے:

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: قبیلۂ بنی ثقیف اور قبیلہ بنی عقیل میں جنگی معاہدے کے تحت باہمی دوستی تھی۔ بنو ثقیف نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے دو افراد کو قید کر لیا اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے بنی عقیل میں سے ایک شخص کو گرفتار کر لیا۔ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کو بھی پکڑ لیا (جو کافروں کے قبضہ میں چلی گئی ہوئی تھی) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بنو عقیل کے جس فرد کو گرفتار کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے۔ وہ اس وقت بندھا ہوا تھا۔

بنو عقیل کا وہ قیدی آپ ﷺ کو دیکھتے ہی بے اختیار بولا: یا محمد! یا محمد!۔ آپ ﷺ اس کے بالکل قریب چلے گئے اور پوچھا تو کیا کہنا چاہتا ہے؟ اس قیدی نے کہا: مجھے بتایئے! آپ کے صحابہ نے مجھے کس جرم میں پکڑا ہے اور حاجیوں کے سردار (مراد رسول اللہ ﷺ کی عضباء اونٹنی) کو کس جرم میں پکڑا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بہت بڑا جرم ہے جس کی بنا پر تجھے قید کیا ہے۔ میں نے تجھے تمہارے حلیف اور دوست بنو ثقیف کے جرم میں پکڑا ہے۔ (کیونکہ انہوں نے ہمارے دو آدمی اپنے قبضے میں لیے ہوئے ہیں) رسول اللہ ﷺ اس سے ذرا دور ہٹنے لگے تو پھر بلند آواز میں کہنے لگا: یا محمد! یا محمد! رسول اللہ ﷺ اپنی طبیعت اور مزاج کے اعتبار سے بہت ہی نرم دل اور مہربان تھے۔ آپ اس کی طرف پھر واپس آئے اور پوچھا: کیا بات ہے؟ وہ قیدی کہنے لگا: میں مسلمان ہوں۔ آپ e نے فرمایا: اگر یہ بات تو اس وقت کہتا جب تو اپنے آپ کا مالک تھا (اور ابھی تو گرفتار نہیں ہوا تھا) تو یہ بات کہنے سے تو بالکل نجات پا جاتا۔

رسول اللہ ﷺ اس کی بات کا جواب دے کر پھر دور جانے لگے تو اس نے پھر بلند آواز سے پکارنا شروع کر دیا: یا محمد! یا محمد! آپ ﷺ پھر قریب آئے اور پوچھا: ہاں! تو کیا کہنا چاہتا ہے؟ وہ کہنے لگا: میں بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلایئے! میں پیاسا ہوں مجھے پانی پلایئے! آپ ﷺ نے فرمایا: بالکل ضرور۔ یہ آپ کا (انسانی) حق اور (بشری) ضرورت ہے۔ یہ کچھ آپ کو ضرور فراہم کیا جائے گا۔ بعد ازاں اس قیدی کو دو مسلم قیدیوں کے بدلے آزاد کر دیا گیا جن کو بنو ثقیف نے گرفتار کیا ہوا تھا۔

''جس کو کافروں نے اپنے ساتھ زبردستی نکالا ہو اگر وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں قتل بھی ہو جائے تو قیامت کے دن اپنی نیت کے مطابق اٹھایا جائے گا۔ جبکہ ہمارے ذمہ یہ بات ہے کہ ہم اس سارے لشکر سے جنگ کریں جو ہمارے خلاف برسرپیکار ہے۔ اس میں ارادہ و قصد سے آئے ہوئے اور زبردستی لائے ہوئے کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ اس بارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث کو ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے۔ سیدہ عائشہ r فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ)) : قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ! كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ)) [139]

''قیامت کے قریب ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کرے گا۔ جب وہ زمین کے ایک کھلے میدان میں پہنچے گا تو انہیں اول سے آخر تک سب کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! اس لشکر کو شروع سے آخر تک کیونکر دھنسایا دیا جائے گا۔ جبکہ وہیں ان کے بازار بھی ہوں گے اور ان میں وہ لوگ بھی ہوں گے جو اس لشکر والوں میں (خوشی خوشی شامل نہیں ہوں گے ؟رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ہاں! شروع سے آخر تک ان سب کو دھنسا دیا جائے گا پھر ان کی نیتوں کے مطابق ان کو قیامت کے روز اٹھایا جائے گا۔''

یہ حدیث اور بھی بہت ساری اسناد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ [140]

---

[139] صحیح البخاری=کتاب البیوع: باب ما ذکر فی الاسواق، الحدیث: 2118، وکتاب الحج: باب هدم الکعبة، صحیح النساء=کتاب مناسك الحج/المواقیت: باب حرمة الحرم، الحدیث: 2695عن أبی هریرة رضی الله عنه، الجامع الترمذی=ابواب الفتن باب ماجاء فی الخسف، الحدیث: 2184

[140] اسی حدیث کو امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کیا ہے۔ وہاں الفاظ یوں مروی ہیں:

((ذکر النبی صلی الله علیه وسلم الجیش یخسف بهم، فقالت أم سلمة: یارسول الله! لعل فیهم المکره، قال: انهم یبعثون علی نیاتهم)) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کا تذکرہ فرمایا: جو زمین میں دھنس جائے گا۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یارسول اللہ! ہو سکتا ہے کہ ان میں کوئی ایسا شخص بھی ہو جو زبردستی لایا گیا ہو۔ (کیا وہ بھی زمین میں دوسرے لشکر کے ساتھ ہی دھنس جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بھی ان کے ساتھ دھنس جائے گا مگر) قیامت کے روز اپنی اپنی نیت کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔'' (صحیح ابن ماجة=کتاب الفتن: باب بجیش البیداء، الحدیث:3686، الجامع الترمذی=ابواب الفتن: باب حدیث الخسف بجیش البیداء، الحدیث: 2171) اسی حدیث کو امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ صفیہ سے بھی درج ذیل الفاظ سے روایت کیا ہے:

((لاینتهی الناس عن غزو هذا البیت حتی یغزو جیش۔ حتی اذا کانوا بالبیداء، (أو ببیداء من الارض) خسف باولهم و آخرهم ولم ینج اوسطهم) قلت: فان کان فیهم من یکره؟ قال((یبعثهم الله علی ما فی انفسهم))

کافر لوگ اس گھر (یعنی کعبۃ اللہ) کی طرف لشکر کشی کرنے اور جنگ کرنے سے باز نہیں آئیں گے۔ مکہ والوں کے خلاف ضرور نبرد آزما ہوں گے۔ یہاں تک کہ ایک لشکر جنگ کے لیے مکہ کی طرف بڑھے گا۔ جب وہ مقام بیداء میں (یا زمین کے وسیع میدان میں) پہنچیں گے تو اول تا آخر سارا لشکر زمین میں دھنس جائے گا اس کے درمیان والے بھی نہیں بچیں گے۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس واقعہ کو الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ اپنی صحیح میں متعدد سندوں سے بیان کیا ہے۔ صحیح مسلم میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يَعُوْذُ عَائِذٌ بِالبَيْتِ فَيُبْعَثُ اِلَيْهِ بَعْثٌ ، فَاِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْاَرْضِ خُسِفَ بِهِمْ)) قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! كَيْفَ بِمَنْ كَانَ كَارِهًا ؟قَالَ: يُخْسِفُ بِهِ مَعَهُمْ وَلٰكِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى نِيَّتِهٖ) [141]

”ایک پناہ پکڑنے والا خانہ کعبہ کی پناہ لے گا (مراد امام مہدی ہیں) پھر اس کی طرف ایک لشکر (مسیح دجال کا) بھیجا جائے گا۔ جب وہ زمین کے ایک کھلے میدان میں پہنچیں گے تو زمین میں دھنس جائیں گے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جو شخص زبردستی اس لشکر میں شامل کیا گیا ہو گا۔ اس کے بارے میں کیا معاملہ ہو گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ بھی ان کے ساتھ ہی زمین میں دھنس جائے گا لیکن قیامت کے دن اپنی نیت پر اٹھے گا۔“[142]

کعبۃ اللہ کی حرمت کو پامال کرنے والے یکدم ہلاک ہوں گے:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی صحیح مسلم کی درج ذیل حدیث بھی ذکر فرمائی ہے۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں:

((عَبِثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنَامِهٖ فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! صَنَعْتَ شَيْئًا فِيْ مَنَامِكَ لَمْ تَكُنْ تَفْعَلُهُ فَقَالَ((اَلْعَجَبُ اِنَّ نَاسًا مِنْ أُمَّتِيْ يُؤمُّوْنَ الْبَيْتَ بِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَدْ لجَأَ بِالْبَيْتِ حَتّٰى اِذَا كَانُوْا

: یارسول اللہ! اگر کوئی شخص زبردستی اس میں شامل کیا گیا ہو۔ وہ خوشی خوشی نہ آیا ہو؟ کیا وہ بھی ساتھ ہی زمین میں دھنس جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں البتہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کو ان کے ارادوں اور نیتوں کے مطابق زندہ کرے گا جو ان کے دلوں میں تھے۔“

صحیح ابن ماجۃ=کتاب الفتن: باب جیش البیداء، الحدیث:3275، الجامع الترمذی=أبواب الفتن: باب ماجاء فی الخسف، الحدیث:2184

141 صحیح مسلم=کتاب الفتن وأشراط السّاعۃِ: باب الخسف بالجیش الّذی یوم البیت، الحدیث؛2882

142 (ا) اس معنی کی حدیث امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے ان الفاظ کے ساتھ بھی روایت کی ہے۔ سیدہ حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا:

لیؤمن هذا البیت جیش یغزونه حتی اذا کانوا ببیداء من الارض یخسف بأوسطهم ینادی اولهم آخرهم ، ثم یخسف بهم ، فلا یبقی الا الشرید الذی یخبرعنهم))فقال رجل : اشهد علیك انك لم تكذب علی حفصة وأشهد علی حفصة انها لم تكذب علی النبی صلی الله علیه وسلم۔

بِالْبَيْدَاءِ خُسِفَ بِهِمْ)) فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! اِنَّ الطَّرِيْقَ قَدْ يَجْمَعُ النَّاسَ۔ قَالَ: ((نَعَمْ! فِيهِمُ الْمُسْتَبْصِرُ ،وَالْمَجْبُوْرُ، اَبْنُ السَّبِيْلِ يَهْلِكُوْنَ مَهْلَكًا وَاحِدًا وَيَصْدُرُوْنَ مَصَادِرَ شَتّٰى۔ يَبْعَثُهُمُ اللهُ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ)) [143]

''ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے سوئے سوئے اپنے ہاتھ اور پاؤں کو حرکت دی۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آج آپ نے حالتِ نیند میں وہ کام کیا ہے جو پہلے نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تعجب ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ ایک شخص کے لیے خانہ کعبہ پر چڑھائی کریں گے۔ جس شخص کے لیے وہ کعبہ کی طرف چڑھائی کریں گے وہ قریشی ہو گا۔ وہ بیت اللہ کی پناہ حاصل کرے گا۔ بیت اللہ کی طرف چڑھائی کرنے والے لوگ جب مقامِ ''بیداء'' پہنچیں گے تو زمین میں دھنس جائیں گے۔'' سیدہ عائشہ فرماتی ہیں، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! راستہ میں تو ہر قسم کے چلتے ہیں۔ (کیا وہ سب دھنس جائیں گے ؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو قصداً آئے ہوئے ہوں گے، ان میں سے کچھ ایسے بھی لوگ ہوں گے جو زبردستی آئے ہوئے ہوں گے اور ان میں سے کچھ راہ چلتے مسافر بھی ہوں گے۔ لیکن یہ سب کے سب یکبارگی اور یکدم ہلاک ہو جائیں گے۔ پھر قیامت کے روز مختلف نیتوں پر اللہ تعالیٰ انہیں زندہ کرے اور اٹھائے گا۔''[144]

143 صحیح مسلم= کتاب الفتن: باب الخسف بالجیش الّذی یوم البیت، الحدیث: 2884

144 سابقہ ذکر کردہ تمام احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو لشکر خانہ کعبہ کو گرانے کے لیے آئے گا۔ اس لشکر میں موجود تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کے حق دار ٹھہریں گے۔ چاہے وہ دل کی خوشی اور قصد وارادہ سے لشکر میں شامل تھے یا زبردستی اس لشکر میں شامل کیے گئے تھے۔ سب ہی ''زمین میں دھنس جانے'' کے عذاب سے دوچار ہوں گے۔ علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ظالموں ،فاسقوں اور فاجروں سے دور رہنے ہی میں بچاؤ ہے۔ برے لوگوں کی صحبت اور معیت ہلاکت اور تباہی کا باعث بن جاتی اور بن سکتی ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند

صحبت طالع ترا طالع کند

جنگ میں زبردستی لایا ہوا شخص اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی گرفتاری:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں: اللہ رب العالمین اس سارے لشکر کو قیامت کے قریب تباہ وبرباد کردے گا جو بیت اللہ کی حرمت کو پامال کرنے اور اس کی بے حرمتی کے ناپاک ارادے کے ساتھ اس کی طرف بڑھے گا۔ اس لشکر میں اگر کوئی دل کی خوشی سے شامل ہوگا وہ بھی ہلاک ہو جائے گا۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس لشکر میں سے زبردستی لائے ہوئے کی دوسرے شخص سے چھانٹی کرسکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے جملہ ظاہری اور باطنی حالات سے آگاہ وآشنا ہے۔ اس کے باوجود اللہ ان سب کو تباہ کر ڈالے گا اور ان کو زمین میں دھنسادے گا، پھر روز قیامت ان کو ان کی نیتوں کے مطابق زندہ کرے گا۔

اللہ رب العزت جب زبردستی لائے گئے افراد کو دیگر افراد سے الگ نہیں کرے گا جب کہ وہ کر بھی سکتا ہے۔ تو مومنوں پر یہ پابندی اور شرط کیسے عائد کی جاسکتی ہے کہ وہ زبردستی لائے ہوئے افراد کی دوسروں سے چھانٹی کرکے جنگ وقتال کریں۔ حالانکہ مسلمانوں کے بس میں یہ معاملہ نہیں کیونکہ مومن تمام لوگوں کے اندرونی اور بیرونی علانیہ اور درپردہ حالات سے بے خبر ہیں۔ بلکہ اگر کوئی شخص جنگ کے بعد قیدی بن جانے کی حیثیت میں یہ دعوٰی بھی کرے گا کہ میں آنے پر آمادہ نہیں تھا مجھے تو زبردستی لایا گیا ہے۔ اس شخص کا زبردستی لائے جانے کا محض دعوٰی کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ جس طرح سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے بارے میں احایث میں مروی ہے۔ جنگ بدر کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب انہیں گرفتار کرکے قیدی بنالیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یارسول اللہ! مجھے زبردستی ساتھ لایا گیا تھا۔ تو جوابا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَمَّا ظَاهِرُكَ فَكَانَ عَلَيْنَا وَأَمَّا سَرِيرَتُكَ فَإِلَى اللهِ)) [145]

”آپ کی ظاہری حالت تو ہمارے خلاف ہی نظر آتی ہے۔ جہاں تک آپ کا پوشیدہ یعنی دل کا معاملہ ہے وہ اللہ کے سپرد ہے۔“ (اس واقعہ کی مزید تفصیل صفحہ : پر دیکھیں)

145 اس حدیث کو امام حاکم نے اپنی المُستدرَکُ عَلَی الصَّحِیحَین میں نقل فرمایا ہے اور اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ ”صحیح الاسناد ولم یخرجاہ“ اس حدیث کی سند صحیح ہے جبکہ امام بخاری اور امام مسلم رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو اپنی اپنی صحیح میں نقل نہیں کیا۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ البتہ اس روایت کو بیان کرنے میں الفاظ کا معمولی فرق ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو فتح الباری: 7/ 322 میں نقل کیا ہے۔ اس حدیث کے مفہوم سے کچھ ملتی جلتی بات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صحیح البخاری کی کتاب المغازی، حدیث نمبر: 4018 کے تحت بیان فرمائی ہے۔

برسرپیکار کفار کی صفوں میں اگر نیک لوگ ہوں تو:

اگر بالفرض مجاہدین اور مسلمانوں کے مخالفین کی صفوں میں کچھ ایسے لوگ ہوں جو بہت ہی بھلے مانس اور نیک لوگ ہوں اور کافران لوگوں کو اپنے آگے رکھ کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائیں اور سورت حال یہ نظر آرہی ہو کہ ان نیک وصالح مسلمانوں کو قتل کیے بغیر چارہ ہی کوئی نہیں اس کے بغیر کافروں سے جنگ ہی ناممکن ہے تو پھر ان بھلے مانس مسلمانوں کو اضطراراً قتل کر دیا جائے گا۔

ائمہ اسلام اور علماء دین اس بات پر متفق اور متحد ہیں کہ اگر کافر مسلمانوں کے ذریعہ اپنا بچاؤ اور دفاع کر رہے ہوں اور کافروں نے مسلمانوں کو اپنی ڈھال بنا رکھا ہو تو مسلمانوں کو اس بات کا خطرہ درپیش ہو کہ جنگ کی صورت میں ہمارے اپنے مسلمان بھائیوں کی جان کو خطرہ لاحق ہے۔ مزید یہ کہ کافروں کے ہاتھوں یرغمال بنے ہوئے اور ان کی ڈھال اور بچاؤ کا ذریعہ بنے ہوئے مسلمان مجاہدین اسلام سے جنگ بھی نہیں کر رہے۔ تو ایسی نازک صورت حال میں ہم مجاہدین اسلام کے لیے جائز ہے کہ وہ ان مسلمانوں پر فائر کھولیں اور ان پر اسلحہ استعمال کریں جبکہ ہمارے دل میں نیت کافروں کو قتل اور ختم کرنے کی ہو۔

بعض علماء کا یہ موقف بھی ہے کہ اگر بالفرض کافروں کی طرف سے مسلمانوں کی اپنی جان کو خطرہ نہ بھی لاحق ہو تب بھی ان یرغمال بنے ہوئے مسلمانوں پر فائر کھولا جا سکتا ہے۔

فتنے کے دور میں اپنی تلوار کند کرنے کا حکم:

اس مسئلہ کو واضح کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

''جب یہ بات کلیئر (Clear) ہے کہ جہاد کو جاری رکھنا واجب اور فرض ہے اس کی خاطر چاہے کتنے ہی مسلمان قتل ہو جائیں لہٰذا جو مسلمان کافروں کی صفوں میں ہوں انہیں ''جہاد فی سبیل اللہ'' کی ضرورت اور حاجت کی بناء پر اضطراراً قتل کرنا جہاد کو موقوف کرنے اور ختم کرنے کے جرم سے بڑا جرم نہیں ہے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ وفساد والی جنگ میں زبردستی لائے ہوئے شخص کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی تلوار توڑ ڈالے۔ کسی مسلمان کے خلاف جنگ کرنا اس کے لیے جائز نہیں ہے، چاہے وہ خود قتل ہی ہو جائے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے

سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے درج ذیل روایت نقل فرمائی ہے۔ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتَنٌ ، اَلَا ثُمَّ تَكُوْنُ فِتَنٌ ، اَلَا ثُمَّ تَكُوْنُ فِتَنٌ ، اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِيْ وَالْمَاشِيْ فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِيْ ، اَلَا فَاِذَا نَزَلَتْ أَوْ وَقَعَتْ فَمَنْ كَانَ لَهُ اِبِلٌ فَلْيَلْحَق بِاِبْلِهٖ وَمَنْ كَانَ لَهُ غَنَمٌ فَلْيَلْحَق بِغَنَمِهٖ ، وَمَنْ كَانَتْ لَه، أَرْضٌ فَلْيَلْحَقْ بِأَرْضِه)) قَالَ: فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُوْلَ اللهِ! أَرَاَيْتَ مَنْ لَمْ يَكُنْ لَّهُ اِبِلٌ وَلَا غَنَمٌ وَلَا أَرْضٌ؟ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ((يَعْمِدُ اِلٰى سَيْفِهٖ فَيَدُقُّ عَلٰى حَدِّهٖ بِحَجَرٍ ثُمَّ لِيَنْجُ اِنْ اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ ۔ أَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغتُ ، أَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ ، اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ)) فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُوْلَ اللهِ! أَرَأَيْتَ اَنْ أُكْرِهْتُ حَتّٰى يُنْطَلَقَ بِيْ اِلٰى اِحْدَى الصَّفَّيْنِ أَوْ اِحْدَى الفِئَتَيْنِ فَيَضْرِبُنِيْ رَجُلٌ بِسِيْفِهٖ أَوْ يَجِيْئُ بِسَهْمٍ فَيَقْتُلُنِيْ؟ ، قَالَ((يَبُوْءُ بِاِثْمِهٖ وَاِثْمِكَ فَيَكُوْنَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ)) [146]

"بے شک (میرے بعد) کئی فتنے ہوں گے ، خبر دار! ان فتنوں کے بعد پھر فتنے پیدا ہوں گے ، ان کے بعد پھر فتنے ہوں گے ان فتنوں میں بیٹھنے والا شخص چلنے والے شخص سے بہتر ہو گا۔ خبر دار! جب وہ فتنہ وفساد اترے یا واقع ہو تو جس شخص کے پاس اونٹ ہوں وہ اونٹوں کی دیکھ بھال کے لیے مگن ہو جائے ، جس کے پاس بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں کے پاس چلا جائے اور جس کے پاس (کھیتی باڑی کے لیے) زمین ہو وہ اپنے کھیتوں اور کھلیانوں میں چلا جائے (یعنی مسلمانوں کی باہمی جنگوں اور فتنہ وفساد سے جتنا ہو سکے دور رہے)

ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! جس آدمی کے پاس نہ اونٹ ہوں نہ بکریاں ہوں اور نہ ہی زمین ہو۔ (وہ آدمی ان ناگفتہ بہ حالات میں کیا کرے؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص اپنی تلوار پکڑے اور پتھر کے ساتھ اس تلوار کی دھار کند کر ڈالے۔ (یعنی لڑنے کی کوئی چیز تلوار، تیر، پسٹل یا کلاشنکوف وغیرہ کوئی اسلحہ پاس نہ رکھے تاکہ وہ اسلحہ اس کو جنگ پر آمادہ نہ کر سکے) پھر اپنا بچاؤ اختیار کرنے میں جتنی جلدی کر سکتا ہے اتنی ہی جلدی اپنا بچاؤ کرے۔ یااللہ! کیا میں نے تیرا حکم پہنچا دیا ہے؟ یااللہ! کیا میں نے تیرا پیغام تیرے بندوں تک پہنچا دیا ہے؟ یااللہ! کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے؟

---

[146] صحیح مسلم=کتاب الفتن:باب نزول الفتن کمواقع القطر ،الحدیث:2887، صحیح البخاری=کتاب المناقب:باب تکون فتنۃ القاعد فیھا خیر من القائم، الحدیث: 7082,7081، عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ۔

ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے بتائیے! اگر کچھ لوگ مجھ پر زبردستی کریں۔ یہاں تک کہ مجھے دو صفوں میں سے کسی ایک صف کے درمیان (یا دو گروہوں میں سے کسی ایک گروہ کے درمیان لے جا کر کھڑا کر دیں) وہاں ایک شخص اپنی تلوار کے ساتھ مجھ پر حملہ آور ہوتا ہے اور مجھ پر وار کرتا ہے یا میری طرف کوئی تیر آتا ہے اور مجھے قتل کر ڈالتا ہے۔ (ایسی صورت میں میرا کیا معاملہ ہوگا اور مجھے قتل کرنے والے کا کیا معاملہ ہوگا؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ اپنے گناہ بھی اپنے ذمہ لے گا اور تیرا گناہ بھی اپنے ذمہ لے گا۔ دونوں گناہ کو سمیٹتا ہوا وہ جہنم رسید ہو جائے گا۔"

مظلوم ہوتے ہوئے شہید ہو جانا:

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ فتنہ وفساد کے حالات میں جنگ کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ بلکہ جس شخص کو زبردستی اور مجبور کر کے ساتھ لے جایا گیا ہو۔ اسے بھی رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ وہ جنگ وقتال سے جتنا ہو سکے دور رہے اور اپنے اسلحے کو بیکار کر ڈالے، جس اسلحہ کے ساتھ اس نے جنگ کرنی تھی یا جو اسلحہ اسے جنگ پر حوصلہ دلا سکتا تھا۔

اسلحہ کو کند اور بے کار کر دینے کا حکم تو تمام افراد کے لیے ہے۔ چاہے زبردستی جنگ میں دھکیلا گیا ہو یا اس کے علاوہ ہو۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی واضح فرمایا ہے کہہ میدان جنگ میں زبردستی لایا ہوا شخص اگر بالفرض مظلومیت کی حالت میں شہید بھی ہو جاتا ہے تو اس کے قاتل کے ذمہ قاتل کا اپنا گناہ بھی ہوگا اور اس مقتول کا گناہ بھی ہوگا۔ اس موقف کی تائید قرآن مجید کے بیان کردہ اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے جناب آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔[147]

---

147 سورۃ المائدۃ میں اللہ تعالیٰ نے جناب آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا ایک واقعہ بیان کیا ہے جس کا ترجمہ یوں ہے:

"آدم (علیہ السلام) کے دونوں بیٹے (ہابیل اور قابیل) کا کھرا کھرا حال بھی انہیں سنا دو۔ ان دونوں نے اپنی اپنی قربانی پیش کی۔ ان میں سے ایک کی قربانی تو قبول ہو گئی اور دوسرے کی قربانی قبول نہ ہوئی۔ تو وہ (جس کی قربانی قبول نہیں ہوئی تھی) کہنے لگا میں تجھے مار ہی ڈالوں گا۔ اس (جس کی قربانی قبول ہو گئی تھی) نے کہا: اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کا ہی عمل قبول کرتا ہے۔ گو تو میرے قتل کے لیے دست درازی کرے لیکن میں تیرے قتل کی طرف ہرگز اپنے ہاتھ نہ بڑھاؤں گا۔ میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ تو میرا گناہ اور اپنا گناہ اپنے سر پر رکھ لے اور جہنم والوں میں شامل ہو جائے اور ظالموں کا بدلہ ہی یہی ہے۔ پس اسے اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا اور اس نے اسے قتل کر ہی ڈالا۔ جس سے نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوّے کو بھیجا جو زمین کھود رہا تھا تاکہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی لاش کو دفنا دیتا؟ پھر تو (بڑا ہی) پشیمان اور شرمندہ ہو گیا" (المائدۃ=5:27-31)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں: "سابقہ بحث کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ فتنہ وفساد کی حالت میں جس شخص کو زبردستی جنگ میں لایا گیا ہو اس کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرے۔ بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے اسلحہ کو ضائع کر ڈالے۔ اور اس پر لازم ہے کہ وہ صبر وبرداشت کا مظاہرہ کرے۔ یہاں تک کہ اس کو مظلومیت کی حالت میں قتل کر دیا جائے۔ وہ مظلومیت کی حالت میں قتل ہونا برداشت کر لے مگر جنگ میں شرکت نہ کرے۔

مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے:

اس بات سے اندازہ لگالیں کہ جس شخص کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے زبردستی میدان کارزار میں لایا گیا ہو اور وہ شخص میدان جنگ میں ایسے لوگوں کے ساتھ اترا ہو جو اسلام کے شعائر اور ارکان سے نکلے ہوئے ہیں: مثلاً زکوۃ روکنے والے اور اسلام سے پھر جانے والے لوگ یا ان جیسے دیگر لوگ۔

اس بارے میں کوئی شک وشبہ والی بات نہیں کہ فتنہ کے حالات میں اگرچہ کسی شخص کو زبردستی میدان جنگ میں مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے لایا گیا ہو پھر بھی ایسے شخص پر واجب اور ضروری ہے کہ وہ شخص جنگ میں حصہ نہ لے خواہ وہ مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہو جائے۔ بلکہ قتل ہونا برداشت کر لے۔ یہ بالکل ایسے ہے کہ مثلاً کسی مسلمان کو کافر زبردستی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرے۔ ایسی صورت میں اس کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنا شروع کر دے۔

اس بات کو اس مثال سے بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ مثلاً ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کو مجبور کرتا ہے کہ تو فلاں بے قصور اور معصوم مسلمان کو قتل کر ڈال۔ اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ مجبور کیے جانے کے باوجود کسی مسلمان شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کر ڈالے۔ اگرچہ مجبور کرنے والا کتنا ہی مجبور کرے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ مجبور کرنے والا شخص یہ دھمکی دیتا ہے کہ اگر تو اس بے گناہ اور معصوم مسلمان کو قتل نہیں کرے گا تو میں تجھے قتل کر ڈالوں گا اس سوال کا جواب یہ ہے کہ پھر بھی اس کو چاہیے کہ خود قتل ہونا برداشت کر لے مگر اپنے معصوم اور بے گناہ مسلمان بھائی کے قتل کے درپے نہ ہو۔ کیونکہ اپنے آپ کو بچاتے ہوئے کسی بے گناہ مسلمان کی جان لے لینا کسی

طور پر بھی قرین عقل وانصاف نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے مجبور کے لیے ہر گز جائز نہیں کہ خود قتل ہونے کے خوف سے کسی مسلمان کو قتل کر ڈالے۔[148] (امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے طویل اقتباس کا ترجمہ یہاں ختم ہوا)

کفار سے مسلمانوں کی طرف ایمان افروز پینترا:

جس شخص کو کفار و مشرکین مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر زبردستی مجبور کر رہے ہوں اور اس کے پاس اتنی طاقت اور قوت نہ ہو کہ وہ ان کے سامنے اسٹینڈ (Stand) لے سکے۔ ایسے شخص پر کم از کم یہ ضروری ہے کہ وہ کافروں کے لشکروں اور افواج میں حاضر ہونے کے باوجود اہل اسلام سے جنگ نہ کرے۔ بلکہ اپنے اسلحہ اور ہتھیار کو بیکار اور ضائع کر دے۔ اس کے برعکس ایسے شخص کے لیے بڑی عظمت اور عزیمت اور شرف و مرتبہ والی بات ہو گی کہ وہ پینترا بدلتا ہوا مسلمانوں کی صف میں آ کر شامل ہو کر کافروں کے خلاف بر سر پیکار ہو جائے۔ اس طرح کا ایک واقعہ کفر واسلام کے سب سے پہلے اور باقاعدہ معرکے ''غزوہ بدر'' میں پیش آیا تھا۔ سہیل بن عمرو کے بیٹے سیدنا عبد اللہ بن سہیل اندر سے سچے مسلمان تھے۔ جب وہ میدان جنگ میں پہنچے اور کفار کی صفوں میں تھے تو موقعہ پاتے ہی وہ مسلمانوں کے لشکر میں آ شامل ہوئے اور کفار مکہ سے جنگ شروع کر دی۔[149]

قیامت کے روز فیصلے نیتوں کے مطابق ہوں گے:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کفار کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وَقَدْ يُقَاتِلُوْنَ وَ فِيْهِمْ مُؤْمِنٌ يَكْتُمُ إِيْمَانَهٗ يَشْهَدُ الْقِتَالَ مَعَهُمْ وَلَا يُمْكِنُهُ الْهِجْرَةَ ، وَ هُوَ مُكْرَهٌ عَلَى الْقِتَالِ وَ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى نِيَّتِهٖ ، كَمَا فِي الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ((يَغْزُوْ جَيْشٌ

[148] مجموع الفتاوی:28/535-540

[149] بعض مورخین نے ذکر کیا ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ کو ان کے باپ سہیل بن عمرو (یہ وہی قریشی سردار ہے جو صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مذاکرات کرنے آیا تھا۔ بعد میں یہ مسلمان بھی ہو گیا تھا) نے اس وقت اپنے قابو کر لیا تھا۔ جب سیدنا عبد اللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ ہجرت حبشہ سے واپس لوٹے تھے۔ اس کے بعد ان کو قید میں ڈال دیا۔ جب کفار مکہ بدر کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے نکلے تو انہوں نے سیدنا عبد اللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ کو زبردستی ساتھ لے لیا۔ میدان بدر میں جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئیں تو سیدنا عبد اللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی طرف چلے آئے اور کفار مکہ کے خلاف نبرد آزما ہو گئے۔ اس بناء پر مؤرخین اسلام نے ان کو بدری صحابہ میں شامل کیا ہے۔ بعد ازاں یہ صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی حاضر ہوئے تھے۔ یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے اپنے باپ کے لیے فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جان کی پناہ طلب کی تھی۔ اسی وجہ سے سیدنا سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے کے بعد کہا کرتے تھے: ''اللہ تعالیٰ نے اسلام میں میرے بیٹے کے لیے بہت زیادہ بھلائی عطا فرمائی ہے۔'' سیدنا عبد اللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ بہت زیادہ غزوات میں شامل ہوئے اور بڑے بڑے واقعات میں شریک تھے۔ عہد صدیقی میں مسیلمہ کذاب کے خلاف ہونے والی مشہور و معروف جنگ ''یمامہ'' میں اعزازِ شہادت سے سر فراز ہوئے۔ بوقت شہادت ان کی عمر مبارک اڑتیس (38) سال تھی۔ سیدنا عبد اللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ کے جنگ بدر میں شامل ہونے اور مسلمانوں کی طرف پلٹ آنے کا واقعہ سِيَرُ أَعْلَامِ النُّبَلَاءِ لِلذَّهَبِی:1/193، اَلإِصَابَةُ فِي تَمْيِيزِ الصحابة لابن حجر:4/124، الاستیعاب لابن عبد البر:3/925 میں بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

الْكَعْبَةَ فَإِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ)) قَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللهِ! كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ وَ فِيْهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَّيْسَ مِنْهُمْ؟ قَالَ((يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ)) الحديث۔ وَهٰذَا فِي ظَاهِرِ الأَمْرِ وَ اِنْ قُتِلَ وَ حُكِمَ عَلَيْهِ بِمَا يُحْكَمُ عَلَى الْكُفَّارِ فَاللهُ يَبْعَثُهُ عَلٰى نِيَّتِهٖ ، كَمَا أَنَّ الْمُنَافِقِيْنَ مِنَّا يُحْكَمُ لَهُمْ فِي الظَّاهِرِ بِحُكْمِ الإِسْلَامِ ، وَ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ وَ الْجَزَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى مَا فِي الْقُلُوْبِ لَا عَلٰى مُجَرَّدِ الظَّوَاهِرِ، وَلِهٰذَا رُوِيَ عَنِ الْعَبَّاسِ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهَ كُنْتُ مُكْرَهًا ، قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم : ((أَمَّا ظَاهِرُكَ فَكَانَ عَلَيْنَا وَأَمَّا سَرِيْرَتُكَ فَإِلَى اللهِ))

"کافروں سے جنگ کرتے کرتے کبھی ایسی صورت حال بھی پیش آسکتی ہے کہ ان کافروں کی فوج اور لشکر میں کوئی بندۂ مومن بھی شامل ہو جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے ہو اور کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف ہونے والی جنگ میں حاضر ہو گیا ہو۔ کافروں کے علاقے سے ہجرت کر کے کسی مسلم علاقے کی طرف جانا بھی اس کے بس سے باہر ہو۔ اب ایسی صورت حال میں اس کو زبردستی جنگ میں لایا گیا ہو۔ ایسے افراد کے خدشے سے ہی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ان کو ان کی نیتوں کے مطابق قیامت کے روز اٹھایا جائے گا۔ جس طرح کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی صحیح میں اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا درج ذیل فرمان روایت کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"قیامت کے روز ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کرے گا۔ جب وہ زمین کے ایک کھلے میدان میں پہنچے گا تو انہیں اوّل سے آخر تک زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! لشکر کو اوّل تا آخر کیونکر دھنسا دیا جائے گا، جبکہ وہیں ان کے بازار بھی ہوں گے اور ان میں وہ لوگ بھی شامل ہوں گے جو ان لشکر والوں میں (خوشی خوشی شامل) نہیں ہوں گے ؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! شروع سے آخر تک ان سب کو دھنسا دیا جائے گا۔ پھر ان کی نیتوں کے مطابق ان کو قیامت کے روز اٹھایا جائے گا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ ظاہری معاملہ میں ایسا ہی ہو گا کہ بیت اللہ پر چڑھائی کرنے والے لشکر میں زبردستی لایا گیا شخص بھی زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ اس پر وہی حکم لاگو ہو گا جو کفار کا حکم ہو گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس زبردستی لائے ہوئے مجبور شخص کو اس کی نیت اور دل کے معاملہ میں اچھی صورت حال کے مطابق ہی قیامت کے دن اٹھائے گا۔

بالکل ایسے کہ جیسے منافقین بظاہر ہم مسلمانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ظاہراً ان پر اسلام کا ہی حکم لگتا ہے۔ لیکن قیامت کے روز اپنے دل کی بری صورت حال کے مطابق ہی اٹھائے جائیں گے۔۔ لہٰذا یہ کلیہ اور قانون معلوم ہوا کہ (قیامت کے روز) جزاء وسزا کا اعتبار دل کے اندرون خانہ خفیہ معاملات کے مطابق ہو گا۔ محض ظاہری حالات، واقعات اور شخصیات کے مطابق جزاء وسزا کا معاملہ نہیں ہو گا۔

اس بناء پر سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے جو حدیث مروی ہے اس میں یہ بات وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تو زبردستی اور مجبوراً غزوۂ بدر میں ساتھ لایا گیا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جہاں تک آپ کی ظاہری حالت کا معاملہ ہے تو وہ ہمارے خلاف ہے اور جہاں تک آپ کی خفیہ اور درپردہ حالت کا معاملہ ہے وہ اللہ کے سپرد ہے۔“ [150]

فتح الباری کی دو روایات:

زبردستی میدان جنگ میں لائے ہوئے شخص کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ اس موضوع پر حرف آخر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو قیدی بنانے اور گرفتار کرنے کے متعلق جو روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کِتَابُ المَغَازِی، بَابُ شُهودِ المَلَائِکَةِ بَدرًا، بَابٌ مِنْهُ میں حدیث نمبر:۴۰۱۸ کے تحت بیان کی ہے، اس کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں ابن اسحاق کے حوالے سے دو روایات ذکر کی ہیں:

پہلی روایت:

ابن اسحاق نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے روز اپنے صحابہ سے فرمایا:

((قَدْ عَرَفْتُ أَنَّ رِجَالًا مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ قَدْ أُخْرِجُوْا کُرْهًا فَمَنْ لَقِیَ اَحَدًا مِنْهُمْ فَلَا یَقْتُلْهُ))

---

[150] مجموع الفتاوی لابن تیمیة: 19/ 224-225

"مجھے پتہ چلا ہے کہ بنو ہاشم کے کچھ افراد مجبوراً اور زبردستی میدان بدر میں لائے گئے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی فرد کسی کو مل جائے یا ان میں سے کسی شخص کے بارے میں کسی کو پتہ چل جائے تو وہ اس کو قتل نہ کرے۔"

دوسری روایت:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ چند سطروں کے بعد امام ابن اسحاق سے دوسری روایت نقل کرتے ہیں۔ یہ روایت بھی سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يَا عَبَّاسُ ! اِفْدِ نَفْسَكَ وَابْنَ أَخَوَيْكَ عَقِيْلَ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ وَ نَوْفَلَ بْنَ الْحَارِثِ وَحَلِيْفَكَ عُتْبَةَ بْنِ عَمْرٍو فَإِنَّكَ ذُوْ مَالٍ قَالَ إِنِّيْ كُنْتُ مُسْلِمًا وَلٰكِنَّ الْقَوْمَ اسْتَكْرَهُوْنِيْ ، قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا تَقُوْلُ ، إِنْ كُنْتَ مَا تَقُوْلُ حَقًّا إِنَّ اللّٰهَ يُجْزِيْكَ وَلٰكِنْ ظَاهِرُ أَمْرِكَ أَنَّكَ كُنْتَ عَلَيْنَا۔" [151]

"اے عباس بن عبد المطلب (میرے چچا جان!) آپ اپنا بھی فدیہ ادا کریں، اپنے دونوں بھتیجوں، عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کا فدیہ بھی ادا کریں، نیز اپنے جنگی دوست عتبہ بن عمرو کا فدیہ بھی ادا کریں۔ اس لیے کہ آپ ایک کھاتے پیتے آدمی ہیں۔ سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا: میں در حقیقت مسلمان ہو چکا تھا۔ لیکن میری قوم (یعنی قریش مکہ) نے مجھے ساتھ آنے پر بہت زیادہ مجبور کیا۔ اس لیے میں اپنی قوم کے ساتھ آ گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو بات آپ کہہ رہے ہیں اس کے بارے میں اصل حقیقت سے اللہ تعالیٰ ہی آگاہ ہے۔ اگر تو وہ بالکل سچ ہے جو آپ کہہ رہے ہیں تو فدیہ ادا کرنے پر اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی بہتر جزا دے گا۔ لیکن جہاں تک آپ کے ظاہری معاملہ کا تعلق ہے تو یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ آپ ہمارے خلاف برسرِ پیکار تھے۔" (لہٰذا اگرچہ آپ کو قتل نہیں کیا جائے گا مگر دیگر احکام آپ پر لاگو ہوں گے۔)

پیشہ ورانہ مجبوریوں کی بناء پر کافروں کا ساتھ دینا:

غور فرمائیے! گزشتہ اوراق میں بیان کردہ اقتباس میں سے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا درج ذیل بیان کتنا واضح اور جامع ہے۔ جس میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ کی یوں وضاحت کرتے ہیں:

---

[151] فتح الباری=کتاب المغازی: باب شھود الملائکة بدراً/باب منه الحدیث: 4018 کی شرح

''اس بارے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ اگرچہ کسی شخص کو زبردستی مسلمانوں کے خلاف میدانِ جنگ میں لایا گیا ہو مگر ایسے شخص پر لازم ہے اور ضروری ہے کہ وہ شخص جنگ میں حصہ نہ لے۔خواہ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو جائے، بلکہ قتل ہونا برداشت کرلے۔یہ بات بالکل ایسے ہے کہ مثلاً کسی مسلمان کو کافر زبردستی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرے۔ایسی صورت میں اس کے لیے بالکل جائز نہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑنی شروع کردے۔اس بات کو اس دوسری مثال سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک آدمی کسی دوسرے مسلمان آدمی کو مجبور کرتا ہے کہ تو فلاں بے قصور اور معصوم مسلمان کو قتل کردے۔اس مسئلہ پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اس مجبور کیے جانے والے شخص کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ اس بے گناہ اور معصوم کو قتل کرڈالے۔اگرچہ مجبور کرنے والا کتنا ہی مجبور کرے۔
یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ مجبور کرنے والا شخص یہ دھمکی لگاتا ہے کہ اگر تو اس بے گناہ اور معصوم مسلمان کو قتل نہیں کرے گا تو میں تجھے قتل کرڈالوں گا۔اس سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ مجبور کیا جانے والا شخص خود قتل ہونا برداشت کرلے۔مگر بے گناہ مسلمان بھائی کے درپے نہ ہو۔کیونکہ اپنی جان کو بچاتے ہوئے کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کرڈالنا کسی طور پر بھی قرین عقل وانصاف نہیں ہے۔لہٰذا ایسے مجبور کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے کہ خود قتل ہونے کے خوف سے کسی مسلمان کو قتل کرڈالے۔ (مجموع الفتاوی:28/540)

اس واضح اور جامع بیان سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ موجودہ دور میں جو لوگ کفر کے سرداروں اور عالمی طاغوتوں کے ہمراہ وہمرکاب ہوکر مسلمانوں کے خلاف جنگ کے کرنے کے لیے نکل رہے ہیں۔وہ لوگ یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ ہمارا اس میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ہم اس موقع پر حکومت وقت کے آگے اسٹینڈ نہیں لے سکتے۔اس لیے کہ ہم اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کے ہاتھوں مجبور ہیں۔ہماری انہی ملازمتوں پر ہماری روزی کا انحصار ہے

لہٰذا ہم تو مجبوراً اور زبردستی ان کفر کے اماموں اور طاغوتوں کے لشکر میں شامل ہیں۔ان کے پاس سب سے بڑا بہانہ یہی ہے کہ اگر ہم اس موقع پر چوں چراں کرتے ہیں یا حکومت کے سامنے ڈٹ جاتے ہیں تو ہم اپنے دنیاوی معاملات کو کس طرح ہینڈل کریں گے؟ اپنے دنیوی مفادات کو کیسے حاصل کریں؟ جس طرح کہ دیگر دنیادار بھی اپنے یہی عذر پیش کرتے ہیں۔

دنیا کی عارضی چمک کی خاطر مسلمانوں کو قتل کرنے والے کافر ہیں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ کافروں کا ساتھ دیتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے والے لوگ ملت اسلامیہ سے خارج اور کافر ہیں۔اس لیے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین ''اسلام''کو ختم کرنے کے لیے جنگ کر رہے ہیں۔کافروں کا ساتھ دینے والے اس گروہ سے کفر کا حکم جدا نہیں ہو گا نہ وہ اس حکم سے بری قرار دیے جائیں۔اس لیے کہ یہ سب لوگ محض دنیا کے چند ٹکوں کی خاطر کافروں کا ساتھ دے رہے ہیں۔نیز اس لیے بھی کہ ان لوگوں کے کفر کا بڑا سبب ان کا دنیا سے ٹوٹ کر محبت کرنا اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا بھی ہے۔اسی وجہ سے ایسے لوگوں پر کفر کے فتوٰی سے یہ اسباب واعذار رکاوٹ اور مانع نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۝﴾ [النحل=16/107]

''(ایمان کے بعد کچھ لوگوں کے کفر کرنے کا بڑا سبب یہی ہے کہ)انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ محبوب رکھا۔یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کو راہِ راست نہیں دکھاتا۔''

اسلام کی تعلیمات تو ہمیں کہتی ہیں کہ اگر کسی شخص کو کسی مسلمان کے قتل کرنے پر مجبور کیا جائے جبکہ اس مسلمان کو قتل کرنا جائز نہ ہو تو ایسی صورت میں کسی مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے نہ ہی کسی مسلمان پر جسمانی تشدد کرنا مباح ہے۔اگرچہ اس کے بدلے حالت جبر میں اس کو خود قتل ہونا پڑے وہ اپنا قتل ہونا برداشت کرلے۔یا اپنے جسم پر تشدد برداشت کرنا پڑے تو برداشت کرلے۔یہاں سے غور فرمالیں کہ محض دنیا کی معمولی اور عارضی چمک کی خاطر کسی مسلمان کو قتل کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔بلکہ تقوٰی وپرہیز گاری اور عقل وخرد کا تقاضا تو یہ ہے کہ اپنے آپ کو دنیوی مفادات اور لذتوں سے محروم رکھ لینا کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کرنے،اس کو تکلیف پہنچانے یا اس بارے کسی طاغوت کا ساتھ دینے سے حد درجہ بہتر ہے۔لہٰذا یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اس طرح کے حالات میں اگر کچھ لوگ اس طرح کا گھناؤنا اور بہیمانہ کردار ادا کریں تو کافروں کے ایسے اتحادیوں اور ساتھیوں کا بھی بالکل وہی معاملہ اور حکم ہو گا جو کفار اور مرتدین کا ہے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اسلامی تعلیمات کی رو سے کسی مسلمان کو قتل کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ اگرچہ کسی مسلمان شخص کو کسی مسلمان شخص کے قتل پر زبردستی مجبور کیا جائے۔ اس بارے مشہور و معروف مفسر قرآن علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"علماء کا اس مؤقف پر متفقہ فیصلہ ہے کہ جس شخص کو مجبور کیا جائے کہ تو فلاں بے گناہ مسلمان کو قتل کر دے۔ ایسی صورت میں بھی مجبور کیے جانے والے شخص کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو قتل کرڈالے یا اس کی عزت کو پامال کرڈالے یا اس پر جسمانی تشدد کرے یا اس طرح کا کوئی اور کردار ادا کرے۔ بلکہ مجبور کیے جانے والے شخص پر لازم ہے کہ اگر اس پر عرصۂ حیات تنگ کیا جاتا ہے اور اس کو اذیتوں اور ابتلاؤں سے دوچار کیا جاتا ہے تو وہ ان پریشانیوں اور اذیتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہوا اپنے اللہ سے اجر و ثواب کی امید رکھے۔ یہ قطعاً جائز نہیں کہ اپنی جان بچاتے بچاتے وہ کسی دوسرے مسلمان کی جان لے لے۔ ویسے ہر قسم کے حالات میں اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی عافیت اور خیریت ہی مانگتے رہنا چاہیے۔"[152]

ایک نصیحت:

اپنی اس گفتگو کے آخر میں ہم یہ نصیحت کرنا چاہتے ہیں کہ تمام مسلم حکمرانوں، مسلح افواج، پولیس فورسز اور حساس ایجنسیوں کے اہلکاروں پر واجب ہے کہ وہ فوراً توبہ کی طرف بھاگیں اور اپنے اللہ سے گناہوں کی معافی مانگیں، کافروں اور طاغوتوں سے دوستانہ مراسم ختم کریں اور ان کا تعاون کرنے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیں۔ مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہو کر کافروں کے خلاف برسرپیکار ہو جائیں اور جہاد فی سبیل اللہ میں اپنا میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کافروں اور مسلمانوں کے درمیان اپنا فیصلہ فرما دے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے۔

152 تفسیر القرطبی: 10/183

باب:10

اگر مجاہدین کافروں اور ظالموں کے اوپر جوابی کاروائی کرتے ہوئے کوئی حملہ کریں اور اس میں بڑے بڑے چوٹی کے طاغوت اور ان کے فوجی ماریں جائیں تو ہمارے مسلمان حکمران اور حکمرانوں کے ترجمان اخبارات میں بیان جاری کر دیتے ہیں کہ "یہ جوابی کاروائی فی سبیل اللہ نہیں ہے نہ ہی اسلام ان جیسی کاروائیوں کی اجازت دیتا ہے۔ یہ تو سراسر شدت پسندی ،انتہاء پسندی اور بنیاد پرستی ہے۔"

دو مفید بحثیں

کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ اور تتمہ ہم دو اہم اور بحثیں پیش خدمت کر رہے ہیں۔ جن کا اس کتاب کے موضوع اور مضمون سے گہرا تعلق ہے۔ وہ درج ذیل ہیں:

① .... تقیہ

② .... مدارات اور مداہنت میں فرق

ا۔ تقیہ کیا ہے؟

لفظ "التَّقِيَّة" کا عربی زبان میں ہی آسان اور مترادف معنی "الحَذر" ہے۔ "الحَذر" کا معنی ہے "بچنا اور ڈرنا"۔ لہٰذا "التَّقِيَّة" کا معنی ہے "بچنا اور بچاؤ اختیار کرنا"۔ ثلاثی مزید فیہ سے باب اِفْتَعَلَ کے وزن پر اس کا فعل ماضی "اِتَّقٰی" آتا ہے۔

اس باب کے دو مشہور مصدر ہیں: ① ..... تَقِيَۃً ② ..... تُقًی

یہ دونوں مصدر ہی عربی قراءت میں مستعمل اور موجود ہیں۔ عربی زبان میں یہ جملہ بولا جاتا ہے کہ "اِتَّقَيْتُهُ تَقِيَّةً" اس کا معنی ہے کہ "حَذَرْتُهُ حَذَرًا" یعنی میں اس سے بال بال بچا۔"[153]

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تقیہ کا معنی:

صحیح البخاری کے مشہور شارح اور فتح الباری کے مصنف علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لفظ "تقیہ" کا مطلب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"هِيَ الْحَذَرُ مِنْ اِظْهَارِ مَا فِي النَّفْسِ مِنْ مُعْتَقَدٍ وَغَيْرِهٖ لِلْغَيْرِ"[154]

---

[153] لسان العرب (مادۃ تُقًی)

[154] فتح الباری: (کتاب الاکراہ، الحدیث: 6940

"کسی شخص کا دل میں جو عقیدہ و نظریہ وغیرہ ہو اس کا اظہار کسی دوسرے کے سامنے کرنے سے ڈر محسوس کرنا اس کو تقیہ کہتے ہیں۔"

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ تقیہ کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لفظ تقیہ کا مطلب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

" وَمَعْلُوْمٌ أَنَّ التُّقَاةَ لَيْسَتْ بِمُوَالَاةٍ ، وَلٰكِنْ لَمَّا نَهَاهُمُ اللهُ عَنْ مَوَالَاةِ الْكُفَّارِ اقْتَضٰى ذَالِكَ مُعَادَاتَهُمْ وَالْبَرَاءَةَ مِنْهُمْ وَ مُجَاهَرَتَهُمْ بِالْعُدْوَانِ فِيْ كُلِّ حَالٍ إِذَا خَافُوْا مِنْ شَرِّهِمْ فَأَبَاحَ لَهُمُ التَّقِيَّةَ ، وَلَيْسَتِ التَّقِيَّةُ بِمَوَالَاةٍ "[155]

"یہ بات تو بہر حال طے ہے کہ تقیہ ایک الگ چیز ہے اور موالات (یعنی کافروں سے دوستی) ایک الگ چیز ہے۔ دونوں میں بہت فرق ہے۔ جب اللہ رب العزت نے کافروں سے دوستانہ مراسم استوار کرنے سے منع کر دیا تو اس کا لازمی تقاضا تھا کہ کافروں سے دشمنی ہو۔ ان سے بیزاری اور نفرت کا اظہار ہو۔ ہر حالت میں ان سے علی الاعلان اور کھلے بندوں دشمنی کی جائے۔ لیکن کبھی حالات کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ علانیہ دشمنی کا اظہار کرنے سے کافروں کے شر سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ لہٰذا ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے "تقیہ" کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ لیکن بہر حال "تقیہ کرنے" کا مطلب "کافروں سے دوستی کرنا" ہرگز نہیں ہے۔"

تقیہ کی آڑ میں کیا خونِ مسلم بہانا جائز ہے؟

سابقہ گفتگو سے معلوم ہوا کہ تقیہ کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ کافروں کی نفرت اور ان سے دشمنی کو دل میں مخفی رکھنا۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تقیہ کی آڑ میں کافروں سے محبت اور دوستی شروع کر دی جائے۔ یا تقیہ کی آڑ میں کافروں کے کفریہ اور باطل عقائد و نظریات کو اختیار کرنا شروع کر دیا جائے۔ یا تقیہ کی آڑ لیتے ہوئے کافروں کے پروگراموں، ایجنڈوں، اقدامات اور

[155] بدائع الفوائد لابن القیم: 3/69

مشنز (Missions) کو ہی درست قرار دے دیا جائے نہ ہی تقیہ کا یہ مطلب ہے کہ کافروں کے اتحادی بن کر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شمولیت اختیار کر لی جائے۔ جس شخص نے تقیہ کا یہ مطلب سمجھا ہے۔ اس نے دین اسلام میں ایسی بات سمجھی اور کہی ہے جس کا فتنہ وفساد کوئی ڈھکا چھپا نہیں ہے۔

یہ بات بھی ذہین نشین رہے کہ تقیہ کرتے ہوئے کسی مسلمان کا خون بہانا اور کسی کلمہ گو مسلمان کو موت کے گھاٹ اتارنا بھی جائز نہیں ہے۔ تقیہ کرتے ہوئے نہ ہی کسی حرام کام کا ارتکاب کرنا جائز ہے۔ تقیہ سے اصل مقصود یہ ہے کہ دل کی بات اور دل کے عقیدہ و نظریہ کو ظاہر کرنے سے بچنا اور احتیاط کرنا۔ یہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ جب سخت اذیت کا خوف دامن گیر ہو یا پھر قتل کر دیے جانے کا اندیشہ ہو اور دار الکفر سے نکلنے کی مومن کے پاس استطاعت بھی نہ ہو۔

امام قرطبی کے ہاں "تقیہ" کی وضاحت:

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ تقیہ کی وضاحت کرتے ہوئے چند مشہور ومعروف علماء امت کی توضیحات پیش کرتے ہیں:

① سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((هُوَ أَنْ يَّتَكَلَّمَ بِلِسَانِهِ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَا يَقْتُلُ وَلَا يَأْثَمُ))[156]

"تقیہ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی مسلمان شخص کفار کے شر سے بچنے کے لیے اپنی زبان سے کوئی ایسی بات کہہ دے جس سے بچاؤ ممکن ہو۔ اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔ تقیہ کرتے وقت نہ تو کسی مسلمان کو قتل کرنا جائز ہے نہ ہی کسی گناہ کا ارتکاب کرنا جائز ہے۔"

② عوف اعرابی رحمۃ اللہ علیہ جناب حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے تقیہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں:

"التَّقِيَّةُ جَائِزٌ لِلْمُؤْمِنِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ لَا يُجْعَلُ فِي الْقَتْلِ تَقِيَّةٌ"[157]

---

[156] تفسیر القرطبی: 4/57

[157] فتح الباری: 12/214 کتاب الاکراہ، الحدیث: 6940

''تقیہ کرنے کی سہولت اور اجازت مومن کے لیے قیامت تک باقی ہے۔ مگر کسی خونِ ناحق میں تقیہ کرنا جائز نہیں ہے۔''

③ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہنے والے کا نام ذکر کیے بغیر فرمایا ہے کہ تقیہ کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے:

''اِنَّ الْمُؤمِنَ اِذَا كَانَ قَائِمًا بَيْنَ الْكُفَّارِ فَلَهُ أَنْ يُدَارِ بِهِمْ بِاللِّسَانِ اِذَا كَانَ خَائِفًا عَلٰى نَفْسِهٖ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَالتَّقِيَّةُ لَا تَحِلُّ اِلَّا مَعَ خَوْفِ الْقَتْلِ أَوِ الْقَطْعِ أَوْ الاِيْذَاءِ الْعَظِيْمِ'' [158]

''کوئی مومن بندہ جب کفار و مشرکین کے درمیان رہائش پذیر ہو، اس کے لیے جائز ہے کہ وہ کافروں سے اپنی زبان کے ساتھ نرم و ملائم گفتگو کرتے ہوئے زندگی بسر کرے۔ یہ اس صورت میں جائز ہے جب کسی مومن کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو مگر اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ تقیہ صرف اس صورت میں جائز ہے جب کفار کی طرف سے قتل کا خطرہ ہو۔ یا جب کافروں کی طرف سے یہ خطرہ ہو کہ وہ گردن کاٹ دیں گے۔ یا کافروں کی طرف سے بہت بڑی اذیت کا خوف ہو۔''

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تقیہ کی وضاحت:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ [سورۂ آل عمران=3:28]

''مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی کسی حمایت میں نہیں۔ مگر یہ کہ ان کے شر سے کسی طرح بچاؤ مقصود ہو۔ اور اللہ تعالیٰ خود تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

① امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا فرمانِ باری تعالیٰ کے الفاظ: ﴿اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً﴾ کا مطلب اور تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

---

[158] تفسیر القرطبی: 4/57

"اَی مَنْ خَافَ فِیْ بَعْضِ الْبَلْدَانِ وَ الأَوْقَاتِ مِنْ شَرِّهِمْ فَلَهُ أَنْ يَتَّقِيَهُمْ بِظَاهِرِهٖ لَا بِبَاطِنِهٖ وَنِيَّتِهٖ۔" [159]

"یعنی بعض اوقات اگر کوئی شخص زمین کے کسی ایسے علاقے یا ملک میں ہو جہاں کافروں کی کسی شرارت یا خباثت کا خوف پیدا ہو جائے تو ایسے حالات میں جائز ہے کہ ظاہری طور پر اور وقتی طور پر ان کے شر سے بچنے کے لیے ان سے کچھ میل جول ظاہر کر لیں۔ لیکن دل میں ان کی رغبت اور محبت نہ رکھیں۔"

② اس موقف کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے اِمَامُ الْمُحَدِّثِیْنَ وَالْمُجْتَهِدِیْنَ جناب محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ایک اثر نقل کیا ہے، سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اِنَّا لَنَكْشِرُ فِیْ وُجُوْهِ اَقْوَامٍ وَ قُلُوْبُنَا تَلْعَنُهُمْ)) [160]

"بعض (ظالم اور فاسق قسم کے) لوگوں کے سامنے ہم ہنستے مسکراتے ہوئے ملاقات کرتے ہیں۔ مگر ہمارے دل ان پر لعنتیں برسا رہے ہوتے ہیں۔"

④ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَيْسَتِ التَّقِيَّةِ بِالْعَمَلِ، اِنَّمَا التَّقِيَّةُ بِاللِّسَانِ" [161]

"(اگر کافروں کی شرارت کے خوف سے) بظاہر دوستی کا اظہار کرنا پڑ ہی جائے تو وہ صرف قول وگفتار کی حد تک ہو۔ عمل و کردار سے نہ ہو۔"

⑤ اسی طرح ایک مشہور تابعی جناب عوفی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے درج ذیل الفاظ نقل کرتے ہیں:

"اِنَّمَا التَّقِيَّةُ بِاللِّسَانِ" [162]

"تقیہ صرف زبان کی حد تک جائز ہے (نہ کہ عملی کاروائیوں سے)

---

159 تفسیر ابن کثیر: 1/357

160 صحیح البخاری=کتاب الادب: باب المدارۃ مع الناس، الحدیث: 6131 سے پہلے

161 تفسیر ابن کثیر: 1/357

162 تفسیر ابن کثیر: 1/357

6. بالکل یہی موقف امام ابو عالیہ، امام ابو شعشاء، امام ضحاک اور امام ربیع بن انس رحمۃ اللہ علیہم کا بھی ہے۔[163]
7. امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

"اَلتَّقِيَّةُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"[164]

"قیامت تک تقیہ کرنے کی اجازت باقی ہے۔"

الشیخ عبد اللطیف بن عبد الرحمن (آل شیخ) فرماتے ہیں:

فضیلۃ الشیخ عبد اللطیف بن عبد الرحمن (آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ) تقیہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وَ مَسْأَلَةُ اِظْهَارِ الْعَدَاوَةِ غَيْرُ مَسْأَلَةِ وُجُوْدِ الْعَدَاوَةِ، فَالْأَوَّلُ: يُعْذَرُ بِهٖ مَعَ الْخَوْفِ وَالْعَجْزِ، وَالثَّانِيْ: لَا بُدَّ مِنْهُ، لِأَنَّهٗ يَدْخُلُ فِي الْكُفْرِ بِالطَّاغُوْتِ وَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ حُبِّ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ تَلَازُمٌ كُلِّيٌّ لَا يَنْفَعُكَ عَنِ الْمُؤْمِنِ۔"[165]

"ایک چیز "اظہار عداوت" ہے جبکہ دوسری چیز "وجود عداوت" ہے (یعنی زبان سے عداوت کا اظہار کرنا اور چیز ہے۔ اور دل کے اندر عداوت رکھنا بالکل الگ تھلگ چیز ہے) اگر کسی شخص پر دشمن کا خوف ہو یا وہ دشمن کے سامنے بے بس ہو تو ایسی صورت میں اگر کوئی پہلی صورت "اظہار عداوت" نہ بھی کر سکے تو اللہ کے ہاں مجرم نہیں ہو گا بلکہ اللہ کے ہاں بھی اس کو معذور ہی سمجھا جائے گا۔ جب کہ دوسری چیز "وجود عداوت" یعنی کافروں کے بارے دل کے اندر عداوت اور دشمنی کے جذبات رکھنا لازمی اور ضروری ہے اس کے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہیں ہے۔ کیونکہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لیے "طاغوت کا انکار" لازمی ہے۔ "طاغوت کے انکار" اور "اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت" کے مابین "تلازم کلی" کی نسبت ہے۔[166] ایک مومن شخص سے یہ نسبت کبھی بھی ختم اور جدا نہیں ہوتی۔"

---

163 تفسیر ابن کثیر: 1/357

164 تفسیر ابن کثیر: 1/357

165 الرسائل المفیدۃ للشیخ عبد اللطیف آل شیخ: 284

166 "تَلَازُمٌ كُلِّيٌّ" کا مطلب ہے کہ مذکورہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ پہلی چیز ہو گی تو دوسری ہو گی۔ علیٰ ہذا القیاس دوسری چیز ہو گی تو پہلی ہو گی۔ یعنی اگر کسی کے دل میں "طاغوت کا انکار" ہو گا تو یہ اس بات کی دلیل ہو گی کہ واقعتاً اس شخص کے دل میں اللہ ورسول کی محبت موجود ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر کسی شخص کے دل میں "طاغوت کے انکار" کا عقیدہ وجذبہ بھی موجود ہے۔ معلوم ہوا کہ اگر "طاغوت کا انکار" نہیں ہو گا، طاغوت اور کفر سے نفرت اور دشمنی نہیں ہو گی تو "اللہ اور رسول سے محبت" کا دعویٰ کھوکھلا اور بے وزن ہو گا۔ اسی طرح اگر اللہ ورسول سے محبت نہیں ہو گی تو پھر لازماً وہاں طاغوت کے انکار، کفر سے نفرت اور کفار ومشرکین سے عداوت کے جذبات بھی نہیں ہوں گے۔

مدارات اور مداہنت میں فرق:

رَئِیْسُ الفُقَهَاءِ و المُجتَهِدِین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کرتے ہیں۔سیدہ عائشہ فرماتی ہیں:

((اِسْتَأْذَنَ رَجُلٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:اِئْذَنُوْا لَهُ ۔ بِئسَ أَخُو الْعَشِيْرَةِ[أَوْ اِبْنُ الْعَشِيْرَةِ]) فَلَمَّا دَخَلَ أَلَانَ لَهُ الْكَلَامَ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللهِ! قُلْتَ الَّذِیْ قُلْتَ : ثُمَّ أَلَنْتَ لَهُ الْكَلَامَ؟ قَالَ :

((أَیْ عَائِشَةُ! اِنَّ شَرَّ النَّاسُ أَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ فُحْشِه)) [167]

"ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات کی اجازت چاہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اسے اجازت دے دو"ویسے یہ اپنے قبیلے کا برا آدمی ہے۔" وہ شخص اندر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بڑی نرمی اور ملائمت کے ساتھ گفتگو کی۔(جب وہ اٹھ کر چلا گیا تو)میں نے عرض کیا:"یارسول اللہ! آپ نے اس شخص کے متعلق جو کہا سو کہا۔ پھر جب وہ اندر آ گیا تو آپ نے اس سے بڑی نرمی کے ساتھ اور حسن اخلاق کے ساتھ گفتگو فرمائی ؟رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"عائشہ !لوگوں میں سے بدترین شخص وہ ہے جسے لوگ اس کی فحش کلامی ،بدکلامی اور بداخلاقی سے بچنے کی وجہ سے ملنا جلنا پسند نہ کریں۔" [168]

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی:

فتح الباری میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ بالا حدیث کی تشریح بیان کرتے ہیں۔ تشریح کرتے ہوئے وہ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ قول بیان کرتے ہیں جو انہوں نے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی موافقت میں نقل کیا ہے۔علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

"وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْمُدَارَاةِ وَالْمُدَاهِنَةِ ، أَنَّ الْمُدَارَاةَ بَذْلُ الدُّنْيَا لِصَلَاحِ الدُّنْيَا أَوِ الدِّيْنِ لِصَلَاحِ الدُّنْيَا۔ وَالنَّبِيُّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بَذَلَ لَهُ مِنْ دُنْيَاهُ حُسْنِ عِشْرَتِهِ وَ الرِّفْقَ فِی مُكَالَمَتِهِ ۔ وَ مَعَ ذَالِكَ فَلَمْ يَمْدَحهُ بِقَوْلٍ۔ فَلَمْ يُنَاقِضُ قَوْلُهٗ فِيْهِ فِعْلَهٗ۔" [169]

---

167 صحیح البخاری=کتاب الأدب:باب مایجوز من اغتیاب أهل الفساد ، الحدیث:5054، صحیح مسلم=کتاب البروالاداب والصلة:باب مدارة من یتقی فحشه، الحدیث: 2591

168 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بدکلام شخص کی بدکلامی کے شر سے بچنے کے لیے بڑی نرم خوئی کی عادت حسنہ اختیار فرمائی۔لہٰذا کسی بداخلاق اور بلاکلام شخص کے روبرو اس طرح کا خوش اخلاقی اور خوش گفتاری کا رویہ اختیار کرنے کو عربی زبان میں "مداراۃ" کہتے ہیں۔لیکن اس کے برعکس کسی کافر وفاسق کے کفر وفسق کے سامنے بے غیرتی پر مبنی خاموشی، چشم پوشی اور نرمی اختیار کرنا "مداہنت" کہلاتا ہے۔یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کی اسی طرح متضاد ہیں جس طرح سخاوت اور فضول خرچی۔ قناعت اور کنجوسی، جہاد اور دہشت گردی یا فدائی کاروائی اور خودکشی ایک دوسری کی متضاد ہیں۔یہ چیزیں بظاہر ایک دوسری سے ملتی جلتی ہیں لیکن حقیقت اور کیفیت کے اعتبار سے دونوں میں اتنا فرق ہے جتنا عروج وپستی میں، دھوپ اور چھاؤں میں اور اندھیرے اور اجالے میں فرق ہے۔

169 فتح الباری:10/454

"مدارات اور مداہنت میں یہ فرق ہے کہ: "(یعنی کسی بداخلاق اور بدکلام شخص کے سامنے نرم گفتگو اور خوش گفتاری کی خصلت اختیار کرنا) سے کوئی شخص فقط اپنی دنیا کی قربانی دیتا ہے، اپنی دنیا کی قربانی دیتا ہے، اپنی دنیا کو سنوارنے کے لیے یا اپنے دین کو سنوارنے کے لیے یا دنیا اور دین دونوں کو بیک وقت اکٹھا سنوارنے کے لیے (اپنی دنیا کی قربانی دیتا ہے) یہ تو واضح اور بدیہی بات ہے کہ یہ رویہ اور خصلت نہ صرف جائز ہے بلکہ کبھی کبھار تو مستحب (پسندیدہ عمل) کا درجہ رکھتی ہے۔ لیکن اس کے برعکس مداہنت اختیار کرنے سے کوئی شخص اپنی دنیا کو سنوارنے کے لیے اپنے دین کی قربانی دیتا ہے۔ (لہٰذا دونوں رویوں اور خصلتوں میں فرق صاف واضح ہے) نبی اکرم ﷺ نے آنے والے شخص کے سامنے حسن معاشرت اور نرم دم گفتگو کا رویہ اختیار کر کے فقط اپنی دنیا کی ہی قربانی پیش کی تھی۔ (آپ ﷺ نے اپنے دین پر تو کوئی حرف نہیں آنے دیا تھا) مزید یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی زبان سے فقط اپنی گفتگو میں نرمی پیدا کی تھی۔ اس کے آنے پر اس کی تعریفوں کے پل باندھنے شروع نہیں کر دیئے تھے۔ لہٰذا اس طرح رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی پر یہ اعتراض بھی وارد نہیں ہو سکتا کہ آپ نے اپنے قول و فعل میں تضاد ظاہر کیا تھا۔" (علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

علامہ ابن بطال کی زبانی:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں:

اَلْمَدَارَاةُ مِنْ أَخْلَاقِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَهِيَ خَفْضُ الْجَنَاحِ لِلنَّاسِ وَلِيْنُ الْكَلِمَةِ وَتَرْكُ الْإِغْلَاظِ لَهُمْ فِي الْقَوْلِ، وَذٰلِكَ مِنْ أَقْوٰى أَسْبَابِ الْأُلْفَةِ، وَظَنَّ بَعْضُهُمْ أَنَّ الْمَدَارَاةَ هِيَ الْمَدَاهِنَةُ مُحَرَّمَةٌ، وَالْفَرْقُ أَنَّ الْمُدَاهَنَةَ مِنَ الدِّهَانِ، وَهُوَ الَّذِيْ يُظْهِرُ عَلَى الشَّيْئِ وَيُسْتَرُ بَاطِنُهُ، وَفَسَّرَهَا الْعُلَمَاءُ بِأَنَّهَا مُعَاشَرَةُ الْفَاسِقِ وَإِظْهَارُ الرِّضَا بِمَا هُوَ فِيْهِ مِنْ غَيْرِ إِنْكَارٍ عَلَيْهِ، وَالْمَدَارَاةُ هِيَ الرِّفْقُ بِالْجَاهِلِ فِي التَّعْلِيْمِ وَبِالْفَسِقِ فِي النَّهْيِ عَنْ فِعْلِهِ، وَتَرْكُ الْإِغْلَاظِ عَلَيْهِ حَيْثُ لَا يُظْهِرُ مَا هُوَ فِيْهِ وَالْإِنْكَارِ عَلَيْهِ بِلُطْفِ بِالْقَوْلِ وَالْفِعْلِ لَا سِيَّمَا إِذَا احْتِيْجَ إِلٰى تَأَلُّفِهٖ وَنَحْوَ ذَالِكَ۔" (فتح الباری:10/528)

"مدارات کا تعلق تو مومنوں کی اخلاقیات سے ہے۔ مدارات یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ اپنا برتاؤ اور رویہ نرم رکھنا۔ نرم اور ملائم گفتگو کرنا اور لوگوں سے گفتگو کرتے ہوئے ترش گفتگو اور سخت کلامی نہ کرنا۔ یہ چیزیں محبت والفت پیدا کرنے کے بڑے بڑے اسباب ہیں۔ جن لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ "مدارات" تو ایک پسندیدہ عمل

ہے جبکہ "مداہنت" حرام عمل ہے۔ان میں فرق یہ ہے کہ لفظ "مداہنت" لفظ "الدہان" سے تعلق رکھتا ہے۔(الدّھان" کا معنی رنگ وروغن اور تیل وغیرہ ہے) کسی چیز پر وہاں استعمال کرنے سے دہان (تیل اور رنگ وروغن) ظاہراً نظر آتا رہتا ہے اور اس چیز کا باطن اور اندرون پس منظر میں چلا جاتا ہے۔ علماء کرام نے مداہنت کی تشریح یہ کی ہے کہ فاسق وفاجر لوگوں کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارنے اور جو کچھ وہ لوگ کر رہے ہو اور جو بھی ان کے نظریات ہیں، بغیر انکار کیے ان پر رضامندی ظاہر کرتے جانے کو "مداہنت" کہتے ہیں۔اس کے بالمقابل علماء کرام نے "مدارات" کی تشریح یہ بیان کی ہے کہ کسی جاہل کو (دین کی باتیں) سکھانے میں نرمی اختیار کرنے، کسی فاسق وفاجر کو کسی برے کام سے منع کرنے، کوئی فاسق جس برائی والی حالت پر ہے اس کو اس حالت سے باز رکھنے کے لیے شدت آمیز رویہ اختیار نہ کرنے اور کسی بدکردار و گنہگار کی بری حرکتوں اور کرتوتوں کا گفتار اور کردار کی نرمی کے ساتھ انکار کرنے کو "مدارات" کہتے ہیں۔یہ اس وقت تو زیادہ ضروری ہے ۔جب کسی شخص میں الفت ومحبت وغیرہ کی تخم ریزی مقصود ہو۔" (علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا ترجمہ مکمل ہوا)

ایک جہنمی کا بیان اور مداہنت کی وضاحت:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان فرمائی ہے، مندرجہ ذیل حدیث کے ایک راوی ابو وائل کہتے ہیں:

((قِيْلَ لِأُسَامَةَ لَوْ أَتَيْتَ فُلَانًا فَكَلَّمْتَهُ ، قَالَ: اِنَّكُمْ لَتَرَوْنَ أَنِّي لَا أُكَلِّمُهُ اِلَّا أُسْمِعُكُمْ ۔ اِنِّي أُكَلِّمُهُ فِي السِّرِّ دُوْنَ أَنْ اَفْتَحَ بَابًا اَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ فَتْحَهُ ۔ وَلَا اَقُوْلُ لِرَجُلٍ ـــ أَنْ كَانَ عَلَيَّ اَمِيْرًا ـــ اِنَّهُ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ شَيْئٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا : وَمَا سَمِعْتَه، يَقُوْلُ؟ قَالَ : سَمِعْتُه، يَقُوْلُ: «يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ ۔ فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُهُ فِي النَّارِ ۔ فَيَدُوْرُ كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ أَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ : أَى فُلَانُ ! مَا شَأْنُكَ؟ أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ: كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا آتِيهِ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ آتِيْهِ)).[170]

[170] صحیح البخاری=کتاب بدء الخلق:باب صفة النار مخلوقة ، الحدیث:3267، وکتاب الفتن:باب الفتنة التی تموج کموج البحر ، الحدیث:7098- صحیح مسلم=کتاب الزھد والرقاق باب عقوبة من یأمر بالمعروف ولا یفعله ، الحدیث:2989

"سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ بہت اچھا ہوا اگر آپ فلاں صاحب (مراد سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں) کے پاس جائیں اور ان سے جاکر (اس بارے) گفتگو کریں (کہ وہ کسی طرح فتنہ وفساد برپا کرنے والوں کا سدباب کریں اور ان کو لگام ڈالیں) سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تم کیا سمجھتے ہو کہ میں ان سے اس بارے میں بات چیت نہیں کرتا ہوں۔ تم صرف اس گفتگو کو گفتگو سمجھتے ہو جو تمہیں سنا کر کی جائے۔ بلکہ میں ان سے اس بارے خلوت اور تنہائی میں (لوگوں سے گفتگو مخفی رکھتے ہوئے) گفتگو کرتا رہتا ہوں۔ اس معاملہ کو ایک ایشو (issue) کے طور پر کھڑا کر کے فساد کا کوئی دروازہ نہیں کھولنا چاہتا۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی فساد کے دروازے کو میں ہی سب سے پہلے کھولنے والا بن جاؤں۔ نہ ہی کسی شخص (کی خوشامد اور بے جا تعریف کرتے ہوئے چاپلوسی کے طور پر) کے بارے میں یہ کہنا مناسب سمجھتا ہوں کہ وہ تو سب لوگوں سے بہترین آدمی ہے۔ ہر چند کہ وہ میرا امیر ہی کیوں نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سننے کے بعد ایسی بات کہنے کی میں بالکل جرأت نہیں کر سکتا۔ ان کے پاس بیٹھے ہوئے ساتھی، ان سے کہنے لگے: ہمیں بھی بتائیے کہ وہ کونسی حدیث ہے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت فرمائی ہے؟ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے:

"قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ آگ میں اس کی آنتیں باہر نکل آئیں گی اور وہ شخص اس طرح چکر لگانے لگے گا جیسے گدھا اپنی چکی پر گردش کیا کرتا ہے۔ دیگر جہنمی اس کے قریب آکر جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے: اے فلاں! آج یہ تمہاری کیا حالت ہے؟ کیا تم ہمیں اچھے کام کرنے کے لیے نہیں کہا کرتے تھے اور کیا تم برے کاموں سے ہمیں منع نہیں کیا کرتے تھے؟ وہ شخص کہے گا: جی ہاں! میں تمہیں تو اچھے کاموں کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا۔ میں تمہیں برے کاموں سے منع بھی کیا کرتا تھا مگر میں خود وہ برے کام کیا کرتا تھا۔"[171]

171 سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ میرے متعلق تم یہ گمان ہرگز نہ کرو کہ میں موجودہ بحرانی صورتِ حال میں باغیوں اور فسادیوں کی بغاوت کو دبانے کے لیے امیر المومنین کو مشورہ نہیں دیتا یا انہیں کوئی نیک اور درست بات سمجھانے میں مداہنت اور سستی کرتا ہوں۔ میرے بارے میں یہ بھی نہ سمجھنا کہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خوشامد اور چاپلوسی کرتا ہوں اور ان کی بے جا تعریفیں کرتا ہوں، اس وجہ سے کہ وہ خلیفۂ وقت ہیں۔ بلکہ انہیں جو بات کہنے والی ہوتی ہے وہ کہتا ہوں جو سمجھانے والی ہوتی ہے وہ سمجھاتا ہوں۔ ضروری نہیں کہ تمہیں سنا کر وہ بات کروں بلکہ مجھے جب موقع میسر آتا ہے۔ میں خلوت وتنہائی میں بات کرتا ہوں۔ اسے شور وغل کی کیفیت بھی نہیں پیدا ہوتی اور نہ ہی کسی فتنہ وفساد کا دروازہ کھلتا ہے۔
سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بعد میں جو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمائی ہے۔ اس حدیث میں ایک دوزخی شخص کا جو حال بیان کیا گیا ہے۔ یہ بیان کر کے آخر میں اس کی وجہ بھی بیان کی ہے۔ الغرض حدیث سنا کر اپنے ساتھیوں کو یہ سمجھایا کہ تم میرے متعلق یہ نہ سوچنا کہ میں سیدنا عثمان t کو نیک مشورہ دینے میں کوتاہی کرتا ہوں۔ کیا میں اپنا حال اس شخص کی طرح کرلوں گا جو انتڑیوں کو اٹھائے ہوئے گدھے کی طرح

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی فرق:

مندرجہ بالا حدیث کی تشریح وتوضیح بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی رقمطراز ہیں:

" فِيْهِ ذَمُّ مُدَاهِنَةِ الْأُمَرَاءِ فِي الْحَقِّ وَإِظْهَارِ مَا يُبْطِنُ خِلَافَهُ كَالْمُتَعَلِّقِ بِالْبَاطِلِ، فَأَشَارَ أُسَامَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى الْمُدَارَاةِ الْمَحْمُوْدَةِ وَالْمُدَاهِنَةِ الْمَذْمُوْمَةِ ، وَضَابَطَ الْمُدَارَاةَ أَنَّ لَا يَكُوْنَ فِيْهَا قَدْحٌ فِي الدِّيْنِ ، وَالْمُدَاهِنَةُ الْمَذْمُوْمَةُ أَنْ يَّكُوْنَ فِيْهَا تَزِيْيْنُ الْقَبِيْحِ وَتَصْوِيْبُ الْبَاطِلِ وَنَحْوِ ذَالِكَ۔ "[172]

"اس حدیث میں گویا امراء اور حکام کے متعلق مداہنت کرنے کی مذمت وارد ہوئی ہے۔یعنی امراء اور خلفاء کو حق بات کہنے سے گریز کرنا مداہنت ہے۔اسی طرح دل میں ایک بات ہو مگر زبان پر کوئی اور بات ہو، یہ بھی مداہنت ہے۔ گویا باطل کے ساتھ چاپلوسی کرنا حق کے ساتھ مداہنت اختیار کرنا ہے۔سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے اپنے جامع بیان میں گویا دونوں چیزوں کو واضح کر دیا ہے، قابل ستائش صفت "مدارات" کو بیان کر دیا ہے اور قابل مذمت و نفرت صفت "مداہنت" کو بھی بیان کر دیا ہے۔فتنہ وفساد کا دروازہ کھولے بغیر مناسب موقع پا کر امراء کو حق بات کہہ دینا مدارات ہے، یہ بھی واضح کر دیا کہ مدارات کی صورت میں دین داری پر حرف نہ آنے دینا چاہیے۔ قابل مذمت مداہنت یہ ہے کہ بری بات کو خوبصورت بنا کر پیش کیا جائے اور باطل کو حق ثابت کرنے کی مذموم سعی کی جائے وغیرہ۔" (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

عالمی طاغوتوں کو تقویت پہنچانا مدارات نہیں:

سابقہ گفتگو میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس کے بعد مدارات اور مداہنت کے بارے میں کسی اور وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی مدارات ایک قابل تعریف عمل ہے جب کہ مداہنت ایک قابل مذمت عمل ہے۔

اس بات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس شخص کا موقف مبنی بر فساد اور مبنی بر ضلال ہے جو آج دنیا کے بڑے بڑے عالمی طاغوتوں کی مدد کر رہا ہے اور اپنے قول وعمل سے انہیں تقویت دے رہا ہے۔بلکہ عالمی غنڈوں اور بین الاقوامی بدمعاشوں کے

گھومے گا۔یعنی اگر میں تم لوگوں سے یہ کہوں کہ بری بات اور قابل اصلاح بات دیکھنے پر منع کیا کرو اور جو کوئی بری روش اختیار کرے اس کو سمجھا کر بری روش سے باز کیا کرو، جبکہ میں خود ایسا نہ کروں۔بلکہ برے کاموں کو دیکھ کر خاموشی اختیار کر لوں تو میرا حال اس دوزخی کا سا ہو گا۔(اَعَاذَنَا اللہُ مِنْ ذَالِكَ) اس روایت میں گویا سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے مداہنت کی بڑے اچھے انداز سے وضاحت کر دی ہے۔

[172] فتح الباری: 13/ 53,52

سامنے اطاعت وفرمانبرداری کی اعلانیہ بیعت کرچکا ہے۔ان تمام امور و معاملات کے بعد وہ کیسے یہ دعوٰی کر سکتا ہے کہ میں کافروں کے شر سے بچنے کے لیے فقط "مدارات" کا اظہار کر رہا ہوں۔

یہ کہاں کی دانشمندی ہے؟

گذشتہ بحث میں اہل علم کے جو اقتباسات پیش خدمت کے گئے ہیں۔ان سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف برسر پیکار جنگ میں کافروں کے مشن اور ایجنڈے کو سراہنا اور ان پر خوشی کا اظہار کرنا مدارات سے ہرگز تعلق نہیں رکھتا۔اس طرح جہاد کو دہشت گردی اور شدت پسندی کہنا بھی ہرگز مدارات نہیں ہے۔مجاہدین کو غیر ملکی دہشت گرد اور تخریب کا وغیرہ کہنا بھی ہرگز مدارات نہیں۔یہی وہ القاب ہیں جو کافروں کو مسلمانوں کے خلاف صف آراء اور برسرپیکار ہونے پر جرأت اور جواز بخشتے ہیں ۔علی ہذا القیاس اگر مجاہدین کافروں اور ظالموں کے اوپر جوابی کاروائی کرتے ہوئے کوئی حملہ کریں اور اس میں بڑے بڑے چوٹی کے طاغوت اور ان کے فوجی مارے جائیں تو ہمارے مسلمان حکمرانوں کے ترجمان اخبارات میں بیان جاری کر دیتے ہیں کہ "یہ (جوابی) کاروائی جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہے نہ ہی اسلام ان جیسی کاروائیوں کی اجازت دیتا ہے۔یہ تو سراسر شدت پسندی، انتہاء پسندی اور بنیاد پرستی ہے۔" یہ بیانات صادر کرتے ہوئے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھی پالیسی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ہم بہترین کام سرانجام دے رہے ہیں وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ہم بہت زیادہ عقل ودانش کے مالک ہیں اور ہمارے ہاں زندگی کے بڑے گہرے تجربات موجود ہیں۔(حالانکہ وہ سراسر گمراہی اور تباہی کی طرف جا رہے ہیں اور قوم کو بھی لے جا رہے ہیں)

مسلمانوں اور کافروں کے درمیان دشمنی ازلی ہے:

اس سے بڑھ کر اور جرم کیا ہو گا کہ کچھ ایسے نام نہاد مسلم حکمران موجود ہیں جو دنیا کے بڑے بڑے طاغوتوں اور سرداروں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر واضح الفاظ میں آمادہ کرتے ہیں لوگوں کے سامنے یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ مجاہدین اسلام اور قرآن وسنت پر عمل پیرا مسلمان فقط اپنے آپ کو دین اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔درحقیقت ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے (کیونکہ ان نام نہاد مسلمانوں کے ہاں آج دنیاداری، بے دینی، کافروں کی مشابہت اور ماڈرن ازم ہی "اعتدال پسند اسلام" بن چکا ہے)

حقیقت یہ ہے کہ ان نام نہاد مسلمانوں اور کافروں کے ساتھ دوستی اور محبت کی پینگیں بڑھانے والے حکمرانوں کی ساری کوششیں رائیگاں اور بیکار جائیں گی۔اس لیے کہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان دشمنی اور عداوت کا معاملہ کوئی عارضی، وقتی اور حادثاتی نہیں۔بلکہ ازلی، ابدی اور واقعاتی ہے۔کفر کے اماموں اور اسلام کے مابین دشمنی زمانہ ماضی میں بھی تھی۔زمانہ حال میں بھی ہے اور زمانہ مستقبل میں بھی جاری وساری رہے گی۔(ان شاء اللہ)

ایک ایک کر کے مسلمانوں کو ٹارگٹ بنایا جارہا ہے:

دنیا کا ہر کافر دنیا کے ہر مسلمان کا دشمن ہے۔کافروں کی اپنی ترجیحات ہیں اور ان کی اپنی ترتیب ہے۔دنیا کے تمام کافر مسلمانوں کے خلاف ایک ملت کی شکل اختیار کیے ہوئے ہیں۔یہ انتہاء پسندی اور شدت پسند محض میڈیا کا پروپیگنڈا ہے۔دراصل ان کی حقیقت کچھ اور ہے۔ہر وہ شخص جو اسلام کی طرف منسوب ہے اور اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا ہے وہ کافروں کا دشمن ہے۔وہ اس کو اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہیں خواہ وہ دین پر مکمل عمل پیرا ہے یا فقط نام کی حد تک مسلمان ہے۔کافروں کی سوچ اور پلاننگ یہ ہے کہ سب مسلمانوں کو اپنا یکدم دشمن نہ بنالیا جائے۔ایک ایک کر کے ان کو اپنا ہدف (Target) بنایا جائے۔تاکہ یہ سب مل کر اور متحد ہو کر ہم پر یکبار گی حملہ آور نہ ہو جائیں۔اس منصوبے کے تحت وہ پہلے کچھ مسلمانوں سے اپنی عداوت ظاہر کرتے ہیں اور ان پر خونخوار درندوں کی طرح ٹوٹ پڑتے ہیں۔ان مسلمانوں کا صفایا کرنے کے بعد وہ کسی دوسرے مسلم ملک کو اپنا ہدف بنالیتے ہیں۔

یہ کتاب دراصل ایک نصیحت ہے:

لہٰذا ہم ایک ناصح اور خیر اندیش کے طور پر ان لوگوں کو یہ نصیحت کرنا چاہتے ہیں، جو کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما ہیں۔کلمہ پڑھنے والے مسلمان اور جہاد کرنے والے خالص العقیدہ مومنوں کے سینے اپنی ہی گولیوں سے چھلنی کر رہے ہیں۔ان لوگوں کے لیے یہ مختصر تحریر ہلکی سی کوشش ہے کہ وہ اپنے اس غلط ایجنڈے اور پالیسی سے واپس پلٹ کر دین اسلام کی طرف پالیسی سے واپس پلٹ کر دین اسلام کی طرف آجائیں اور دین اسلام اور قرآن وسنت کی بہت واضح پالیسی اور حکمت عملی ہے کہ فقط اللہ کی خاطر محبتیں ہوں اور فقط اللہ کی خاطر نفرتیں ہوں۔کافروں کے وفادار اور اتحادی بننے والے مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ کی رسی اور دین قیم کو مضبوطی سے تھام لیں۔کافروں کی پناہ پکڑنے کی بجائے ساری طاقتوں اور قوتوں کے مالک اللہ رب العالمین کی پناہ پکڑیں۔

اگر دنیا بھر کے مسلمان (عوام اور حکمران)سب سے سب اپنے برتر وعظیم اللہ رب العزت کی پناہ پکڑیں گے تو اللہ کی طرف سے نصرت وحمایت مسلمانوں کے ساتھ ہوگی (ان شاء اللہ) یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ اللہ اپنے مخلص ومومن اور قربانیاں دینے والے بندوں کی مدد ضرور فرماتا ہے۔ اپنی مدد جلد نازل کرے یا مسلمانوں کی اچھی طرح پرکھ اور پڑتال کر ذرا دیر بعد نازل کرے بہر حال اللہ اپنے بندوں کو بے یارومددگار نہیں چھوڑتا۔

اسی بات پر ہم دوستی اور دشمنی کے موضوع پر اپنی تحریر سمیٹتے (Wind-up) ہوئے مکمل کرتے ہیں۔

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتِ۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ))

مراجع ومصادر..........."دوستی اور دشمنی"

((تفاسیر القرآن وعلوم القرآن))

۱۔ القرآن الکریم

۲ تفسیر ابن جریر (الجامع البیان) محمد بن جریر الطبری (سن وفات 310 ھجری)

۳۔ تفسیر ابن کثیر (تفسیر القرآن العظیم) حافظ محمد اسماعیل بن کثیر الدمشقی (474ھجری) مطبوعة جمعیة احیاء التراث الاسلامی۔

۴۔ تفسیر الجامع لاحکام القرآن ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی (691ھ) (بیروت)

۵۔ تفسیر روح المعانی۔ علامہ محمود آلوسی (1270ھ) المنیریہ مصر

۶۔ فتح القدیر۔ محمد بن علی الشوکانی (1250ھ) بیروت

۷۔ المفردات فی غریب القرآن۔ حسین بن محمد الراغب الأصفهانی (502ھ)

۸۔ احکام القرآن الجصّاص

۹۔ تفسیر ابی سعود۔ الشیخ ابوسعود

۱۰۔ محاسن التاویل۔ الشیخ جمال الدین القاسمی

۱۱۔ احکام القرآن۔ ابن العربی

۱۲۔ التفسیر الکبیر۔ امام فخر الدین الرازی

۱۳۔ صفوۃ الآثار والمفاهیم من تفسیر القرآن۔ الشیخ عبدالرحمن الدوسری

((کتب الحدیث وعلوم الحدیث))

۱۴۔ الصحیح البخاری۔ الامام محمد بن اسماعیل البخاری (256ھ) دار السّلام للنشر والتوزیع۔ الریاض

۱۵۔ صحیح مسلم۔ الامام ابوالحسین مسلم بن الحجاج النیسابوری (261ھ)

۱۶۔ الجامع الترمذی۔ الامام محمد بن عیسی الترمذی (279ھ) مکتبۃ التربیۃ العربی للدول الخلیج۔

۱۷۔ سنن النسائی۔ الامام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی (303ھ) مکتبۃ التربیۃ العربی للدول الخلیج

۱۸۔ سنن ابی داؤد۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی (275ھ)

۱۹۔ سنن ابن ماجۃ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجۃ القزوینی (273ھ) مکتب التربیۃ للدول الخلیج۔

۲۰۔ مسند الامام احمد۔ الامام احمد بن حنبل (241ھ)

۲۱۔ صحیح ابن حبان بترتیب الاحسان۔ امام محمد بن حبان بن احمد (354ھ)

۲۲۔ السنن البھیقی۔ حافظ ابوبکر احمد بن حسین بن علی البھیقی (458ھ) بتحقیق محمد عبدالقادر عطاء۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت

۲۳۔ مسند البزار۔ الامام البزار

۲۴۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری۔ حافظ ابن حجر العسقلانی (852ھ) دار المعرفۃ۔ بیروت۔ لبنان

۲۵۔ معالم السنن شرح ابی داؤد۔ الامام محمد بن علی الشوکانی (1250ھ)

۲۶۔ نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار۔ الامام محمد بن علی الشوکانی (1250ھ)

۲۷۔ شرح النّووی علی صحیح مسلم۔ الامام یحییٰ بن شرف النووی (676ھ) دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت۔ لبنان

۲۸۔ مختصر سنن ابی داؤد۔ الحافظ عبدالعظیم المنذری (656ھ) المکتبۃ الأثریۃ۔ سانگلہ ھل۔ پاکستان

۲۹۔ المستدرک علی الصحیحین۔ امام حاکم

((کتاب العقائد وعلماء العرب))

۳۰۔ الفصل فی الملل والأهواء والنحل۔ الامام ابن حزم الظاهری (456ھ)

۳۱۔ الفرقان بین اولیائ الرحمن وأولیائ الشیطان۔ امام احمد بن عبد الحلیم بن تیمیة (728ھ)

۳۲۔ الایمان (ارکانه، حقیقته ونواقضه)۔ الدکتور محمد نعیم یاسین۔ دار عمر بن الخطاب للطباعة والنشر والتوزیع الاسکندریه

۳۳۔ الدرر السنیة فی الأجوبة النجدیة (طائفة من علماء العرب)

۳۴۔ الولاء والبراء فی الاسلام۔ صالح الفوزان

۳۵۔ الرسالة الحادیة عشرة من مجموعة التوحید۔ الشیخ سلیمان بن عبد الله بن محمد بن عبد الوهاب

۳۶۔ مجموعة التوحید۔ (طائفة من علماء العرب)

۳۷۔ المورد العذب الزلال فی کشف شبهة أهل الضلال۔ الشیخ عبد الرحمن بن حسن بن محمد بن عبد الوهاب

۳۸۔ الرسائل الشخصیة۔ مجدد الدعوة محمد بن عبد الوهاب

۳۹۔ رسالة کشف الشبهات فی التوحید من مجموعة التوحید۔ محمد بن عبد الوهاب

۴۰۔ الرسائل النجدیة۔ (طائفة من علماء العرب)

۴۱۔ الرسالة السابعة من بِضعَ رسائل اخری۔ (لاحفاد شیخ الاسلام محمد بن عبد الوهاب (بضع رسائل)

۴۲۔ الدفاع عن اهل أهل السنة والاتباع۔ للشیخ حمد بن عتیق النجدی

۴۳۔ رسالة بیان النجاة والفکاك من موالاة المرتدین واهل الاشراك من مجموعة التوحید (طائفة من علماء العرب)

۴۴۔ مجموع الفتاوٰی ومقالات متنوعة۔ الشیخ ابن باز

۴۵۔ الرسائل المفیدة۔ الشیخ عبد اللطیف آل شیخ

۴۶۔ فتاوٰی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (طائفة من علماء العرب)

۴۷۔ دیوان عُقُود الجواهر المنضدة الحسان۔ الشیخ سلیمان بن سحمان

((کتب الفقه واللغات))

۴۸۔ لسان العرب۔ ابن منظور

۴۹۔ النهاية فی غریب الحديث۔ ابوالسعادات المبارك بن الأثير(606ھ)

۵۰۔ المحلّی۔ الحافظ علی بن احمد بن حزم(456ھ)

۵۱۔ المغنی مع المتخلص۔ عبداللہ بن احمد بن قدامة المقدسی(63ھ)عالم الکتب۔ بیروت

((کتب السيرة والرجال والمختلفة))

۵۲۔ الجواب الکافی۔ امام ابن قیم الجوزية

۵۳۔ مجموع الفتاوٰی۔ احمد بن عبدالحليم بن تيمية(728ھ)

۵۴۔ زادالمعاد فی هدی خیر العباد صلی اللہ علیہ وسلم۔ امام ابن قیم الجوزية(751ھ)(بتحقیق شعیب وعبدالقادر الارناؤوط)

۵۵۔ البداية والنهاية۔ الحافظ ابن کثیر الدمشقی(774ھ) دار الاحیائ التراث العربی۔ بیروت

۵۶۔ الرحيق المختوم۔ الشیخ صفی الرحمن مبارکپوری۔ المکتبة السلفیه، شیش محل روڈ لاھور

۵۷۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ احمد بن عبدالحليم بن تيمية(728ھ)

۵۸۔ سیرة النبی کامل۔ ابومحمد عبدالملك بن هشام(213ھ) شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ لاھور

۵۹۔ الجواب الصحيح فيمن بدّل دين المسيح۔ احمد بن عبدالحليم بن تيمة(728ھ)

۶۰۔ سیر أعلام النبلاء۔ الحافظ محمد بن احمد الذهبی(748ھ)

۶۱۔ الاصابة فی تمییز الصحابة۔ الحافظ ابن حجر العسقلانی۔(582ھ)